الیڈ و اوڈسے

یونان کے ملک الشعرا ہومر کی مشہور نظموں کا خلاصہ

جن میں

ٹرائے واقع ایشیائے کوچک کی مشہور جنگ ۔ اکلیس

رستم یونان کے کارنامے ۔ اور یونانی بادشاہ یولیسس کے

سفر و سیاحت اور تکالیف کے حالات مع مختصر سوانح ہومر

نہایت دلچسپ پیرایہ میں درج ہیں

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی

انارکلی ۔ لاہور

مطبوعہ مفید عام سٹیم پریس لاہور

سنہ ۱۹۰۳ء

فہرست مضامین

صفحہ

ہومر کی پہلی نظم الیڈ

ہومر کی دوسری نظم اُڈیسے

تتمہ

ہومر

عموماً آجکل کے سب تعلیم یافتہ لوگ ہومر کے نام سے واقف ہیں۔ اگرچہ اُس کی تصنیفات جن کے سبب اس نے اس قدر شہرت پائی۔ بہت تھوڑے لوگوں کے مطالعہ سے گزری ہونگی اردو خواں بھی اس نام سے نا آشنا نہیں ہیں کیونکہ اکثر اوقات فردوسی اور والمیک کا ذکر کرتے ہوئے مقابلے کی نظر سے کہدیا کرتے ہیں کہ یہ تو فارسی اور سنسکرت کے ہومر ہیں۔ ہومر کو اگر یورپ کی نظم و سخن آفرینی کا باپ کہیں تو بجا ہے۔ قدیم یونان میں مشہور مقنن لائی کرگس اور سولون اس کے قصے گنوا گنوا کر سنا کرتے تھے۔ سکندر اعظم ہمیشہ ہومر کی جلد ایک جڑاؤ جزدان میں لپیٹ کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھتا تھا اور بیان کیا جاتا ہے کہ خود اُس کے اُستاد حکیم ارسطو نے یہ نسخہ اس کے لئے تیار کیا تھا۔ ہومر کی نظمیں نہ صرف نظم میں اعلیٰ پایہ رکھتی ہیں بلکہ اہل یونان کی قدیم تاریخ۔ نسبنامہ جات اور علم الاصنام کا مخزن ہیں۔ دیوان حافظ کی طرح لوگ اس سے فال لیا کرتے تھے۔ طرح طرح کے حاشئے لکھے جاتے تھے۔ ہر مذاق کے آدمی اُس سے اپنے اپنے مطلب کی باتیں نکالتے تھے۔ شاعر نظم کی رنگینی اور قوت ایجاد کو دیکھ کر محو تھے۔ فلاسفر اس میں بڑے بڑے فلسفی مسائل کی تلاش کرتے تھے۔ اہل مذہب خاصکر صوفی مذاق کے آدمی اُس کے تمام قصوں کو بطور روحانی پہیلیوں کے سمجھ کر اُس کے عقدوں کی تشریح میں جلدوں کی جلدیں لکھ گئے۔ الغرض جس قدر شہرت اور ہر دلعزیزی اس شاعر کو حاصل ہوئی اور جس قدر عالمگیر تاثیر اس کے کلام کو نصیب ہوئی۔ شاید دُنیا میں اور کسی شاعر کے حصے میں نہیں آئی۔ اگر کوئی شخص عالم کا ملک الشعرا کہلانے کا مستحق ہے تو یہی ہے ٭

لیکن یہ شخص کون تھا؟ کب پیدا ہوا؟ کب مرا؟ کہاں کا رہنے والا تھا؟ اس کی زندگی کس طرح گزری؟ ان سوالات کا جواب دینے کو ہومر کی آٹھ سوانح عمریاں موجود ہیں۔ مگر وہ باہم اس قدر متضاد اور مختلف ہیں اور ان میں کئی ایک ایسی بعید از قیاس باتیں درج ہیں کہ ان پر پورا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سب سے طویل سوانح عمری وہ ہے جو مشہور یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ مگر غالباً پہلی صدی مسیح کی لکھی ہوئی ہے۔

ہیروڈوٹس کے تذکرہ کے مطابق ہومر مسیح سے پہلے ساڑھے آٹھ سو برس کے قریب اس زمین پر تھا۔ مگر دوسرے اہل الرائے اس کا زمانہ دسویں بلکہ گیارھویں صدی پیشتر مسیح تک پہنچاتے ہیں۔ جائے ولادت کی بابت بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ ایک شاعر نے طنزاً لکھا ہے "سات شہر مُردہ ہومر کی جائے ولادت ہونے کے دعویدار ہیں۔ جہاں زندہ ہومر بھیک مانگتا پھرا کرتا تھا"۔

بعض عجائب پرستوں کا خیال ہے کہ ہومر دریائے میلس کا فرزند تھا جو شہر سمرنا کے نیچے بہتا ہے۔ اس کی ماں ایک دریائی پری (Nymph) تھی جس کا نام کریتھائیس تھا۔ مگر ہیروڈوٹس کا تذکرہ اس عجائب پسندی سے خالی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ یونان کے شہر کیومی سے قدیم زمانے میں بہت سے لوگ نقل مکان کر کے ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر آباد ہو گئے تھے۔ انہیں میں ایک غریب شخص میناپولوس نامی بھی تھا۔ اس شخص کی ایک لڑکی تھی جس کا نام کریتھائیس تھا۔ وہ ابھی بہت چھوٹی تھی کہ اس کا باپ مر گیا اور اپنی یتیم لڑکی کو اپنے ایک دوست کلینا کس کے زیر حفاظت چھوڑ گیا۔ مگر اس شخص نے اپنے فرائض کو ایمانداری سے پورا نہ کیا اور اس لڑکی سے مل بیٹھا۔ جب راز چھپتا نہ دیکھا تو اسے ایک قافلے کے ہمراہ سمرنا بھیج دیا۔ جہاں ہمارا شاعر تولد ہوا۔ دریائے میلیس کے نام پر جس کے کنارے اس نے جنم لیا تھا۔ اس کا نام میلے سیگنس رکھا گیا۔ اسی جگہ ایک شخص فیموس نام رہتا تھا جو علم ادب اور موسیقی کا معلم تھا۔ اس نے اس لڑکی کی تباہ حالی پر

رحم کھایا اور اُسے اپنے گھر کے کاروبار اور کھانا پکانے کے لئے نوکر رکھ لیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد اُس سے شادی کر لی۔ وہ اس لڑکے سے بالکل باپ کی طرح سلوک کرتا تھا اور اُسی کی زیرِ نگرانی اس لڑکے کے ذہنی قوٰی نے پورا نشوونما حاصل کیا۔ چونکہ ذہن رسا تھا اور ملکہ خداداد تھا تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے اُستاد کا ہم پلہ ہو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد فیمیوس نے انتقال کیا اور ہومر کو اپنے سارے مال و متاع کا وارث چھوڑ گیا۔ چند سال تک اُس نے اپنے باپ کے مدرسہ کو ایسی کامیابی اور لیاقت سے جاری رکھا جس سے اُس کی شہرت دُور دُور پھیل گئی۔ انہیں دنوں میں ایک دولتمند مینیس نامی کا اُس شہر میں گزر ہوا۔ وہ میلے سیگنس کی لیاقت اور دانائی کو دیکھ کر ایسا گرویدہ ہو گیا کہ بہت سے انعام و اکرام کے وعدوں اور سفر کے فوائد کی ترغیب و تحریص دلا کر اس سے مدرسہ چھڑوا دیا اور سیر و سیاحت میں اپنا شریک کر لیا۔ اس طور سے وہ اپنے مربی کے ہمراہ دُور و دراز ممالک کے سفر کرتا اور دُنیا کے عجائبات دیکھتا پھرا۔ اُس نے یادداشت کے طور پر مختلف ممالک و اشہار کے حالات بھی تحریر کئے۔ اس کی آنکھیں پہلے ہی کمزور تھیں۔ مگر جب وہ اثنائے سفر میں اتھیکا (واقع یونان) میں پہنچا تو اُس کی حالت بدتر ہو گئی۔ اس کا مربی اُسے اپنے ایک دوست منیٹر نامی کی زیرِ نگرانی چھوڑ کر چلا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ میلے سیگنس یہیں اندھا ہو گیا اور اس وجہ سے اُس نام سے ہوموس ہوا جس سے وہ دُنیا میں مشہور ہے۔ کیونکہ یونانی زبان میں اندھے کو ہوموروس کہتے ہیں۔ اسی مقام پر وہ یولسس کے قصے سے واقف ہوا جس کی بنا پر اُس نے بعد ازاں اپنی مشہور نظم اڈیسی نامی تصنیف کی۔ یہاں سے وہ کچھ عرصہ کے بعد اپنے اصلی وطن سمرنا کو واپس چلا آیا اور فنِ شاعری کی تحصیل میں مشغول ہوا ؛

مگر افلاس نے اُسے وہاں آرام سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور وہ ناچار ہو کر شہر

قومی کو چلا گیا اور وہاں ایک زرہ ساز نے اُس پر ترس کھا کر اپنے گھر میں
رکھ لیا۔ جہاں اُس نے کچھ عرصے تک قیام کیا۔ وہ بڑے بوڑھوں کی محفلوں میں
جایا کرتا اور اپنی نظمیں سُناتا تھا جس سے سب لوگ اُس کے گرویدہ ہو گئے۔
اُن کی مہربانیوں سے دلیر ہو کر اُس نے یہ درخواست کی کہ اگر وہ اُس کے لئے مستقل
گزارہ کی صورت کر دیں تو وہ اپنی شاعری کے ذریعہ سے اُن کے شہر کو دنیا بھر
میں مشہور و معروف کر دیگا۔ بہت سے لوگ اُس کی اس درخواست کی قبولیت پر
مائل تھے اور اس غرض سے وہ شہر کی کونسل کے رُوبرو پیش ہوا۔ اُس نے مختصر
الفاظ میں اپنی منشا کا اظہار کیا اور پھر کونسل سے باہر چلا گیا۔ اب اس امر پر بحث
شروع ہوئی۔ بہت لوگ اس کے طرفدار تھے مگر اتنے میں ایک شخص اُٹھ کر بولا! کہ
"صاحبان اگر آپ ایسے اندھوں (ہومرل) کی پرورش کا ذمہ لینگے تو تھوڑے سے
عرصے میں یہاں ناکارہ آدمیوں کی بھیڑ لگ جائیگی" صاحب لیاقت آدمیوں کے
ساتھ ہر زمانے میں قریباً یکساں سلوک ہوتا رہا ہے۔ الغرض کفایت شعاری کے
خیال سے کونسل نے اس کی درخواست کو نامنظور کیا۔ بیچارہ ہومر مایوس ہو کر
یہاں سے بھی چلدیا اور پھرتے پھرتے فوکیا نامی ایک دوسرے شہر میں جا پہنچا۔
یہاں اُس کے ساتھ ایک اور طرح کا سلوک ہوا۔ اس جگہ تھسٹورائڈس نامی
ایک شخص رہتا تھا جس کو اس امر کا بڑا شوق تھا کہ لوگ اُسے اعلےٰ درجہ کا شاعر
سمجھیں۔ ہومر کی لیاقت اور شاعری کو دیکھ کر اُس نے اُسے اپنے گھر میں ٹھہرا
لیا اور اُس کا کچھ روزینہ بھی مقرر کر دیا مگر اس شرط پر کہ جو کچھ ہومر تصنیف کرے
وہ سب اُس کے آقا کے نام سے مشہور کیا جائے۔ مگر جب تھسٹورائڈس نے
اشعار کا کافی سرمایہ جمع کر لیا تو ہومر کو بارِ خاطر سمجھ کر گھر سے نکالدیا۔ بیچارہ خوار و
خستہ یہاں سے بھی چلدیا اور ادھر اُدھر مارا پھرا۔ ایک مقام پر بعض سوداگروں
نے جو خیوس کے رہنے والے تھے ہومر کے اشعار سُنکر اُسے مطلع کیا کہ اُن کے
شہر میں ایک شخص اسی قسم کے اشعار لوگوں کو سُنا سُنا کر خوب روپیہ کما رہا ہے۔

اس پر اُس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہاں چل کر تھسٹوریڈس کی دغابازی لوگوں پر ظاہر کرنا چاہیئے۔ اور اسی وقت وہاں سے چل دیا۔ راستے میں وہ ایک شہر ارینتھری نامی میں پہنچا۔ جہاں اُسے ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ جب گاؤں سے نکل کر جنگل کی طرف جا رہا تھا۔ اُس کی ایک گلہ بان سے ملاقات ہوئی۔ وہ اُسے اپنے جھونپڑے میں لے گیا۔ اور اُس کی تمام مصیبتوں کا تذکرہ سُن کر اُس پر نہایت ترس کھایا۔ اور آخر اُسے اپنے آقا کے پاس لے گیا۔ اُس کا آقا اُس کی لیاقت کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اور اُس کو اپنے پاس رکھ لیا اور اپنے بچوں کی تعلیم اُس کے سپرد کی۔ یہاں نہ صرف ہومر اپنے دشمن تھسٹوریڈس کی دغابازی کو ظاہر کرنے میں کامیاب ہوا بلکہ اُس کے مدرسے نے بہت شہرت حاصل کی۔ جہاں اُس کا مدرسہ واقع تھا وہ جگہ آج تک دکھائی جاتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں ہومر بہت مرفہ الحالی سے بسر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس نے شادی کر لی جس سے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ یہاں اُس کی شہرت دن بدن بڑھتی گئی۔ اور بہت سے لوگوں نے اُسے ترغیب دینی شروع کی کہ اُسے اتھنز کو جانا چاہئے۔ اب اُس نے اپنی نظموں میں اور بہت سے شعر اہل اتھنز کے خوش کرنے کو بڑھائے اور سفر اختیار کیا۔ ساموس کے جزیرے میں اُس کی بہت خاطر ہوئی اور اکثر دولتمندوں نے اُسے بلا کر اُس کے اشعار سُنے اور بہت انعام اکرام دئے۔ موسم بہار میں وہ پھر اتھنز کی طرف روانہ ہوا۔ مگر جزیرہ ئیوس میں پہنچ کر سخت بیمار ہو گیا اور وہیں وفات پائی۔ اُس کی موت کی بابت ایک اور روایت ہے جس کی سند ارسطو کی ایک گم شدہ کتاب سے لی جاتی ہے کہ اُس کی موت اس طور سے واقع ہوئی کہ وہ سمندر کے کنارے ماہیگیروں کو دیکھ کر اُن کے پاس گیا۔ اور اُن سے اس طور سے مخاطب ہوا:۔

"اے ارکیڈیا کے ماہیگیرو! کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ جس کے جواب

ہیں اُنھوں نے یہ پہیلی کہی :-

"جو ہم نے پکڑا تھا۔ سو پیچھے چھوٹ گیا۔

جو ہم نے نہیں پکڑا۔ وُہی ہمارے پاس ہے"

بیان کرتے ہیں کہ ہومر اس پہیلی کو بوجھ نہ سکا۔ اور اسی غم میں مر گیا۔

بہت سی نظمیں ہومر کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور بہت سی گم ہو گئی ہیں۔ مگر اس کی شہرت خاص دو طویل نظموں پر مبنی ہے۔ جن کا خلاصہ ہم سلسلہ وار ہدیہ ناظرین کرینگے۔ پہلی نظم کا نام اِلیئڈ ہے۔ جس میں شہر ٹرائے کے مشہور جنگ کے جو اہل یونان اور اہل ٹرائے کے مابین واقع ہؤا فقط ایک حادثہ کا ذکر ہے۔ شاعر نے اپنی سخن آفرینی سے ایک بات کا ایسا بتنگڑ بنا کر دکھایا ہے اور آسمان و زمین کی قوتوں کو ایسا وابستہ کر دیا ہے کہ پڑھنے والے کو حیرت ہوتی ہے۔ دوسری نظم کا نام اوڈیسّے ہے جس میں یولیسس نامی ایک اولوالعزم بادشاہ کا ذکر ہے جو مذکورہ بالا جنگ میں شریک تھا کہ گھر کو واپسی کے وقت کس طرح طوفان نے اُس کے بیڑے کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا اور وہ کس طرح ملک ملک پھرتا اور طرح طرح کے واقعات کا شکار ہوتا ہؤا آخر کار اپنے وطن مالوف میں آ پہنچا۔ ہم ان مشہور نظموں کا ترجمہ کرنا نہیں چاہتے بلکہ سرسری طور پر قصہ بیان کر دینگے۔ ان نظموں کا ترجمہ یورپ کی سب زبانوں میں ہؤا ہے۔ بلکہ ایک ایک زبان میں بیسیوں عالموں اور شاعروں نے اُس پر اپنی طبع آزمائی کی ہے مگر جو لوگ اصل سے واقف ہیں وہ یہی کہے جاتے ہیں کہ اصل کا لُطف کچھ اور ہے جو کبھی ترجمہ کے ذریعہ ادا ہؤا ہے نہ کبھی ادا ہو سکتا ہے تو پھر اگر ہمارا قصہ پھیکا سا معلوم ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں بہرحال اگر ہم اس طور سے بعض اصحاب کے دل میں اصل نظم کے مطالعہ کا شوق پیدا کر سکیں تو ہم سمجھینگے کہ ہماری محنت رائگاں نہیں ہوئی +

لڑائی کا آغاز

اہلِ یونان کی فوجوں کو شہر ٹرائے کا محاصرہ کئے ہوئے ۹ سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا اور اب آخرکار اُن کے سرداروں کی بہادری اور فوج کے زیادہ اور باقاعدہ ہونے کے سبب اہلِ ٹرائے زک پر زک اُٹھا کر قلعہ بند ہو گئے تھے اور باہر آنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ فتح اب بالکل قریب نظر آتی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے اگمنون۔ شاہِ سلینی سپہ سالار افواج اور اکلیس رستمِ یونان کے درمیان کسی بات پر شکر رنجی پیدا ہو گئی۔ اسی شکر رنجی کا حال معہ اُس کے نتائج کے جن کا اثر اہلِ یونان اور ٹرائے پر پڑا ہومر کی اس مشہور نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

لیکن یہ لڑائی کیوں واقع ہوئی۔ ۹ سال تک اُس کی کیا صورت رہی اور پھر آخر میں اس کا خاتمہ کیونکر ہوا؟ ان امور کا حال معلوم کرنے کے لئے ہمیں دوسری کتابوں سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جن لوگوں کے سامنے ہومر نے ان قصوں کو گا گا کر سنایا ہوگا وہ ان تاریخوں سے خوب واقف ہونگے اس لئے اس قصہ سے پورا لطف اُٹھانے کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے اس جنگ کا ابتدائی حال مختصر طور پر بیان کریں۔

کسی زمانہ میں یونان کے مشہور شہر سپارٹا میں ٹنڈاریوس نام ایک بادشاہ حکمران تھا۔ اس کی ملکہ کا نام لیڈا تھا۔ ان کے چار فرزند تھے جو اپنے کمال حسن و خوبی کے سبب شہرۂ آفاق تھے۔ ان میں سے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام کسٹور تھا جو مشہور شہسوار تھا۔ دوسرا پولیڈیوکیس گھونسہ بازی میں نامور تھا۔ ان کی بڑی لڑکی کلیٹمنسٹرا شاہ اگمنون سے بیاہی گئی تھی جو اس وقت یونان کے بادشاہوں میں سب سے بڑا بادشاہ سمجھا جاتا تھا مگر اس کی چھوٹی

لڑکی ہیلن نہائت حسین و مہ جبین تھی یہاں تک کہ روئے زمین پر اپنا ثانی نہ رکھتی تھی۔ یونان کے تمام شہزادے اُس کے حُسن کا و سوز پر فدا تھے۔ اور ہر ایک اس بات پر آمادہ تھا۔ کہ اگر اس کی شادی کسی دوسرے سے ہو گئی تو وہ اپنے رقیب اور اُس لڑکی کے والدین سے سخت انتقام لیگا۔ آخرکار اُسکے باپ کو یہ سُوجھی کہ اُس نے سب عاشقوں کو اکٹھا کر کے اُن سے یہ عہد لے لیا کہ ہیلن جس کسی کو چاہے اپنا شوہر ہونے کے لئے پسند کرلے۔ باقی اُس کی مزاحمت نہ کرینگے۔ بلکہ اگر کوئی شخص اُس کو اُس کے شوہر سے چھین لیجائے تو سب کے سب اُس کو واپس لانے میں اس کی مدد کرینگے۔ جب ہیلن کو اپنا خاوند انتخاب کرنے کا اختیار دیا گیا تو اُس نے اگمنون کے چھوٹے بھائی مینیلاوس کو چُن لیا۔ شادی کے بعد ٹنڈاریوس نے اپنی سلطنت اپنے داماد کے حوالہ کردی۔ اور آپ گوشہ گزین ہوگیا +

ایشیائے کوچک کے مغرب میں بحیرہ اجین کے ساحل پر کوہ ایڈا کے دامن میں ایک شہر واقعہ تھا جس کا نام ٹرائے تھا۔ یہ شہر نہائت وسیع اور عالیشان تھا۔ اس جگہ کے بادشاہ کا نام پریام تھا جو ایشیا میں نہائت دولتمند اور طاقتور بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کا بڑا بیٹا ہیکٹر تھا جو بڑا بہادر تھا۔ لیکن جب اسکا دوسرا بیٹا پارس نامی پیدا ہوا تو اُس کی ولادت سے تھوڑے دن پہلے ملکہ کو یہ نے خواب دیکھا کہ اُس کے ہاتھ میں ایک مشعل روشن ہے جس سے سارے شہر میں آگ لگ گئی۔ اس لئے جب پارس پیدا ہوا تو سب کو یہ خوف تھا کہ اس کے ذریعے سے ضرور ملک پر کوئی آفت آئیگی تاہم کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ لڑکے کو قتل کرے لیکن اُسے اُٹھا کر کوہ ایڈا کے اوپر جھاڑیوں میں ڈال دیا۔ یہاں ایک گڈریے نے لیکر اُس کی پرورش کی۔ جب وہ بڑا ہوا تو بڑا بہادر نکلا اور گڈریوں کے درمیان بودوباش اختیار کی۔ وہیں ایک پری سے جس کا نام اینونی تھا۔ اس کی شادی ہو گئی۔ پارس کو ابھی تک اپنی

بادشاہی نسب کا حال معلوم نہ تھا۔

انہیں دنوں میں تھسلی کے ایک بادشاہ پیلیوس کی شادی تھیٹس نامی ایک دیوی سے ہوئی۔ اس تقریب پر تمام دیوی دیوتا جمع ہوئے۔ یہاں تک کہ زیوس جو تمام دیوتاؤں اور انسانوں کا باپ سمجھا جاتا تھا اور ہیرا اس کی بیوی۔ اتھینی حکمت کی دیوی اور افرودیتی حسن کی دیوی بھی آئیں۔ اس تقریب پر ایرس فساد کی دیوی کو نہیں بلایا گیا تھا۔ اس نے اپنے دل کا غبار نکالنے کے لیے فی الفور ایک سنہری سیب پھینک دیا جس پر یہ تحریر تھا کہ "سب سے حسین کے لیے"۔ اب تینوں اعلیٰ دیویاں جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اس کی دعویدار ہوئیں۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے دعوے پر زور دینا شروع کیا۔ جب کسی طرح اس جھگڑے کا خاتمہ ہوتا دکھائی نہ دیا۔ تو زیوس نے ہرمس یعنی دیوتاؤں کے پیامبر کو حکم دیا کہ وہ سیب پارس کے پاس لیجائے اور اُس سے اس امر کا فیصلہ کرائے۔ [illegible] تھا۔ پارس اپنے گلہ کے ساتھ ایک چشمے کے کنارے درخت کے سائے میں بیٹھا آرام کر رہا تھا کہ تینوں دیویاں آ موجود ہوئیں۔ اُن کے نور و تجلی سے ساری جگہ منور ہو گئی۔ جہاں اُن کے قدم پڑتے تھے تمام زمین گلزار بنجاتی تھی۔ سب سے پہلے ہیرا نے ان الفاظ میں اپنا دعوےٰ پیش کیا۔

"پارس یہ سیب مجھے دیدے تو تو ایک بادشاہ کا لڑکا ہے۔ اگرچہ تو اس بات کو نہیں جانتا۔ اور میں تجھ کو دنیا کے سارے بادشاہوں سے نہایت دولتمند اور طاقتور بنا دونگی۔ بڑے بڑے عالیشان شہر تیرے تابع ہونگے اور تیرے مقبوضات نہایت سرسبز اور زرخیز اور مضبوط قلعوں سے محفوظ ہونگے۔ تیرے بندرگاہوں پر بے شمار تجارتی جہازوں کا جمگھٹا لگا رہیگا۔ دنیا کے تمام بادشاہ تیری عزت کرینگے۔ اور تو اپنی ساری عمر خوشی و خرمی اور عزت و اقتدار کے ساتھ بسر کریگا"۔

یہ سُن کر پارس کے دل میں آیا کہ سیب اسی کو دیدے لیکن اُس نے تامل کیا کہ دیکھوں دوسری دیویاں کیا کہتی ہیں۔ اب انھینی نے یوں کہنا شروع کیا۔ "میں تجھے ایسی تعلیم دونگی کہ تو تمام بنی آدم میں سے نہایت دانا شریف اور مشہور و معروف ہوگا۔ تو اپنے دل کے بھیدوں کو جان لیگا اور تمام آدمیوں کے دلوں کو سچائی اور پاکیزگی کے راہوں میں رہنمائی کریگا۔ تو راست رو ہوگا اور کسی سے نہیں ڈریگا اور تمام لوگوں کو ایسے قوانین کی تعلیم دیگا جو عدل و انصاف کے اصول پر مبنی ہونگے اور اُن کے ذریعہ سے سب لوگ خوشی و خرمی سے اپنی زندگی بسر کرینگے۔ اس طور سے تو نیک اور بزرگ ہوگا اور سب لوگ تجھ سے محبت کرینگے اور سب میں تیری عزت ہوگی۔"

پارس نے یہ سُن کر سوچا کہ بہتر ہوگا کہ یہ سیب انھینی کو دیدوں۔ اینونی بھی جو اُس کے پیچھے جھاڑی میں چھپی ہوئی تھی آہستہ آہستہ کہنے لگی کہ ہاں انھینی کو دیدو۔ لیکن اُس نے اُس کی بات نہ سنی بلکہ اُس کا خیال بھی نہ کیا۔ کیونکہ ٹھیک اُسی وقت افرودیتی مسکراتی ہوئی اُس کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ "میں تجھے دنیا کی سب سے حسین عورت سے بیاہ دونگی۔" یہ سُنتے ہی پارس نے بلا تامل سیب اُس کے حوالہ کر دیا۔

اب پارس گڈریہ کی زندگی سے بیزار ہو کر وہاں سے چل پڑا اور جا کر اپنے والدین پر جو اُسے مُردہ سمجھے بیٹھے تھے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ وہ اُسے دیکھکر نہایت خوش ہوئے۔ اب وہ شہزادوں کی طرح رہنے لگا اور بیچاری اینونی کو بھی بھول گیا۔ اُس کے دل میں طرح طرح کی اُمنگیں پیدا ہونے لگیں۔ وہ اور اُس کے بھائی پہاڑ پر جا کر بڑے بڑے درختوں کو کاٹ کر جہاز سازی میں مشغول ہوئے تاکہ دُور دُور جا کر دُنیا کی سیر کریں اور اُس حسین دُلہن کو جس کا وعدہ حسن کی دیوی نے پارس سے کیا تھا تلاش کریں۔ اُس کا ایک

بھائی اور بہن جن کو پیشینگوئی کا ملکہ حاصل تھا۔ ہرچند اُس کے روکنے کی کوشش کرتے رہے بلکہ صاف صاف بتلا دیا کہ اس سے سوائے ملک کی بربادی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ لیکن پارس اُن کی باتوں کو ہنسی میں اُڑا دیتا تھا۔ آخر کار وہ جہاز پر چڑھ کر روانہ ہوئے اور ملک ملک پھرتے ہوئے سپارٹا کے ساحل پر جا پہنچے۔ جب مینیلاؤس کو اُس کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ بڑی خوشی سے اُس کی ملاقات کو گیا اور اُسے اپنے گھر میں لے آیا۔ اور بڑی دھوم دھام سے اُس کی مہمانداری کی۔ مگر پارس کی آنکھ جونہی ہیلن پر پڑی۔ اُس نے جان لیا کہ ضرور یہی عورت ہے جس کا وعدہ آفرودیتی نے مجھ سے کیا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد مینیلاؤس کو ایک سفر پیش آیا۔ اُسکی غیرحاضری میں پارس نے میدان خالی پاکر ہیلن کو ورغلانا شروع کیا اور آخر اُس کو اس بات پر آمادہ کر دیا اور وہ مینیلاؤس کا سارا مال و دولت لیکر اُس کے ساتھ ٹرائے کو روانہ ہوگئی +

اب ہیری ملکہ آسمان کو پارس سے سخت دشمنی تھی کیونکہ اُس نے اُس کی طرف سے بے توجہی کرکے سیب آفرودیتی کو دیدیا تھا۔ یہ دیکھتے ہی اُس نے جھٹ آئرس کو مینیلاؤس کے پاس بھیج کر اِس واقعہ کی خبر کی۔ مینیلاؤس سفر سے الفور گھر کی طرف واپس آیا اور اُس کو ویران دیکھ کر نہایت آزردہ خاطر ہوا۔ اور سوچنے لگا کہ کس طرح سے اپنی بیوی کو واپس لانے کی تدبیر کرے۔ وہ جانتا تھا کہ منت و خوشامد سے کام نہیں چلے گا۔ اور نہ اُس میں یہ طاقت تھی کہ پریام جیسے طاقتور بادشاہ کے قبضے سے اپنی بیوی کو چھین لائے۔ آخرکار اُس نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے بھائی اگممنون سے اس معاملہ میں مشورہ کرنا چاہئے +

الغرض دونو بھائیوں نے یونان کے کئی ایک دانا اور صاحب عزت

اُس نے ہوا کو بند کر دیا۔ جہاز بادبان کھولے ہوئے کئی ہفتہ تک ہوا کے انتظار
میں پڑے رہے اور آخر کار ایک نجومی کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ جب تک اگمنون
اپنے گناہ کا کفارہ نہ دے دیوی کا غصہ فرو نہ ہوگا۔ اور جب یہ دریافت کیا گیا
کہ کونسی قربانی سے دیوی خوش ہوگی تو جواب ملا کہ اُس کی اپنی لڑکی افیجنیا کی
قربانی سے۔ اب اگمنون سخت مشکل میں تھا۔ ایک طرف اپنی لڑکی کو قربان
کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ دوسری طرف یونان کے سارے بادشاہوں سے
جدائی نظر آتی تھی۔ آخرکار تمام سرداروں نے انتظار سے دق آ کر اگمنون
کو مجبور کرنا شروع کیا۔ اگمنون کو اب سوائے رضامندی کے اور کوئی چارہ
نہ تھا۔ چنانچہ اوڈیسیس اس غرض کے لئے بھیجا گیا کہ اُس کی بیوی کلائیٹم
نسٹرا کو کسی نہ کسی طرح فریب دے کر لڑکی کو لے آئے۔ الغرض اُس نے جا کر
ماں کو یہ دھوکا دیا کہ اُس کی لڑکی کی شادی اکلیس سے ساتھ ہونے کی تجویز
ہے۔ پس وہ راضی ہو گئی۔ لیکن جب وہ لشکر میں پہنچی تو معاملہ دگرگوں نظر
آیا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب کاہن لڑکی کو قربانگاہ پر ذبح کرنے کے لئے بڑھا
تو آرٹمس دیوی نے اُس پر رحم کھا کر بادل میں چھپا لیا۔ اور کسی دور شہر میں
لے جا کر اپنے مندر کی خادمہ مقرر کر دیا۔

الغرض جہاز وہاں سے روانہ ہوئے اور کئی ایک مشکلات کا مقابلہ کرتے
ہوئے ساحل ٹرائے پر جا پہنچے۔ اہل ٹرائے بھی آگے بے خبر نہیں تھے۔ اُن کو
بھی ان جنگی تیاریوں کی خبر پہنچ چکی تھی اور وہ بھی مقابلہ کے لئے ہر طرح سے
آمادہ تھے۔

اکلیس کی رنجش اور اُس کے نتائج

جب یونانیوں کے جہاز ساحل ٹرائے پر پہنچے تو اہل ٹرائے نے بڑے زور شور سے اُن کا مقابلہ کیا۔ دونو جانب کے بہادروں نے دادِ مردانگی دی لیکن اکلیس کے سامنے کسی کے پاؤں نہیں جمتے تھے۔ یہ شیر جدھر جاتا تھا کشتوں کے پشتے لگا دیتا تھا اور کسی کا یہ حوصلہ نہ پڑتا تھا کہ اس کے سامنے آنے کی جرأت کرے۔ تاہم لڑائی نے طول کھینچا اور اہل یونان کو یقین ہو گیا کہ یہ معاملہ طے ہونیوالا نہیں۔ اس لئے انہوں نے سمندر کے ساحل پر اپنی حفاظت کے لئے چاروں طرف قلعہ بندی کر لی اور شبخون اور ناگہانی حملوں سے بچنے کیلئے ایک گہری خندق بھی کھود لی۔ اب محاصرہ شروع ہوا ✢

اہل یونان کو اپنی ضروریات مہیا کرنے کے لئے بہت دقت پیش آتی تھی اور اس لئے وہ قریب جوار میں لوٹ مار کرنے کے لئے اپنی فوجیں بھیجتے رہتے تھے۔ ان مہموں میں اکثر انہیں بہت سا مالِ غنیمت اور لونڈی غلام ہاتھ آیا کرتے تھے جو لشکر کے سرداروں میں ہر ایک کی حیثیت کے مطابق تقسیم کئے جاتے تھے۔ اکثر اوقات بادشاہوں اور امیروں کی لڑکیاں بھی اُن کے ہاتھ لگ گئی تھیں جنکو اکثر یونانی بادشاہوں نے اپنے گھر میں ڈال لیا تھا ✢

انہیں میں کریسائس نامی ایک لڑکی تھی جو کریسس۔ اپولو (سورج کا دیوتا) کے کاہن کی بیٹی تھی یہ لڑکی اگممنون کے حصے میں آئی۔ جب بیچارے باپ کو اپنی لڑکی کے مقید ہونے کی خبر ملی تو نہایت غمگین ہوا اور اپنا سب مال و متاع لیکر اُس کو چھڑانے کے لئے یونانی لشکر میں آیا۔ مگر اگممنون نے اُسکی درخواست کو منظور نہ کیا بلکہ اس کی بہت بے عزتی کر کے لشکر سے نکلوا دیا۔ بیچارہ نہایت ملول ہو کر وہاں سے چلا گیا لیکن پدرانہ محبت اس کو اجازت

نہ دیتی تھی کہ اپنی لڑکی کے چھڑانے کی اُمید کو چھوڑ بیٹھے۔ اِسی غم میں وہ دوڑ
سمندر کے کنارے نکل گیا اور وہاں رو رو کر اپنے دیوتا سے دُعا مانگی اور
اپنے دشمنوں سے انتقام چاہا۔ اپولو نے اپنے پجاری کی دُعا قبول کی اور
ایک خوفناک وبا یونانیوں کے لشکر میں بھیجی۔ جس سے سیکڑوں آدمی اور
مویشی ہر روز تباہ ہونے لگے۔ نو روز تک یہ وبا نہایت زور و شور سے جاری
رہی۔ مگر دسویں دن اکلیس نے سارے یونانیوں کو جمع کر کے مشورت
چاہی کہ کیا کرنا چاہئے۔ لڑائی اور وبا دونو کا مقابلہ مشکل ہے اور اگر بچاؤ
کی کوئی صورت پیدا نہ ہو تو کتے کی موت مرنے کی نسبت جہازوں پر سوار ہو کر
اپنے اپنے گھر کو واپس چلے جانا بہتر ہے +

اسوقت کلکس نامی ایک نبی اُٹھ کر یُوں گویا ہوا۔ ”اکلیس اگر تم میری حفاظت
کا وعدہ کرو تو میں تمہیں بتلا سکتا ہوں کہ اپولو ہم سے کیوں ناراض ہے اور
کس لئے یہ وبا ہم پر بھیجی ہے۔ لیکن جب تک تم یہ وعدہ نہ کرو میں ہرگز
بول نہیں سکتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس سے ایک بہت بڑا آدمی مجھ سے خفا
ہو جائیگا اور تم جانتے ہو کہ بادشاہوں کا غصہ بھسم کرنے والی آگ ہے“
یہ سُن کر اکلیس نے قسم کھائی کہ جبتک میرے دم میں دم ہے۔ کسی شخص کو
یہ جُرأت نہ ہوگی کہ تیری طرف اُنگلی اُٹھائے۔ تب کلکس یُوں بولا ”اپولو ہم
سے اس لئے خفا ہے کہ اگممنون نے اس کے کاہن کریسیس کی بے عزتی کی
ہے اور اُس کا غصہ فرو نہ ہوگا جب تک اگممنون اسکی لڑکی کریسائس کو
بلا معاوضہ لینے کے اسکے باپ کے حوالے نہ کر دیگا اور نیز اپنے گناہ کی تلافی کے
لئے ایک سو بیل کی قربانی اپولو کے سامنے نہ چڑھائیگا“ +

یہ سُنتے ہی اگممنون آگ بگولا ہو گیا اور یہ کہنے لگا۔ ”اے بُری خبریں لانیوالے
نبی۔ تُو نے کبھی میرے حق میں اچھی بات نہیں کہی۔ تیرے ہاتھوں سے
پہلے بھی مجھے بہت نقصان پہنچا ہے اور اب تو چاہتا ہے کہ میں اپنی مہ جبین

معشوقہ کو حوالہ کر دوں۔ چنیر میں لوگوں کی خاطر سے ایسا کر گزروں گا لیکن اے
اہلِ یونان۔ یہ باور رکھو کہ نہیں اسکا معاوضہ مجھے ضرور دینا ہوگا۔ کیونکہ یہ مناسب
نہیں معلوم ہوتا کہ تمام لشکر کا سپہ سالار ہی اپنے حصّے کو کھو بیٹھے۔"

یہ سنکر اکلیس کو بڑا غصّہ آیا۔ اور وہ بول اٹھا "نہیں صاحب آپ کو نہیں اتنا
حریص نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارے پاس کوئی ایسے خزانے دھرے نہیں۔ جن سے آپ کے
نقصانات کی تلافی کی جائے۔ تمام مالِ غنیمت جو مختلف شہروں کی لوٹ مار سے
ہاتھ آیا تھا وہ یکساں طور پر لوگوں میں تقسیم ہو گیا۔ اب ہم لوگ ان سے اُسے
واپس مانگ سکتے ہیں۔ تم خدا پر چھوڑ دو۔ یہ گھوڑا اور جب ہم ٹرائے کو فتح کرینگے
تو وہاں کی لوٹ کے مال سے آپکے نقصان کی تین چار گنا تلافی کیجائیگی۔" مگر
اگممنون غصّے ہو کر بولا "نہیں بہادر اکلیس تم دھوکا نہ کھاؤ۔ میں کوئی ایسا
ویسا نہیں ہوں کہ میں تو اپنے مال کا حصّہ دیدوں اور آپ سب کے سب اپنے
اپنے حصّوں پر قابض رہیں۔ اگر اہلِ یونان اس لڑکی کے عوض مجھے کوئی اور
لڑکی نذر کر دیں تو بہتر ورنہ میں خود اپنے لئے تمہارے یا کسی اور افسر کے
خیمے سے جسے پسند کرونگا لے آؤنگا۔ لیکن خیر۔ اس کا فیصلہ پیچھے کیا جائیگا۔
بالفعل بہتر ہے کہ جہاز تیار کیا جائے اور اس لڑکی کو قربانی کے بیلوں کے
ہمراہ منزلِ مقصود کو پہنچایا جائے۔"

یہ سنکر اکلیس مارے غصّے کے لال پیلا ہو گیا اور گرج کر بولا "اے بے شرم
اور کمینے آدمی۔ تو کیسے اُمید کر سکتا ہے کہ یونانی تیرے جیسے آدمی کی پیروی
کریں۔ بتا تو سہی۔ ہمارا اہلِ ٹرائے نے کیا بگاڑا ہے۔ انہوں نے آج تک
میری بھیڑ بکری بھی نہیں چھینی۔ بلکہ ہم سب فقط تیری اور تیرے بھائی مینیلاؤس
کی خاطر اتنی دور چل کر لڑنے آئے ہیں۔ مگر تجھے اسکی کچھ پروا نہیں۔ تو اپنے خیمہ
میں آرام سے بیٹھا رہتا ہے اور لڑائی کی تکلیفیں ہم اٹھاتے ہیں۔ لیکن جب
غنیمت کا مال ہاتھ آتا ہے تو تو حصّہ لینے کو سب سے آگے موجود ہوتا ہے۔ اور

اب تو مجھ سے میرا حصہ لینا چاہتا ہے۔ جس کے لئے میں نے اس قدر جانفشانی
کی۔ مگر تیرا ہمیشہ سے یہی حال ہے اور اس لئے بہتر یہی ہے کہ میں اپنے گھر
کو چلا جاؤں اور پھر دیکھوں گا کہ تو میرے واسطے کیا کچھ کر سکتا ہے"؟

اگممنون نے جواب دیا "جاتا ہے تو جا۔ میں تیری کب منت کرنے لگا ہوں
میرے پاس تیرے جیسے اور بہت موجود ہیں جو میری تابعداری پر کمربستہ
ہیں۔ مجھے تیری خونخواری اور فساد انگیزی سے سخت نفرت ہے۔ تو بیشک
اپنی فوج کو لیکے چلتا بن میں تیرے غصے سے نہیں ڈرتا اور اب چونکہ مجھے اپنی
معشوقہ سے مجبوراً جدا ہونا پڑتا ہے میں ضرور تیری معشوقہ بریسائس کو لے آؤں گا۔
اور دیکھوں گا کہ کون مجھے میرے ارادے سے روک سکتا ہے"۔

یہ سن کر اکلیس کے غضب کی آگ بھڑک اٹھی مگر وہ اس کشمکش میں تھا کہ
آیا اپنی تلوار نکال کر گستاخ بادشاہ کا سر قلم کر دے یا اس وقت غصے کو ضبط کر لینا
ہی مناسب ہے۔ اس کا ہاتھ تلوار کے قبضے پر تھا بلکہ تلوار نصف کے قریب میان
سے باہر نکل آئی تھی کہ اتنے میں انتھنی (حکمت کی دیوی) جسے ملکہ ہیری نے
جو دونوں بہادروں کو چاہتی تھی بھیجا تھا، اس کے پیچھے آ موجود ہوئی۔ اور
اکلیس کے لمبے لمبے بالوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ جب اس نے پھر کر نظر کی تو فوراً دیوی
کو پہچان لیا مگر وہ اور سب کی نظروں سے پوشیدہ رہی۔ تب اس کی آنکھیں شعلوں کی
مانند چمکیں اور وہ بولا "اے دیوی زیوس (یعنی خداؤں کے خدا) کی بیٹی!
تو اگممنون کی گستاخی کو دیکھتی ہے۔ میں ابھی اسے اس کی حماقت کا مزا
چکھاتا ہوں" تب انتھنی نے جواب دیا "نہیں ایسا مت کرو۔ میں تیری
آتش غضب کو بجھانے آئی ہوں۔ گالی گلوچ جتنا چاہو دے لو۔ لیکن اپنی
تلوار کو میان میں کرو۔ میں تجھے سچ کہتی ہوں کہ وہ آج کی گستاخی کا خمیازہ بھگتے گا
اور آخر کار بڑی بڑی قیمتی نذریں بھیج کر تجھ سے دلجوئی کا خواستگار ہوگا"۔
اکلیس نے کہا "اگر دیوتا کی یہی مرضی ہے تو قبول ہے" اور اس نے

تلوار کو میان میں کر لیا اور اتھینی پھر المپوس (آسمان) پر چلی گئی۔ تب وہ اگممنون سے یوں مخاطب ہوا:۔
"اے چٹورے تیری آنکھیں تو کتے کی ہیں لیکن دل ہرن سے بھی کمزور ہے۔ تو ایسا بزدل ہے کہ جنگ میں تو ہمیشہ سب کے پیچھے پیچھے رہتا ہے اور موت کا سامنا کرنے سے ڈرتا ہے اپنے ماتحتوں پر جبر و تشدد کرنا کونسی بڑی بات ہے۔ کیونکہ جن لوگوں پر تو حکمرانی کرتا ہے وہ بھی تیرے ہی جیسے ڈرپوک ہیں لیکن سُن میں اپنے اِس عصائے شاہی کی قسم کھاتا ہوں کہ تو اور تیرے ہمراہی بہت جلد تیری اِس گستاخی سے پشیمان ہونگے۔ اور باقی رہی یہ لڑکی سو تم نے دی تھی۔ تم ہی لے لو۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر کسی اور چیز کو جو میری ہے تم نے ہاتھ لگایا تو میرا برچھا ہے اور اُس کا سینہ"۔
جب اکلیس یہ تقریر کر چکا تو مجلس برخاست ہو گئی اور اگممنون نے کریسائس کو معہ قربانی کے بیلوں کے اُس کے باپ کے گھر بھیج دیا۔ اور بموجب حکم کے اکلیس نے بھی بریسس کو حوالہ کر دیا۔ جس کا اُسے سخت رنج ہوا۔ لیکن اُس نے قسم کھائی کہ میں اور میری فوج پھر اگممنون کی طرف سے لڑائی پر نہ جائیگی۔ اِس کے کئی روز بعد اکلیس نہایت اندوہگین ہو کر سمندر کے کنارے بیٹھا ہوا اِدھر اُدھر نظر دوڑا رہا تھا کہ اُسے اپنی ماں تھیٹس (جو سمندر کی دیوی تھی) یاد آئی۔ اور اُس نے ہاتھ پھیلا کر باوازِ بلند اس سے یوں دعا کی "اے میری ماں۔ میں جانتا ہوں کہ جوانی کی موت میری قسمت میں لکھی ہے میں اُمید کرتا تھا کہ میری یہ مختصر سی زندگی عزت و آرام سے کٹ جائیگی۔ لیکن اب اگممنون نے بلاوجہ میری بے عزتی کی ہے۔ اور میری معشوقہ کو بھی مجھ سے چھین لیا ہے"۔
تھیٹس نے جو سمندر کی تہ میں اپنے باپ کے محل میں رونق افروز تھی۔ اپنے بیٹے کی پکار سُنی اور فی الفور اُس کے پاس آموجود ہوئی۔ اور اُس کے حالات سُنکر اُس کو تسلی دی۔ اور یوں کہنے لگی "اے میرے فرزند واقعی تیری

ہمیشہ کی ناموری حاصل کرو۔

اگمنون نے اس خواب پر یقین کیا۔ لیکن نہیں جانتا تھا کہ در اصل
زیوس کی غرض اس سے کیا ہے۔ کیونکہ اس کی مرضی یہ تھی کہ اہل ٹرائے
فتح پائیں اور اس کو شرمندگی اٹھانی پڑے۔ اور اس طور سے جب اہل یونان
مغلوب ہو کر پھر اکلیز کے پاس اپنی رہائی کی غرض سے جا کر منت سماجت
کرینگے تو اس کی عزت افزائی ہوگی۔ الغرض وہ اپنے بستر پر سے اٹھا اور
کپڑے پہنکر اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر باہر نکلا اور تمام سرداروں کو بلا کر
ان سے صلاح و مشورہ کرنا شروع کیا۔ اور ان سے اپنے خواب کا حال بیان
کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی ظاہر کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ پہلے اہل
لشکر کے دلوں کو آزماؤں کہ ان کا کیا خیال ہے اور اس غرض سے میں مناسب
سمجھتا ہوں کہ ان کو جمع کر کے ان کے سامنے پہلے یہ تجویز پیش کیجائے کہ
شاید ہم سب گھروں کو واپس چلے چلیں۔ لیکن اگر وہ گھر کو جانیکا
ارادہ ظاہر کریں تو افسران فوج کو چاہئے کہ ان کو روکے رکھیں۔ الغرض سب
کو بلایا گیا۔ لیکن جب گھر کو جانے کی تجویز پیش کی گئی تو لوگ ایسے خوش
ہوئے کہ فی الفور دوڑ کر جہازوں کو تیرانے کا سامان کرنے لگے۔ مگر سرداروں
نے بڑی مشکل سے ان کو اس ارادے سے باز رکھا۔ جب سب آکر بیٹھے
تو تھرسائیٹیز نامی ایک شخص نے جو سب میں سے نہایت کریہ منظر تھا ان
الفاظ میں اگمنون کو خطاب کیا کہ بھلا صاحب۔ اب اور آپ کو کیا چاہئے۔
آپکے خیمے تو سونے اور حسین لونڈیوں اور خزانوں سے معمور ہیں۔ کیا
ابھی آپ کے دل میں اور سونے کے لئے بڑی حرص باقی ہے جو اہل ٹرائے
اپنے بیٹوں کے معاوضے میں دینگے جنکو آپ یا کوئی اور بہادر ان کو پکڑ لائیگا۔
بڑے شرم کی بات ہے۔ اے یونانیو اگر تم بزدل ہو تو یہ کیونکر [illegible] میرے نزدیک
تم [illegible] مستحق نہیں ہو [illegible] ہاتھ دل پر سوار ہو [illegible] اپنے

گھروں کی راہ نہیں لیتے۔ اِس طاقتور بادشاہ کو اکیلا چھوڑ دو کہ اپنے خزانوں
کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوا کرے۔ اور آخر کار اِس بات کو دریافت کرے کہ آیا وہ ہماری
مدد کا محتاج ہے یا نہیں۔ اُس نے ہمارے سب سے بہادر جنگی آدمی اکلیس
کی بے عزتی کی ہے۔ یہ اِس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ نرمی سے پیش آیا۔ نہیں
تو یہ گستاخی ضرور اِس سے خاک چٹواتی۔

جب وہ اپنی تقریر ختم کر چکا تو فی الفور اوڈیسیس نے کھڑے ہو کر اِس کو
بادشاہ کی گستاخی کرنے کے لئے لعنت ملامت کی اور مار کر بٹھا دیا اور پھر اہل یونان
سے مخاطب ہو کر اُن کو کہا کہ اگر ہم اِس وقت بادشاہ کی اطاعت نہ کریں گے تو
ایک تو اپنی قسم سے جو اُس کی اطاعت کے لئے ہم نے لی تھی جھوٹے پڑیں گے اور
دوسرے اِس قدر عرصے کے بعد خالی ہاتھ گھر کو جانا نہایت بے عزتی کا باعث
ہوگا۔ اِس لئے بہتر یہی ہے کہ تھوڑے عرصے تک اور صبر کرو اور قسم کھاؤ کہ جب تک
یہ شہر ہمارے قبضے میں نہ آئے گا گھر کو نہیں جائیں گے۔ الغرض سب لوگ لڑائی
کے لئے راضی ہو گئے اور تیاری کے لئے اپنے اپنے خیموں کو چلے گئے۔

جب یونانی سردار اپنی اپنی فوجوں کو آراستہ کر رہے تھے تو ٹرائے کا
بوڑھا بادشاہ پریام اپنے صلاحکاروں کو لئے برج پر بیٹھا اُن کی حرکات
کو دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ہیلن بھی اپنی کنیزوں کے ہمراہ وہاں آ پہنچی۔ اُسے
دیکھ کر بوڑھے بادشاہ کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات نکلے "فی الحقیقت
اہل ٹرائے اور اہل یونان کے لئے ایسی حسین عورت کے واسطے جنگ کرنا
کچھ شرم کی بات نہیں۔ لیکن اگرچہ وہ کیسی ہی حسین کیوں نہ ہو تو بھی میرا دل
یہی چاہتا ہے کہ کاش وہ یونان کو واپس چلی جائے تاکہ ہم پر اور ہمارے
بچوں پر تباہی نہ لائے۔" لیکن جب وہ پاس آ گئی تو اُس سے کہنے لگا "پیاری
بیٹی آ۔ اور میرے پاس بیٹھ جا۔ میں تجھ پر کوئی الزام نہیں لگاتا اور نہ تجھے
اِس لڑائی کا موجب ٹھہراتا ہوں۔ کیونکہ یہ دیوتاؤں کی ہی مرضی تھی" اور یہ

پارس اور مینیلاؤس کی لڑائی

اب ہکٹور اور اوڈیسیوس نے زمین ماپی اور قرعہ ڈالا کہ کون شخص پہلے اپنے حریف پر برچھی چلاتا ہے۔ قرعہ پارس کے نام نکلا۔ دونو بہادر لڑائی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور دونو فوجیں دم بخود ہو کر ان کی لڑائی کو ملاحظہ کرنے لگیں۔ پہلے پارس نے برچھی چلائی جسے مینیلاؤس نے اپنی ڈھال پر روک لیا۔ برچھی کی انی ڈھال میں لگ کر ٹوٹ گئی اسکے بعد مینیلاؤس نے دعا مانگ کر پارس پر برچھی کا وار کیا جو اس کی ڈھال میں سے گذرتی ہوئی زرہ کو پھاڑ کر پہلو میں جا کر لگی مگر کچھ زخم نہ لگا۔ اب مینیلاؤس نے تلوار کھینچ لی اور پارس کی خود پر زور سے ایک وار کیا۔ مگر تلوار ٹوٹ کے ٹکڑے ہو گئی جس سے وہ نہایت آزردہ خاطر ہو گیا۔ اب مارے غصے کے اس نے آگے بڑھ کر پارس کو سر سے پکڑ لیا اور مروڑ کر کھینچتا ہوا یونانی فوج کی طرف لے چلا۔ خود کا تسمہ جو پارس کی ٹھوڑی کے نیچے بندھا ہوا تھا ضرور اس کا گلا گھونٹ دیتا اور مینیلاؤس فتحیاب ہو جاتا۔ لیکن افرودیتی (عشق کی دیوی) نے آکر اس تسمہ کو توڑ دیا اور اپنے پیارے کو موت کے نیچے سے چھڑا ایک بادل میں چھپا کر اڑا لے گئی اور اسے اس کے محل میں ہیلن کی گود میں لے جا کر بٹھا دیا۔ ادھر مینیلاؤس دیوانوں کی طرح ادھر ادھر پارس کو ڈھونڈتا پھرتا تھا مگر اس کا کہیں پتا نہ ملتا تھا اور کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ کیا ہوا۔ آخرکار اگممنون نے بآواز بلند کہا "اے ٹرائے والو اور ان کے مددگارو مینیلاؤس نے فتح پائی۔ اس لئے تم کو چاہئے کہ ہیلن کو معہ مال و متاع اور جرمانہ کے ہمارے حوالے کر دو" اور اس پر تمام یونانیوں نے خوشی کے نعرے مارنے شروع کر دیے۔

عہد شکنی

مگر دیوتاؤں کی یہ مرضی نہ تھی کہ لڑائی کا اس طور سے خاتمہ ہو بلکہ قرار
پاچکا تھا کہ شہر ٹرائے بیخ و بنیاد سے اکھاڑا جائے۔ چنانچہ اتھنی دیوی
ایک مشہور شہزادہ کی صورت اختیار کر کے پنڈاروس نامی ایک مشہور تیرانداز
کے پاس جو اہلِ ٹرائے کی فوج میں تھا گئی۔ اور اُس سے یوں گویا ہوئی۔

پنڈاروس۔ کیا تجھ میں یہ حوصلہ ہے کہ مینیلاؤس کا نشانہ کرے۔
یقین جانو۔ اہلِ ٹرائے تمہارے اس کام سے نہایت خوش ہوں گے۔ اور
خاصکر پارس تو بہت ہی خوش ہوگا اگر مینیلاؤس تمہارے تیر سے مارا جائے۔
اب تو اُس پر نشانہ لگا۔ مگر پہلے اپالو دیوتا سے دعا مانگ لے۔ اور نیز منّت بھی مان لے کہ اگر
تُو اس کام میں کامیاب ہو تو گھر جا کر ایک سو بیل اُس کے مندر میں چڑھائے گا۔

پنڈاروس کی کمان نہایت مضبوط اور ایک جنگلی بکرے کے سینگوں
کی تھی جو ۱۶ مشت لمبے تھے اور ایک بڑے کاریگر کے ہاتھ کی بنی ہوئی تھی۔
اب پنڈاروس نے چلّا چڑھایا اور اُس کے ہمراہیوں نے اپنی ڈھالوں
سے اُسے چھپا لیا۔ تب اُس نے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر اور چلّے
پر رکھ کر یہاں تک کھینچا کہ کمان کے دونوں گوشے مل گئے اور پھر تیر چھوڑ
دیا۔ تیر تو عین نشانہ پر پہنچا مگر خدا کی یہ مرضی نہ تھی کہ مینیلاؤس مارا جائے۔
اس لئے تیر کمربند پر جا کر بیٹھا۔ اور زرہ بکتر کو پھاڑتے ہوئے جسم کو جا چھیدا۔
اور زخم سے خون بہنے لگ گیا۔

یہ حال دیکھ کر اگمنون نہایت ہراسان ہو گیا۔ اور مینیلاؤس بھی اِس
ناگہانی بلا سے کچھ اوسان باختہ سا ہو گیا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ زخم
بہت گہرا نہیں ہے۔ تو اُس کی جان میں جان آئی۔ مگر اگمنون نے یوں

کہنا شروع کیا +

میرے پیارے بھائی۔ وہ بُری گھڑی تھی جب کہ میں نے ان بدمعاش اہل ٹرائے سے عہد و پیمان کیا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ ہماری قسم اور قربانی بے فائدہ نہوگی۔ اور ٹرائے ضرور برباد ہوگا۔ مگر اے مینیلاؤس اگر تو مرگیا تو مجھ پر وا ویلا ہے۔ کیونکہ یہ دیکھ کر اہل یونان سفر الفورا اپنے اپنے گھروں کو جانے پر آمادہ ہو جائینگے۔ اور ہیلن ٹرائے والوں کا فخر بڑھانے کیلئے یہیں چھوٹ جائیگی۔ اور میرے لئے مارے شرم کے ڈوب مرنے کا مقام ہوگا جب کہ اہل ٹرائے تیری قبر پر کود کر کہینگے "خوب اگممنون نے اچھا انتقام لیا۔ اتنی بڑی فوجیں لے کر تو آیا مگر مینیلاؤس کو یہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ کاش کہ میں اس گھڑی سے پہلے مرچکا ہوتا" +

مگر مینیلاؤس نے جواب دیا "نہیں بھائی کچھ خوف نہ کرو۔ تیر نے فقط میرے چمڑے کو چھیل دیا ہے۔ اور زخم گہرا نہیں ہے۔ تب اگممنون نے جرّاح کے بُلائے جانے کا حکم دیا۔ جس نے تیر نکال کر اُس پر مرہم لگایا۔ اور پھر اپنی گاڑی پر سوار ہوکر اور لشکر میں جاکر تمام سپہ سالاروں کو لڑائی کی تیاری کرنے کا حکم دیا +

اب یونانی فوج سمندر کی طرح موجیں مارتی ہوئی آگے بڑھی اور اہل ٹرائے پر حملہ آور ہوئی۔ نامور بہادروں نے ٹھیک داد مردانگی دینی شروع کی۔ اور کئی ایک نامی پہلوان اور شاہزادے دونوں جانب سے کام آئے۔ جہاں ایک بہادر گرتا تھا۔ اُس کا حریف کوشش کرتا تھا کہ اُس کی لاش کو کھینچ کر اپنے لشکر میں لے جائے تاکہ اُسکی زرہ اور اسلاح اُتار کر ہمیشہ بطور یادگار کے اپنے پاس رکھے مگر اُس کے طرفدار اس امر کو سخت شرم کا باعث سمجھتے تھے۔ اور اُسی لاش پر سیکڑوں ہزاروں بہادروں کا کام تمام ہوجاتا تھا۔ یونانی فوج ایسے جوش و خروش میں تھی کہ آخرکار ٹرائے

والے بھاگ نکلے۔ مگر اپولو دیوتا نے آکر اُن کا حوصلہ بڑھایا اور بلند آواز سے یُوں پکارا۔

"اے ٹرائے کے بہادرو۔ لڑو۔ یونانیوں سے مت ڈرو۔ اُن کا بدن لوہے کا نہیں نہ اُن کی نسیں تار کی ہیں کہ فولاد اُن پر اثر نہیں کر سکتا۔ یاد رکھو۔ اکلیس اُن کی جانب سے میدان میں نہیں آتا بلکہ مارے غضب کے اپنے ہی جہاز میں بیٹھا وقت کاٹ رہا ہے"۔

اُس دن یونانیوں کے ایک بہادر ڈایومیڈیس نامی نے شجاعت کے بڑے بڑے جوہر دکھائے۔ وہ بیل مست کی طرح جدھر جھک جاتا تھا کشتوں کے پشتے لگا دیتا تھا اور کسی کو یہ یارا نہ تھا کہ اُس کے سامنے آئے۔ دشمن کے بڑے بڑے نامی بہادر اُس کے نیزہ سے خاک میں مل گئے۔ یہانتک کہ زہرہ بھی جو ایک پہلوان کی رکشا چلاتی ہوئی اُس کے مقابل میں آئی زخم کھا کر اُس کے آگے سے بھاگ گئی۔

یہ حال دیکھ کر ہیلینوس نے جو اہل ٹرائے میں غیب دان مشہور تھا۔ ہیکٹور کو صلاح دی کہ فی الفور شہر میں جاؤ اور اپنی ماں اور دیگر معزز خاتونوں سے کہو کہ اتھنی کے مندر میں جا کر نذریں چڑھائیں اور دُعائیں مانگیں کہ یہ بلا ٹرائے کے سر سے چلی جائے۔ جب ہیکٹور دروازہ کے اندر داخل ہوا تو شہر کی تمام معزز خاتونیں اُس سے ملنے اور اپنے متعلقین کا حال دریافت کرنے کے لئے اُس کے استقبال کو نکل آئیں۔ اُسکی ماں شراب کا پیالہ لیکر اُس کے پاس آئی مگر اُس نے پینے سے انکار کیا۔ اور اُس نے درخواست کی کہ فی الفور اتھنی کے مندر میں جا کر نذریں گزرانیں۔ یہاں سے وُہ پارس کے مکان پر گیا اور بڑے غصے سے اُس کو لعنت ملامت کی کہ کیسو لوگ تو باہر تیری خاطر مرتے ہیں اور تو یہاں بیٹھا مزے اُڑا رہا ہے۔ پارس نے جواب دیا۔ بھائی۔ مارے شرم کے باہر منہ دکھانے کو میرا دل

نہ چاہتا تھا۔ مگر اب میں اسلحہ پہنکر ابھی ابھی آپ کے ہمراہ چلتا ہوں +

اس کے بعد وہ اپنی پیاری بیوی انڈرا ملکی کیطرف گیا مگر اُسے گھر میں نہ پاکر ڈھونڈھتا ہوا ایک اونچے برج پر اُسے جا ملا۔ جہاں وہ اپنے چھوٹے فرزند کے ہمراہ لڑائی کو دیکھنے کے لئے چڑھ گئی تھی۔ انڈرا ملکی اُسے دیکھتے ہی بیتحاشہ گریاں اُس سے بغلگیر ہوئی اور کہنے لگی۔

"میرے بہادر۔ تیری بہادری تیری جان لے کر رہیگی۔ تجھے اپنے پیارے بیٹے پر کچھ ترس نہیں آتا۔ نہ مجھ پر جو بہت جلد بیوہ ہونے والی ہوں۔ کیونکہ یقیناً یونانی تجھے گھیر کر قتل کر ڈالینگے۔ لیکن تجھ سے جدا میرے مرنا ہی سب سے بہتر ہے۔ پھر کون سی چیز ہے جو مجھے تسلی دیگی اور ہمیشہ کے غم و رنج کے سوا کون میرا رفیق ہوگا۔ میرے ماں باپ بھی نہیں کیونکہ میرا باپ تو پہلے ہی اکلیس کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ میرے سات بھائی تھے وہ بھی سب کے سب ایک ہی دن میں اُسی کے ہاتھوں مارے گئے میری ماں کو اُس نے رہا کر دیا مگر وہ غم کے مارے مر گئی۔ اب ہیکٹور۔ تو ہی میرا سب کچھ ہے۔ ماں۔ باپ بھائی اور خاوند جو ہے سو تو ہی ہے۔ مجھپر رحم کھاؤ یہیں بیٹھا رہ۔ اور یہیں سے اپنے لشکر کا انتظام اور قلعہ کی حفاظت کر" یہ کہکر وہ زار زار رونے لگی +

مگر ہیکٹور نے اُسے جواب میں کہا "میری پیاری مجھے بھی ان سب باتوں کا خیال ہے اور غم سے میرا سینہ پاش پاش ہے لیکن اگر میں بزدلوں کی طرح یہاں بیٹھا رہوں اور لڑائی سے جی چراؤں تو ٹرائے کے بہادروں اور خاتونوں کو کیا منہ دکھاؤنگا۔ علاوہ بریں میں کس طرح بیٹھا رہ سکتا ہوں جب کہ بچپن سے معرکہ آرائی اور جنگ آوری کا سبق سیکھ چکا ہوں۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بزدلی سے باپ کے نام کو داغ لگاؤں۔ یہ تو میں بخوبی جانتا ہوں کہ وہ دن جلد آنے والا ہے کہ

ٹرائے خاک سے مل جائیگا اور پریام اور اُس کے فرزند ہلاک کئے جائینگے۔ مگر یہ سب باتیں مجھے اسقدر تلخ نہیں معلوم ہوتیں جیسے یہ خیال کہ ایک دن تو بھی گرفتار ہوکر اہل یونان کے ہاتھ میں پڑ جائیگی اور وہ تجھے لونڈی بنا کر لے جائینگے۔ اور گذشتہ شان وشوکت اور موجودہ مصائب کو دیکھ کر تیری زندگی تلخ ہوگی۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ دن آئے میں مر چکونگا۔ اور زمین کے نیچے دفن ہونگا۔" یہ کہکر ہکٹور نے بچے کو گود میں لینے کیلئے ہاتھ بڑھایا مگر وہ اُس کی خود کو دیکھکر ڈر گیا۔ تب وہ دونوں مسکرانے لگے۔ پھر ہکٹور نے خود کو اُتار کر نیچے رکھ دیا اور بچہ کو گود میں لے کر دُعا کی کہ کاش کہ یہ لڑکا اپنے باپ جیسا بہادر ہو اور اپنے باپ کا نام روشن کرے اور ماں کے دل کی ٹھنڈک ہو۔

ہکٹور اور اجاکس کی لڑائی

اب ہکٹور اپنے بھائی پارس کے ہمراہ پھر میدان جنگ کو واپس آیا۔ اور دم کے دم میں بہت سے بہادروں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ مگر عالمگیر کشت و خون کو دیکھ کر یکایک اُس کے دل میں دیوتاؤں نے یہ ڈالا۔ کہ لڑائی کو بند کر کے یونانیوں سے درخواست کرے کہ کسی بہادر کو اُس کے ساتھ لڑنے کو بھیجیں۔ چنانچہ اُس نے بلند آواز سے یوں پکار کر کہا۔

"اے اہلِ یونان و اہلِ ٹرائے۔ یہ دیوتاؤں کی مرضی نہ تھی کہ صلح قائم رہے۔ لیکن میں اب درخواست کرتا ہوں کہ یونان کے بہادروں میں سے کوئی جو لڑائی کا حوصلہ رکھتا ہے میرے مقابلے میں آئے۔ اگر وہ غالب آئے تو وہ میری زرہ کو بیشک لے مگر میری نعش کو میرے اقربا کے حوالے کر دے اور اگر میں غالب آؤں تو میں اُس کی زرہ کو اپولو کے مندر میں لٹکا دوں گا۔ اور اُس کے جسم کو تمہارے حوالہ کر دوں گا تاکہ تم اُسے گاڑ کر اُس کے اوپر پتھروں کا بڑا ڈھیر لگا دو۔ اور آئندہ کو جب کبھی کوئی شخص اُس کی قبر کو دیکھیگا تو کہے گا کہ یہاں وہ شخص گڑا ہے جسے ہکٹور نے قتل کیا تھا۔ اور اس طور پر میرا نام ہمیشہ مشہور رہیگا۔"

یونانی اس امر پر راضی ہو گئے۔ مگر مارے خوف کے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ہکٹور کے مقابلے کو نکلے۔ کیونکہ وہ ایسا بہادر تھا کہ خود اکلیس بھی اُس کے مقابلے سے ہچکچاتا تھا۔ آخر بزرگوں کی لعنت ملامت کرنے اور شرم دلانے سے کئی ایک بہادر مقابلے پر آمادہ ہوئے۔ اور قرعہ ڈالنے پر قرعہ اجاکس نامی ایک مشہور بہادر کے نام نکلا۔ اور دونوں بہادر ایک دوسرے کے مقابلے پر کھڑے ہو کر لن ترانیاں کرنے لگے۔

اب لڑائی شروع ہوئی۔ ہکٹور کا برچھا اجاکس کی ڈھال میں اٹک گیا۔ مگر اجاکس کا برچھا ڈھال کو چیرتا ہوا بکتر کو توڑ گیا۔ مگر زخم نہ لگا۔ اس کے بعد انہوں نے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر ایک دوسرے پر پھینکنے شروع کئے۔ مگر کوئی زخمی نہ ہوا۔ فقط ہکٹور کی گردن پر ذرا سا خراش آ گیا۔ ابھی لڑائی جاری ہی تھی کہ شام ہو گئی اس لئے لڑائی ملتوی کی گئی۔ ہکٹور نے جاتے وقت اجاکس کی دلیری کی بہت تعریف کی اور کہا کہ "خیر اگر موقعہ ہوا تو ہم پھر کبھی اس لڑائی کو ختم کریں گے۔ مگر آؤ اس وقت ہم دوستوں کی طرح جدا ہوں اور ایک دوسرے کو تحفے دیں تا کہ لوگ ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہکٹور اور اجاکس نہایت دلیری سے ایک دوسرے سے لڑے اور پھر دوستوں کی طرح جدا ہوئے"۔ ہکٹور نے ایک تلوار اجاکس کی نذر کی اور اجاکس نے ایک جڑاؤ کمربند اس کے حوالہ کیا۔ اور دونوں اپنے اپنے لشکر میں چلے گئے +

دوسرے دن اہل ٹرائے نے شاہ اگممنون کے پاس ایک قاصد کی زبانی یہ کہلا بھیجا کہ "پریام اور اہل ٹرائے کا یہ پیغام ہے کہ پارس تمام مال و دولت جو ہیلن اپنے ہمراہ لائی تھی حوالہ کرنے کو تیار ہے اور اسکے سوائے اور بھی بہت کچھ اپنی طرف سے دے گا۔ فقط ہیلن کو حوالہ نہ کریگا۔ لیکن اگر یہ بات تمہیں پسند نہ ہو تو کچھ دیر کے واسطے لڑائی بند کرو تا کہ ہم مُردے گاڑ لیں"۔ اس کے جواب میں ڈایومیڈیز بول اٹھا "ہرگز نہیں۔ اب تو اگر تم ہیلن کو دے کر بھی صلح کرنی چاہو تو نہیں کرینگے کیونکہ کون ایسا بیوقوف ہے جو یہ نہیں سمجھ سکتا کہ ٹرائے کا انجام قریب ہے"۔ قاصد واپس چلا گیا اور دوسرا دن دونوں فوجوں نے اپنے مُردوں کو جلانے میں صرف کیا۔ اسی اثنا میں اہل یونان نے اپنے جہازوں کے گرد اگرد ساحل پر ایک بڑی دیوار اور خندق کے ذریعے سے مضبوط مورچہ بندی کر لی۔ اور رات بھر

دونوں لشکر عیش و عشرت مناتے رہے۔

یولیسس اور دائیومیڈ کے کارنامے

دوسرے دن پھر لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ دونوں طرف کے بہادروں نے بڑھ بڑھ کر دادِ مردانگی دینی شروع کی۔ دیر تک کسی جانب کا پلّہ بھاری معلوم نہ ہوتا تھا۔ مگر دوپہر کے وقت زیوس دیوتا نے یونانیوں کے دلوں میں ایسا خوف ڈالا کہ انہوں نے بھاگنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ بوڑھا نسطور ہکٹور کے ہاتھ سے مارا جائے۔ لیکن دائیومیڈ اُس کی مدد کو پہنچا اور اپنی گاڑی پر بٹھا کر لے بھاگا۔ ہکٹور نے بہتیرا پیچھے سے اُسے طعنے مارے اور پکار پکار کر کہا کہ ہاں ری لونڈیا بھاگ جا۔ ہاں بزدلے بھاگ جا۔ کیا تو ہی ہے جو ہماری دیواروں پر چڑھ کر ہماری لڑکیوں کو اپنے ہاں لیجانے کا تھا۔ لیکن دائیومیڈ پر کچھ ایسا ڈر سوار ہوا تھا کہ وہ ٹھہر نہ سکا۔ ہکٹور برابر تعاقب کئے گیا اور وہ ضرور یونانیوں کی فصیل پر قابض ہو کر اُن کے جہازوں کو جلا دیتا۔ اگر شاہ اگممنون زیوس سے بآوازِ بلند دُعا کر کے اس سے نشان نہ مانگتا۔ چنانچہ اُسی وقت ایک عقاب نظر آیا۔ جس کے پنجوں میں ایک چھوٹا سا ہرن کا بچہ تھا۔ مگر یہ اُسی وقت اُسکے پنجوں سے چھوٹ کر یونانی لشکر میں گر پڑا۔ اس نشان کو دیکھ کر یونانیوں کے حوصلے پھر تازہ ہو گئے۔ اور اُنہوں نے پھر کر اپنا تعاقب کرنے والوں کا سامنا کیا اور کئی ایک بہادروں نے سپہ گری کے جوہر دکھلائے لیکن تو بھی یونانی لڑائی میں کھڑے نہ رہ سکے اور اگر شام نہ ہو جاتی تو وہ ضرور شکست فاش کھاتے۔

اہل ٹرائے کے حوصلے ایسے بڑھ گئے تھے کہ اُنہوں نے رات کو گھر وا پس جانا مناسب نہ سمجھا بلکہ وہیں میدان میں پڑے رہے تاکہ صبح سویرے اُٹھ کر اہل یونان کا خاتمہ کر دیں۔ اُس رات کو شاہ اگممنون نے عام

افسرانِ فوج کو جمع کر کے صلاح و مشورہ کرنا شروع کیا۔ پہلے یہ صلاح دی کہ بہتر ہے کہ ہم اپنے اپنے گھروں کو بھاگ چلیں کیونکہ ٹرائے کو فتح کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ مگر دالیومید نے کھڑے ہو کر اس بات کی مخالفت کی بلکہ یہاں تک کہا کہ اگر تم سب چلے بھی جاؤ تو بھی مَیں یہاں سے نہ ہلونگا جب تک کہ ٹرائے کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ہم دیوتاؤں کی رضا سے یہاں آئے تھے۔ اور تمام سرداروں نے بھی اُس کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور دیواروں کی حفاظت کے واسطے سرداروں کو مقرر کر دیا۔ اِس کے بعد نستور نے اگممنون کو صلاح دی کہ جس طرح ہو سکے۔ اکلیس سے صلح کر لینی مناسب ہے۔ اِس لئے اُنہوں نے فینکس کو جو کسی زمانے میں اکلیس کا اُستاد رہ چکا تھا اجاکس اور یولسس کے ہمراہ اِس کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا اگر اکلیس اپنے غصّہ و غصّے سے باز آجائے۔ تو اگممنون بہت سا مال و دولت اور گھوڑے اور لونڈیاں اور کریسائس جو اِس سارے فساد کا باعث تھی۔ اُسی وقت اُس کی نذر کر دیگا۔ اور گھر پہنچ کر اپنی ایک لڑکی بھی اُسے بیاہ دیگا۔ مگر اکلیس نے اُن کی درخواست کو قبول نہ کیا اور نہ اپنے غصّے کو چھوڑا۔ کیونکہ دیوتاؤں کی یہی مرضی تھی کہ یونانیوں پر آفت آئے۔ ناچار تینوں مایوس ہو کر واپس چلے آئے جس سے اگممنون کو نہایت افسوس ہؤا۔

اگممنون نے پھر بہت سے سرداروں کو جمع کر کے صلاح و مشورہ شروع کیا۔ اتنے میں نستور نے اُٹھ کر کہا "کیا ہمارے درمیان کوئی ایسا بہادر ہے جو اس وقت جا کر اہلِ ٹرائے کی جاسوسی کرے اور معلوم کرے کہ اب اُن کا کیا ارادہ ہے۔ وہ شخص بڑی عزت اور انعام کا سزاوار ہوگا"۔ تب دالیومید نے اُٹھ کر کہا "مَیں جانے کو تیار ہوں۔ لیکن چاہتا ہوں کہ کوئی دوسرا میرے ساتھ چلے"۔ اس پر کئی ایک بہادر کھڑے ہوگئے مگر دالیومید نے

اُن میں سے یولیسس کو چُن لیا کیونکہ وہ بڑا دلیر اور ہوشمند آدمی تھا۔ چنانچہ یہ دونوں آدمی مسلح ہو کر لشکر ٹرائے کی طرف روانہ ہوئے +

اُدھر ہکٹور بھی اسی سوچ میں تھا اور اُس نے سرداروں کی مجلس جمع کر کے دریافت کیا کہ کون شخص ہے جو اِس وقت یونانیوں کے لشکر میں جا کر یہ معلوم کرے کہ اُن کے کیا ارادے ہیں اور اُن کی فوج کے چوکی پہرے کا کیا حال ہے۔ اس پر ڈولن نامی ایک شخص جو نہایت تیز رفتار تھا۔ جانے پر راضی ہؤا۔ مگر اس شرط پر کہ جب اکلیس مارا جائے تو اُس کے گھوڑوں اور گاڑی کا وہ حقدار ہو گا۔ ہکٹور نے اس شرط کو بخوشی منظور کیا +

ڈولن سے فی الفور مسلح ہو کر روانہ ہؤا۔ لیکن بدقسمتی سے راستے میں یولیسس اور ڈایومید سے دوچار ہو گیا۔ جنہوں نے اُسے پکڑ کر اُس کی زبان سے لشکر کا حال کل دریافت کر لیا اور پھر اُسے قتل کر دیا۔ اور اُس کے کپڑے اور اسلحہ اُتار کر ایک درخت پر لٹکا دئے اور آگے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے وہ تھریس کے لوگوں میں جا پہنچے جو ابھی رات کو اہل ٹرائے کی مدد کے واسطے آ پہنچے تھے۔ لوگ بےخبر سو رہے تھے اور اُن کے اسلحہ اور گھوڑے اُن کے پاس تھے ان کے درمیان اُن کا بادشاہ سویا ہؤا تھا اور اُس کے مشہور گھوڑے اُس کی رتھ کے پاس بندھے ہوئے موجود تھے۔ اب جیسے شیر ایک گلہ پر جا پڑتا ہے۔ ڈایومید نے اُن لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ اور یولیسس اُن کی لاشوں کو کھینچ کر رستے سے ہٹاتا جاتا تھا۔ اِس طور سے اُس نے بارہ جوانوں کو مار ڈالا اور تیرھواں اُن کا بادشاہ تھا۔ جس پر اُس نے ہاتھ صاف کیا۔ اور وہ اوروں کو بھی قتل کرتا۔ لیکن اتنے میں یولیسس نے گھوڑوں کو لشکر میں سے باہر نکال لیا اور ڈایومید کو بلا کر دونوں پچھلے پاؤں پھرے۔ ابھی وہ نکلے ہی تھے کہ لشکر کے بعض آدمی جاگ پڑے اور گھوڑوں کی جگہ خالی اور اپنے ہمراہیوں کو مقتول دیکھ کر

شور مچا دیا۔ لیکن دائیومید اور یولسس موقع پا کر بہت دُور نکل گئے تھے اور صحیح سلامت اپنے گھر جا پہنچے ۔

فصیل کی لڑائی

دوسرے دن پھر دونوں لشکر جنگ کے لئے آراستہ ہوئے اور لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابلے پر جمی رہیں۔ لیکن جب دوپہر کا وقت قریب آیا تو یونانیوں نے اہل ٹرائے کو پسپا کر دیا۔ اُس روز تمام سرداروں میں سے شاہ اگممنون نے سپہ گری کے سب سے بڑھ کر جوہر دکھائے۔ اور دشمن کے بہت سے بہادروں کو خاک میں ملا دیا۔ اُس وقت خود ہکٹور بھی اُس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا۔ کیونکہ زیوس دیوتا نے اُسے کہلا بھیجا تھا کہ جب تک شاہ اگممنون زخمی نہ ہو جائے اُس کے مقابل ہونے کا حوصلہ نہ کرنا۔ اور یہ موقع اُسے تھوڑے ہی عرصے کے بعد مل گیا۔ کیونکہ جب بادشاہ ایک پہلوان کو قتل کر رہا تھا تو اُس کے بھائی نے نہایت غضبناک ہو کر ایسے زور سے برچھا پھینکا کہ بادشاہ کی کلائی پر سخت زخم آیا۔ تاہم بادشاہ نے اُس شخص کو مار ڈالا اور کچھ عرصے تک جب تک زخم گرم تھا۔ شیر ببر کی طرح میدان جنگ میں گرجتا رہا۔ لیکن جب زخم ٹھنڈا ہو گیا تو سخت درد محسوس ہونے لگی اور ناچار گاڑی پر بیٹھ کر اپنے خیمہ کو واپس چلا گیا۔ اُس کا میدان چھوڑنا تھا کہ اہل ٹرائے کے حوصلے بہت بڑھ گئے دائیومید اور یولسس رات کا تھکان اُتارنے کے بعد ابھی میدان جنگ میں آئے تھے کہ ہکٹور اُن کے مقابلے کو بڑھا۔ دائیومید نے ہکٹور کی خود پر برچھی کا ایسا وار کیا کہ اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اور وہ مجبور ہو کر پیچھے ہٹ گیا لیکن اتنے میں پارس نے ایسا تاک کر تیر چلایا کہ اُس کے دائیں پاؤں میں لگا۔ اور وہ زخمی ہو کر مجبوراً

اپنے خیمے کو واپس چلا گیا۔ اب یولسس میدان جنگ میں اکیلا رہ گیا اور بڑی دلیری سے دشمن کے مقابلہ پر جما رہا اور پانچ مشہور سرداروں کو مار ڈالا۔ لیکن آخر یہ بھی زخمی ہو گیا اور اگر اجاکس اس کی مدد کو نہ پہنچتا تو مارا جاتا۔ اتنے میں پارس نے ایک اور بہادر سردار مخاؤن کو جو طبیب بھی تھا۔ زخمی کر دیا۔ الغرض جب بہت سے سردار زخمی ہو گئے تو یونانیوں نے پیٹھ پھیری اور بھاگ نکلے اور اہل ٹرائے نے اُن کا سختی سے تعاقب کیا۔ اِدھر اکلیس اپنے جہاز پر کھڑا لڑائی کا ملاحظہ کر رہا تھا اور جب اُس نے ایک ایک سردار کو زخمی ہو کر میدان سے پھرتے اور یونانیوں کو پیٹھ پھیرتے دیکھا تو وہ اپنے دوست پیٹراکلوس سے یوں مخاطب ہوا "میرا خیال ہے کہ اب یونانی بہت جلد آکر ضرور میرے پاؤں پر گر پڑینگے کیونکہ اُن کی حالت نہایت افسوسناک ہے۔ لیکن پیٹراکلوس ذرا جلدی جاؤ تو۔ اور دیکھو تو کہ وہ زخمی سردار جسے نسطور اپنی گاڑی میں لئے جاتا ہے کون ہے میں نے فقط اُس کی پیٹھ دیکھی تھی جس سے مجھے خیال گذرتا ہے کہ وہ مخاؤن طبیب ہے لیکن گھوڑے ایسے تیز جا رہے تھے کہ میں اُس کی صورت کو اچھی طرح نہ دیکھ سکا"

پیٹراکلوس فی الفور دوڑ کر نسطور کے خیمہ کی طرف گیا۔ جہاں اُس نے دیکھا کہ یہ بوڑھا بہادر جَو کی روٹی بکری کے دودھ اور پیاز کے ساتھ بڑے مزے سے کھا رہا ہے۔ اور مخاؤن اُس کے پاس بیٹھا ہوا زخم دھلوا رہا ہے۔ پیٹراکلوس یہ دیکھتے ہی پیچھے پھرنے کو تھا کہ نسطور نے اُسے ٹھیرا لیا اور کہنے لگا۔

"بھلا اکلیس کو یونانیوں کی کیا پروا ہے خواہ وہ مریں خواہ جئیں۔ اُسے کیا غرض پڑی ہے۔ لیکن اے پیٹراکلوس۔ تجھے وہ دن یاد ہے۔ جب میں اور یولسس تمہیں لینے کو تمہارے گھر گئے تھے۔ تو اکلیس کو

اُس کے باپ نے یہ کہا تھا کہ تم ہمیشہ لشکر کے آگے آگے رہنا۔ لیکن ہمارے باپ نے تمہیں یوں ہدایت کی تھی۔ کہ اکلیس تو تم سے زیادہ شریف خاندان کا ہے اور تم سے زیادہ مضبوط بھی ہے۔ لیکن تم عمر میں اُس سے بڑے ہو۔ اس لئے جب کبھی ضرورت پڑے تو اُسے نیک صلاح دیتے رہنا۔ لیکن تم تو ان باتوں کو بالکل بھول گئے ہو۔ اب میری بات پر کان دھرو۔ شاید اکلیس لڑائی کو جانے پر رضامند نہ ہو۔ لیکن اگر تم کو اپنی فوج کے ہمراہ بھیج دے اور تم اُس کے اسلحہ اور زرہ پہنے ہوئے ہو تو اہل ٹرائے یہ خیال کر کے کہ اکلیس خود میدان میں ہے ضرور ڈر جائینگے اور ہمیں دم لینے کا موقعہ ملے گا۔"

پیٹراکلوس یہ سُن کر اکلیس کے پاس واپس چلا آیا۔ اس اثنا میں اہل ٹرائے اور اہل یونان کے درمیان خندق کے اوپر ہاتھوں ہاتھ تلوار چل رہی تھی۔ اور ہنگامہ کارزار گرم تھا۔ اہل ٹرائے یہ دیکھ کر گاڑیوں سمیت خندق سے عبور کرنا ناممکن ہے۔ گاڑیوں سے اتر پڑے اور اپنے لشکر کو پانچ دستوں میں تقسیم کر کے یونانیوں کو چار طرفوں سے دبانا شروع کیا۔ بہت سی کشمکش کے بعد فصیلیں اور پھاٹک لوٹ گئے اور یونانیوں کو بھاگتے ہی بنی

اتنے میں آسمان میں ایک عجیب نشان دکھائی دیا کہ ایک عقاب ایک بڑا سانپ اپنے پنجوں میں لئے اُڑ رہا ہے۔ لیکن سانپ نے اپنی جان بچانے کے لئے سخت لڑائی کی اور آخر کار عقاب کے سینے میں کاٹ کھایا۔ جس پر اُس نے اُسے چھوڑ دیا اور وہ لشکر کے درمیان زمین پر آ گرا۔ تب ہکٹور کے ایک دانا صلاح کار نے اُسے یہ صلاح دی کہ یہ بہتر ہو گا کہ ہم یونانیوں کا تعاقب جہازوں تک نہ کریں کیونکہ میں اس واقعہ کو جو ابھی ہمارے سامنے گذرا ہے بطور شگون کے سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جیسے اس عقاب نے

سانپ کو بیچوں سے پکڑا لیکن اپنے گھونسلے میں نہ لیجا سکا۔ ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔ ہم نے بھی یونانیوں کو اُن کے جہازوں میں بھگا دیا ہے لیکن ان کو ٹھیک نہ کر سکینگے بلکہ خستہ و پریشان بہت سے ہمراہیوں کو مُردہ چھوڑ کر واپس آئینگے ۔

لیکن ہکٹر نے چیں بجبیں ہو کر جواب دیا "تیری مشورت بُری ہے۔ کیونکہ اگر تو یہ بات دل سے کہتا ہے تو یقیناً دیوتاؤں نے تیری دانائی کو حماقت میں بدل دیا ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں گرجنے والے زیوس دیوتا کے حکم کو بھول جاؤں اور جانوروں کی اُڑان کا خیال کرنے لگوں۔ وہ جدھر جاہیں اُڑا کریں۔ لیکن یقیناً ایک دلیر آدمی کے واسطے ایک ہی نشان کافی ہے کہ وہ اپنے زاد بوم کے لئے لڑ رہا ہے اسلئے خبردار رہو۔ اگر تُو لڑائی سے باز رہیگا یا اوروں کو روکے گا تو میں اپنی برچھی سے تیرا کام تمام کر دونگا۔"

یہ کہکر ہکٹور آگے بڑھا اور اُس کا لشکر نعرے مارتا ہوا اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اور اُس وقت زیوس دیوتا نے کوہ آئیڈا سے آندھی کا ایسا طوفان بھیجا جو عین جہازوں کے رُخ چل رہا تھا۔ جس سے یونانیوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ تب اہل ٹرائے نے دیواروں کے مورچوں اور برجوں کو توڑ تاڑ کے پھینکنا چاہا۔ مگر یونانی بھی جان توڑ توڑ کر لڑے۔ بہادروں نے بڑے بڑے کارنمایاں دکھائے اور سیکڑوں آدمی وہیں مر مٹے۔ آخر کار ہکٹور نے ایک بڑا پتھر لے کر جسے دو آدمی مشکل سے اُٹھا سکیں پھاٹک پر پھینکا۔ اور وہ چُور چُور ہو کر گر گیا۔ اب تو راستہ صاف ہو گیا اور فوج ٹرائے جوق جوق اندر گھس گئی اور یونانی سر پہ پاؤں رکھ کر جہازوں کی طرف بھاگے تو بھی بعض بہادروں نے کہیں کہیں ٹھہر ٹھہر کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہا۔ لیکن ٹرائے والوں کے خوفناک حملہ کے آگے قدم جمانا مشکل تھا اور آخر

جہازوں پر جا کر دم لیا۔ اہل ٹرائے بھی اُن کے پیچھے پیچھے تھے۔ اب ہکٹور نے باآواز بلند لوگوں کو مشعل لانے کا حکم دیا تاکہ جہازوں کو آگ لگا دے لیکن بہت دیر تک اجاکس ایک بڑا لمبا بانس ہاتھ میں لئے ہوئے ایک جہاز کے پتوار پر کھڑا ٹرائے والوں کو روکتا رہا +

ادھر پیٹرا کلوس جب اکلیس کے پاس واپس گیا تو کچھ دیر تک خاموش رہا لیکن دفعتہً جب اُس کی نظر جہازوں پر پڑی تو دھوئیں کا ایک بڑا بادل آسمان کی طرف اُٹھتا دیکھا۔ تو سمجھ گیا کہ ہکٹور جہازوں کے جلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اب تو اس سے نہ رہا گیا اور اُس نے اکلیس کی منت سماجت کی۔ مگر اکلیس نے ایک نہ مانی۔ لیکن جب پیٹرا کلوس نے اُس کو بہت ہی مجبور کیا تو آخرکار اُس نے اُسے اجازت دی کہ جا کر اپنے ہموطنوں کی مدد کرے اور اُسکو اپنی زرہ اور اسلحہ اور اپنی فوج حوالہ کر دی۔ لیکن ساتھ ہی سخت تاکید کی کہ وہ فقط جہازوں کو بچا کر اور دشمن کو خیمہ گاہ میں سے باہر نکال کر گھر کو واپس چلا آئے۔ اور اہل ٹرائے کے ساتھ کھلے میدان میں ہرگز جنگ نہ کرے +

یہ نہایت نازک وقت تھا۔ اجاکس لڑتے لڑتے بالکل تھک گیا تھا اور زیادہ دیر تک کھڑا نہ رہ سکتا تھا۔ ایک جہاز میں پہلے ہی آگ بھڑک اُٹھی تھی۔ اور شعلے آسمان کو اُٹھ رہے تھے کہ اتنے میں پیٹرا کلوس اکلیس کی مشہور زرہ پہنے ہوئے سورج کی مانند چمکتا ہوا اپنی تازہ دم فوج کے ساتھ آموجود ہوا اور دم کے دم میں جیسے ہوا پہاڑ پر سے بادلوں کو اُڑا لے جاتی ہے۔ میدان کو دشمن سے صاف کر دیا۔ اہل ٹرائے دہشت ناک ہو کر نہ بھاگے بلکہ دلیرانہ لڑتے رہے اور اُس وقت بہت سے بہادر سپہگری کے جوہر دکھا کر مارے گئے۔ پیٹرا کلوس سیدھا ہکٹور کی طرف گیا۔ لیکن ہکٹور اُس تک نہ پہنچ سکا تو بھی اس کا راستہ کشتوں سے پٹا ہوا نظر آتا تھا۔ سرپیڈن جو زیوس دیوتا کا

فرزند تھا۔ پیٹرآکلوس کے مقابلہ کو آگے بڑھا اور نہایت خوفناک معرکہ ہوا۔
سرپیڈن نے اکلیس کے رتھ کے گھوڑے کو مار ڈالا۔ لیکن جب دوسرا برچھا
پھینک رہا تھا تو پیٹرآکلوس نے دل کے نیچے ایسا نیزہ لگایا کہ وہ زمین پر
گر گیا۔ اب اسکی لاش پر لڑائی شروع ہوئی اور دونوں جانب سے بڑے بڑے
بہادر آ جمع ہوئے۔ جو ضربیں خودوں اور ڈھالوں پر پڑ رہی تھیں اُن کی
آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ لکڑہارے کلہاڑے لئے ہوئے جنگل کو کاٹ رہے
ہیں اور سرپیڈن کی لاش خاک و خون اور ٹوٹے ہتھیاروں سے اور مُردوں
کے پشتوں سے بالکل ڈھک گئی۔ جنگی پہلوان اسکے گرداگرد اس طرح جمع تھے
جیسے موسم بہار میں دودھ کے گرد مکھیاں جمع ہو جاتی ہیں اور اوپر آسمان
میں زیوس دیوتا (جو سب دیوتاؤں کا باپ کہلاتا ہے) اپنے فرزند کی موت
پر ماتم کرتا اور اُس کے قاتل پیٹرآکلوس کے خلاف بدی کے منصوبے باندھ
رہا تھا ٭

پیٹرا کلوس کی موت

مگر زیوس دیوتا کی یہی مرضی تھی کہ اہل ٹرائے پسپا ہوں اور اس لئے اُس نے اُن کے درمیان گھبراہٹ ڈال دی۔ لیکن ساتھ ہی اُس نے اپالو (سورج کے دیوتا) کو بھیجا کہ جلد جا کر سارپیڈون کی لاش کو اُٹھا کر اور اُسے غسل دیکر خواب اور موت کے حوالہ کردے تا کہ وہ اُسے اُسکے ملک میں لیجائیں۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ لیکن اُس کے پہنچنے سے پہلے پیٹرا کلوس نے اسکی زرہ اور اسلحہ سب اُتار کر اپنے خیمے کو بھیج دیے تھے۔

اور اب پیٹرا کلوس نے اکلیس کی ہدایت کے خلاف یونانی مورچوں کی حدود کو چھوڑ دیا اور بہت سے بہادروں کو مارتا ہوا ٹرائے کی فصیلوں تک جا پہنچا۔ وہ اُس دن ایسے جوش میں بھرا ہوا تھا کہ ضرور حملہ کر کے ٹرائے کو لے لیتا۔ اور وہ تین دفعہ دیوار پر چڑھ بھی گیا۔ لیکن اپالو دیوتا نے بذات خود تینوں دفعہ اُس کو نیچے دھکیل دیا۔ لیکن جب وہ چوتھی دفعہ چڑھنے لگا تو اُس کو صاف الفاظ میں کہدیا کہ "پیٹرا کلوس واپس چلے جاؤ۔ شہر ٹرائے کا لینا قسمت نے نہ تو تیرے نام لکھا ہے نہ اکلیس کے نام جو تجھ سے کہیں زور آور ہے۔"

الغرض پیٹرا کلوس اس تیرانداز دیوتا سے خوف کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن اُدھر اپالو نے بھیس بدل کر اور ہکٹور کے پاس جا کر جو شہر کے پھاٹک پر نہائت متفکر اپنی جنگی گاڑی کے پاس کھڑا ہوا تھا اُسے اُکسانا شروع کیا۔ "کاش میں تیرے جیسا مضبوط اور بہادر ہوتا تو میں ایسے عمدہ موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیتا۔ دیکھتا کیا ہے۔ پیٹرا کلوس پر چڑھ جا۔ شائد اپالو تیرا مددگار ہو۔ اور تو آج کے دن جیت جائے۔" یہ سنتے ہی ہکٹور نے

پے اتھو اپنی گاڑی کا رخ پتراکلوس کی طرف کیا۔ لیکن جونہی اس نے
ہیکٹور کو آتے دیکھا تو وہ پھاندتے ہوئے اپنی گاڑی پر سے کود پڑا۔ اور
ایک بڑا پتھر اٹھا کر ہیکٹور کے گاڑی بان کے ماتھے پر اتنے زور سے مارا کہ
بیچارہ مردہ ہو کر قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر جا رہا۔ ہیکٹور یہ دیکھتے ہی
گاڑی پر سے کود پڑا اور اب گاڑی بان کی لاش پر دونوں ہاتھ لڑائی شروع
ہوئی۔ اور دونوں جانب سے تیروں اور برچھیوں کا مینہ برسنے لگا۔ یونانی
یہاں بھی غالب آئے اور آخر کار ہیکٹور کے گاڑی بان کی لاش کو اٹھا لے گئے
اور اس کے اسلحہ اتار لئے۔ اس کے بعد پتراکلوس نے بڑے زور
شور سے تین بار لڑنے والوں پر حملہ کیا اور ہر دفعہ نو نو مشہور سرداروں
کو مار ڈالا۔ لیکن جب وہ چوتھی دفعہ حملہ کرنے کو تھا تو اپالو دیوتا نے اس کے
پیچھے کھڑے ہو کر اس کے سر اور کندھوں پر ایسی ضرب لگائی کہ اس کی
آنکھوں میں تاریکی چھا گئی اور اس کی خود اس کے سر سے اڑ کر زمین
پر گر پڑی۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ یہ خود مٹی میں لتاڑی گئی۔ کیونکہ اب تک وہ
خود اکیلیس کے سر پر ہی رہتی تھی۔ پھر دیوتا نے اس کے بھالے کو توڑ ڈالا اور
اس کی ڈھال کو اتار پھینکا۔ یہ دیکھ کر پتراکلوس بیچارہ ہکا بکا سا کھڑا
رہ گیا۔ اتنے میں اسے بے خبر پا کر یوفربس نامی ایک شخص نے پیچھے سے
آ کر برچھی سے اس کو زخمی کر دیا۔ کیونکہ کسی شخص کو حوصلہ نہ تھا کہ پتراکلوس
کے مقابل ہو۔ تب پتراکلوس نے اپنی فوج کی طرف بھاگ جانے کا ارادہ
کیا مگر ہیکٹور نے دیکھ کر کہ پتراکلوس زخمی ہو گیا ہے فی الفور آگے بڑھا اور
اس کے پہلو میں اس زور سے نیزہ مارا کہ وہ بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔
یہ دیکھتے ہی یونانیوں نے بڑے زور سے نعرہ مارا اور پیچھے ہٹ گئے۔ تب
ہیکٹور نے کھڑے ہو کر اس طور سے شیخی بگھارنی شروع کی کہ پتراکلوس
تم یہاں سمجھتے تھے کہ ہمارے شہر کو فتح کر کے ہماری عورتوں اور بیٹیوں کو لوٹ

جہازوں میں لے جاؤ۔ لیکن تم نے اچھی مُنہ کی کھائی اور اب ٹرائے کے
پرندے تیرا گوشت کھا جائیں گے۔ اب تمہارا حمایتی اکلیس بھی تمہاری کچھ مدد
نہیں کر سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ اُس نے تمہیں یہی کہہ کر بھیجا ہوگا کہ جا کر
ہکٹور کو مار کر اُس کے کپڑے اُتار لاؤ۔

پیٹرا کلوس میں ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی۔ اور اُس نے بڑی آہستہ
آواز سے جواب دیا کہ ہاں ہکٹور اب جتنا چاہو شیخی بگھار لو۔ کیونکہ تم نے
قتل نہیں کیا۔ بلکہ اپالو دیوتا نے جس نے میرے ہتھیار چھین لئے۔ مجھے
تیرے حوالہ کر دیا۔ اگر تیرے جیسے بیس آدمی میدان میں میرے سامنے آتے
تو میں تمہاری کچھ حقیقت نہ سمجھتا۔ لیکن اب بھی یاد رکھو کہ تمہاری موت
قریب ہے۔ اور بہت جلد اکلیس تمہاری جان لے کر چھوڑے گا۔"

اس پر ہکٹور نے جواب دیا کہ تم میری موت کی پیشین گوئی کیوں کرتے
ہو۔ کون جانتا ہے کہ اکلیس بھی میرے ہاتھ سے مارا پڑے گا۔ تب ہکٹور نے
اُس کے زخم سے اپنی برچھی کھینچ لی۔ اور اکلیس کی گاڑی کے گھوڑوں پر
قبضہ کرنے کی نیت سے آگے بڑھا۔ اُدھر اکلیس کے گھوڑے میدان
جنگ سے باہر کھڑے پیٹرا کلوس پر آنسو بہا رہے تھے۔ اور کوچوان نے
ہر چند کوشش کی کہ اُن کو جہازوں کی طرف لے چلے۔ مگر وہ جہاں تھے وہیں
کھڑے رہے اور اپنی جگہ سے ہلنے کا نام بھی نہ لیتے تھے۔ زیوس دیوتا کو یہ
دیکھ کر ان پر ترس آیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اے بیچارے گھوڑو۔ ہم نے اچھا
نہ کیا کہ تمہیں ایک فانی انسان کو بخش دیا۔ کیونکہ زمین کی ساری چیزوں
میں انسان سب سے بڑھ کر رنج و غم کا پتلا ہے۔ لیکن تم ہرگز ہکٹور کے
ہاتھ نہ پڑو گے۔ کیونکہ یہی اس کے لئے کافی ہے کہ اسے اکلیس کے ہتھیار
مل گئے ہیں۔ تب گھوڑے اپنی جگہ سے ہلے اور کوچوان انہیں ہانک کر
لے گیا۔ اور وہ ہکٹور کے ہاتھ نہ آئے۔

مگر جونہی مینیلاؤس نے پیٹراکلوس کو گرتے دیکھا تو وہ فی الفور پاس آکر اور اُس کی لاش پر اپنی ڈھال کا سایہ کئے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ سب سے پہلے یوفوربوس آگے بڑھا مگر مینیلاؤس نے اُسے برچھی سے مار ڈالا۔ اُدھر جب ہکٹور نے دیکھا کہ گاڑی کا تعاقب کرنے سے کچھ فائدہ نہیں تو وہ اپنے لشکر کو واپس چلا آیا۔ لیکن جب ہکٹور کو آتے دیکھا تو مینیلاؤس اُس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر اپنے لشکر میں چلا گیا۔ تب ہکٹور نے پیٹراکلوس کی زرہ اور ہتھیار اُتار لئے۔ لیکن جب وہ اُس کی لاش گھسیٹ کر لے جانے کو تھا تو اجاکس شیر کی طرح نکل آیا۔ اور تب ہکٹور لاش کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ یہ دیکھ کر گلاکوس نے طنزاً اُس کو یہ کہنا شروع کیا "ہکٹور بڑی شرم کی بات ہے کہ تم اجاکس کے مقابلہ میں کبھی ٹھہر نہیں سکتے۔ تو تم اور تمہارے لوگ شہر ٹرائے کو کیسے بچا سکینگے۔ کیونکہ تمہارے مددگار تو اب تمہاری طرف سے ہرگز نہ لڑینگے کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ اُنہیں تم سے کچھ فائدہ نہیں۔ سرپیدون مارا گیا اور تم اُس کی لاش کُتّوں کے واسطے چھوڑ کر چلے آئے۔ اور اگر تم اب دلیری کر کے پیٹراکلوس کی لاش کو لے آتے تو شائد ہم یونانیوں کے ساتھ اُس کی لاش کی بابت عوض معاوضہ کر لیتے۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ تم مارے ڈر کے اجاکس کے سامنے سے بھاگ نکلتے ہو۔" لیکن ہکٹور نے جواب دیا۔ "میں اِس سے نہ کسی اور آدمی سے ڈرتا ہوں۔ فتح زیوس کے ہاتھ میں ہے جو جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ لیکن ذرا ٹھہرو اور میں تمہیں دکھلاؤنگا کہ آیا میں بزدل ہوں یا بہادر۔"

اُس نے پیٹراکلوس کی زرہ شہر کو بھیج دی تھی۔ لیکن اب وہ اُسکے پیچھے دوڑا اور راستے میں اُسے لیکر فی الفور پہن لیا اور پھر میدان جنگ میں آموجود

ہوا۔ (مگر زیوس کو اُس کی یہ حرکت پسند نہ آئی) اب جو لوگ ہکٹو کو دیکھتے تھے یہی سمجھتے تھے۔ کہ گویا خود اکلیس کھڑا ہے۔ اور اُس نے اپنی فوج کو لیکر یونانیوں پر سخت حملہ کیا۔ اور لڑائی بڑی خونریزی کے ساتھ بھڑک اُٹھی۔ یونانی اِس سے مرجانا بہتر سمجھتے تھے کہ اہل ٹرائے پٹرا کلوس کی کی لاش کو لیجائیں۔ ٹرائے والے کہتے تھے کہ جو ہو سو ہو ہم یہ لاش ضرور چھین لینگے۔ اور اس طرح پٹرا کلوس کی لاش پر لڑائی بڑے زور شور سے ہونے لگی۔ اتنے میں اجاکس نے مینیلاؤس کو کہا کہ بہتر ہے کہ تم جاکر نسٹر کے بیٹے انٹی لوکوس کو تلاش کرو اور اُس کی زبانی اکلیس کو پٹرا کلوس کی موت کی خبر کہلا بھیجو۔

اکلیس کا غم

اُدھر اکلیس اپنے جہازوں کے پاس کھڑا ہوا لڑائی کا انتظار کر رہا تھا اور یونانیوں کے لشکر کی پریشانی دیکھ کر اُس کے دل میں طرح طرح کے بُرے خیال پیدا ہو رہے تھے کہ اتنے میں انتی لوکس اُسکے پاس آ پہنچا اور رو رو کر اس کو خبر دی کہ پیترا اکلوس مارا گیا اور یونانی اُس کی لاش پر لڑ رہے ہیں کیونکہ ہکٹور نے اُسکی زرہ اور اسلحہ اُتار لئے ہیں۔ یہ سُنتے ہی اکلیس چلا چلا کر رونے لگا۔ مگر انتیلوکس نے اُس کا دہنا ہاتھ زور سے تھام رکھا کیونکہ اُسے خوف تھا کہ کہیں وہ غم کی حالت میں اپنے کو مار نہ ڈالے۔ اُس کے چلانے کی آواز سُنکر اُسکی ماں تھٹیس جو سمندر کی دیوی تھی اپنی سہیلیوں کو لئے ہوئے سمندر کی تہ سے نکل آئی اور اُس کے رونے کا سبب پوچھا۔ اور کہنے لگی کہ "تم کیوں روتے ہو۔ یونانیوں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اسی کے لائق تھے"۔

اکلیس بولا "ہاں اماں جان یہ سچ ہے۔ زیوس نے جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کر دیا۔ لیکن مجھے اب اُس کی کیا پروا ہے۔ کیونکہ میرا پیارا دوست پیترا اکلوس مارا گیا۔ اور میری زرہ اور اسلحہ جو میں نے اُسے دئے تھے۔ سب ہکٹور چھین کے لے گیا۔ کاشکے میرا باپ کسی انسانی عورت سے شادی کرتا۔ تب وہ میرے ساتھ میرے غم کی شریک ہوتی۔ اب جب تک میں ہکٹور کو قتل کر کے اپنے دوست کا بدلہ نہ لوں زندگی میں مجھے مزا نہیں"۔ تھٹیس نے جواب دیا۔ "پیارے بیٹے ایسا مت بولو۔ کیونکہ اگر تم ہکٹور کو قتل کر دو گے تو تمہاری موت بھی قریب ہے"۔ تب اکلیس غصے ہو کر بولا۔ "بہتر ہوتا کہ میں ابھی مر جاتا۔ زندگی میں کیا مزا ہے۔ جب کہ میرا دوست غیر ملک میں

مرا پڑا ہے اور میں نہ اُس کی اور نہ دوسرے یونانیوں کی جو اُس کے ہاتھ
سے مارے پڑے، کچھ مدد نہ کر سکا۔ ہائے یہ افسوسناک جھگڑا۔ جس سے مجھے
سُست و بیکار اپنے خیمے میں بیٹھا رہنا پڑا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب میں ان
سارے جھگڑوں کو بالائے طاق رکھ کر لڑائی میں جاؤں گا اور اپنے دوست کے
قاتل کو ضرور قتل کروں گا۔" تھیٹس کہنے لگی۔ "اچھا پیارے یونہی سہی۔
لیکن تمہارے اسلحہ تو ہکٹور کے پاس ہیں۔ لڑائی میں کیسے جاؤ گے۔ اچھا
آج کا دن آرام کرو اور میں کل کو تمہارے لئے ہفیسٹوس دیوتا کے ہاتھ
سے اسلحہ بنوا کر لاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ تو غائب ہو گئی مگر عین اُسی وقت یونانی ہکٹور کے سامنے
سے بھاگ نکلے اور پیٹرا کلوس کی لاش کو بھی پیچھے چھوڑ آئے۔ کیونکہ
ہکٹور نے اُس کے پاؤں پکڑ کر اُسے کھینچ لیا تاہم دونوں اجاکس وہیں اَڑے
رہے۔ اور کبھی کبھی ہکٹور کو پیچھے ہٹا دیتے تھے اور ہکٹور ضرور اس لاش کو
لے جاتا کہ اتنے میں ہیری دیوی نے آئرس دیوتاؤں کی قاصد کو اکلیس
کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اُٹھ اور اپنے دوست کی لاش کو چھڑا لے
نہیں تو ہکٹور اسے اُٹھا کر لے جائے گا اور کتوں کے آگے ڈال دیگا۔"

مگر اکلیس نے جواب دیا۔ "بھلا میں کیسے جا سکتا ہوں۔ میرے اسلحہ
تو دشمن کے پاس ہیں۔ البتہ ایک برچھا تو میرے پاس ہے لیکن اور کچھ نہیں
مگر زرہ کے لئے کیا کروں کیونکہ یونانی کی زرہ مجھے پوری نہ آئیگی۔" آئرس
نے کہا۔ "تو بھی جاؤ اور اپنی صورت ہی دکھا دو۔ کیونکہ یونانی سخت مصیبت
میں ہیں۔ ممکن ہے کہ دشمن تمہاری آواز ہی سن کر ڈر جائیں۔"

اکلیس کا انتقام اور ہکٹور کی وفات

الغرض اکلیس باہر نکلکر خندق کے پاس چلا گیا اور تین دفعہ بڑے زور سے للکارا۔ اہل ٹرائے اس کی آواز سُنتے ہی پیچھے ہٹ گئے اور یونانی پیترا کلوس کی لاش ایک ڈھال پر اُٹھا کر خیمے کو لے آئے۔ اب سورج ڈوب گیا تھا۔ اکلیس روتا ہؤا اپنے خیمے کو واپس چلا آیا +

اسی اثنا میں اہل ٹرائے میدان جنگ پر کھڑے ہوئے یہ صلاح کر رہے تھے کہ آیا شہر کو واپس چلے جائیں یا وُہیں میدان میں رات کاٹیں۔ بعض نے صلاح دی کہ بہتر ہوگا۔ شہر میں پناہ گزین ہوں کیونکہ اب اکلیس ضرور یونانیوں کی طرف سے لڑائی کو نکلیگا۔ لیکن ہکٹور فتح کے سبب سے دلیر ہو گیا تھا اور اُس کی صلاح سے آخر یہ قرار پایا کہ رات میدان میں کاٹیں اور صبح ہوتے ہی یونانیوں پر حملہ کریں +

اُدھر تھیٹس دیوی نے ہفیستوس کے پاس جاکر درخواست کی کہ اُس کے بیٹے کے لئے اسلحہ تیار کرے۔ اس نے بڑی خوشی سے اُس کی درخواست کو منظور کیا کیونکہ جب وہ پیدا ہؤا تھا تو چونکہ وہ لنگڑا اور بدصورت تھا۔ اُس کی ماں نے چاہا کہ اُس کو پھینک دے مگر تھیٹس نے اُسے لیکر حفاظت سے پالا تھا +

اب ہفیستوس نے اسلحہ بنانے شروع کئے۔ سب سے پہلے اُس نے ایک نہایت عمدہ ڈھال تیار کی۔ اور اُس پر آسمان و زمین اور سمندر۔ چاند سورج اور ستاروں۔ شہروں اور لڑائیوں۔ بیاہ شادی کے جلسوں اور ماتموں۔ بھیڑ بکری کے گلّوں اور کھیتوں اور باغوں اور اور اسی قسم کی نہایت خوبصورت تصویروں سے نقش و نگار کئے۔ اسی طرح اُس نے

خود اور زرہ بکتر اور اور تمام جنگی سامان راتوں رات تیار کر کے صبح ہوتے ہی تھیٹس کے حوالہ کر دیا۔ اور وہ اور اس کی سہیلیاں اسے اٹھا کر اکلیس کے پاس لے گئیں۔ جسے دیکھ کر وہ نہایت ہی خوش و خرم ہوگیا۔
اب تھیٹس پیٹرا کلوس کی لاش کی نگہبانی کرنے لگی اور اکلیس زرہ بکتر پہنکر اور ہتھیار لگا کر باہر نکلا۔ اور یونانیوں کو لڑائی کے لئے پکارنے لگا۔ لوگ اس کی آواز سنتے ہی جمع ہوگئے اور جب اگممنون بھی آگیا تو اکلیس نے کھڑے ہو کر سب کے سامنے کہا کہ اے اگممنون ہمارے لئے مناسب نہیں کہ اب اپنے جھگڑے کو طول دیں۔ کاشکہ بریسائس جس کے سبب یہ جھگڑا ہوا کبھی پیدا نہ ہوتی۔ تو اتنے بہادر یونانیوں کی جان مفت میں نہ جاتی۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ میں جو کچھ برائی تمہاری طرف سے ہوئی معاف کرنے کو تیار ہوں۔ اب فی الفور سب کو لڑائی کے لئے آمادہ کرو اور ٹرائے والوں پر لوٹ پڑو۔ شاہ اگممنون نے بھی بہت کچھ معذرت کی اور بڑے بڑے تحفے تحائف جنکے دینے کا اس نے پہلے وعدہ کیا تھا اکلیس کے خیمے میں بھیج دیئے۔ اور تب سب سرداروں نے کھانا کھایا۔ لیکن اکلیس نے کھانے پینے سے انکار کیا اور کہا کہ جبتک میں انتقام نہ لے لوں مجھ پر کھانا پینا حرام ہے اور اپنے دوست کو یاد کر کر کے روتا رہا۔ اب سب لڑائی کے لئے تیار ہوئے اور اکلیس اپنے چمکدار ہتھیار اور زرہ پہنے ہوئے ان کے درمیان آگ کے شعلے کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ الغرض لڑائی شروع ہوئی ✦

بیان کرتے ہیں کہ اس وقت دیوتا بھی المپس دیوتا یونانیوں کا بہشت سے لڑائی میں شریک ہونے کے لئے نیچے اتر آئے۔ اکلیس شیر ببر کی مانند گرجتا ہوا آگے بڑھا۔ سب سے پہلے انیاس[۱] اس سے دو چار ہوا۔

---

[۱] ٹرائے کی بربادی کے بعد انیاس بچ نکلا۔ یہی شخص اہل روم کا مورث اعلےٰ تھا اور اس کے حالات رومی

اکلیس نے اس سے لڑنا نہ چاہا۔ کیونکہ وہ ہکٹور کی تلاش میں تھا مگر اینیاس نہ ہٹا۔ اور اپنی حسب و نسب بیان کی کہ انکیسس میرا باپ ہے اور افرودیتی (یعنی زہرہ) میری ماں ہے اور میں کسی آدمی سے ڈرنے والا نہیں کیونکہ دیوتا زادہ ہوں اور یہ کہکر اس نے اکلیس پر اپنا برچھا پھینکا۔ جو اس کی ڈھال پر لگا جس سے اس قدر شور بلند ہوا کہ اکلیس کو خوف ہوا کہ شاید ڈھال چھد گئی ہے۔ اب اکلیس نے اپنا برچھا پھینکا جو اینیاس کی ڈھال کو پھاڑ کر نکل گیا مگر اس کے جسم کو ضرر نہ پہنچا تب اکلیس نے تلوار کھینچ کر اس پر حملہ کیا مگر اینیاس نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر اس کی طرف پھینکا۔ تاہم دیوتاؤں کی یہ مرضی تھی کہ اینیاس مارا جائے۔ اس لئے اسائیڈوتم دیوتا اس کی ماں کے کہنے سے اسے اٹھا کر لے گیا۔ اور اکلیس کا برچھا اس کے پاؤں کے پاس ڈال گیا جس سے اسے بڑا تعجب ہوا ٭

اب وہ شیر کی طرح گرجتا ہوا آگے بڑھا۔ جو سامنے آتا تھا اسے تہ تیغ کرتا تھا۔ اس نے پریام کے ایک بیٹے پولیدوروس کو مار ڈالا۔ ہکٹور تھوڑی دیر کے لئے اپنے بھائی کی لاش پر لڑنے کے لئے آ گیا۔ لیکن اپولو دیوتا نے آکر اس کے کان میں کہا۔ اکلیس سے مت لڑنا نہیں تو مارے جاؤ گے۔ اس لئے وہ پھر اپنے لوگوں کے درمیان میں چلا گیا۔ اکلیس اہل ٹرائے کے درمیان اس طرح پھرتا تھا جس طرح آگ بھوسے میں۔ یہاں تک کہ اہل ٹرائے اس کے سامنے سے بھاگ نکلے اور دریائے زنتوس کے کنارے پر پہنچکر دریا میں کود پڑے۔ اکلیس بھی تلوار لے کر ان کے پیچھے ہو لیا اور مگرمچھ کی طرح بہتوں کو لقمۂ اجل کیا ٭

ادھر پریام ٹرائے کے برج پر کھڑا ہوا لڑائی کو ملاحظہ کر رہا تھا۔ یہ

بقیہ نوٹ۔ شاعر ورجل کی مشہور نظم اینیڈ میں [illegible]

دیکھ کر کہ اہل ٹرائے اکلیس کے سامنے سے بھاگ نکلے ہیں۔ نہایت رنجیدہ ہوا۔ اور دربانوں کو حکم دیا کہ پھاٹک کھلا رکھیں تاکہ لوگ شہر میں پناہ لے سکیں۔ اہل ٹرائے بھیڑوں کے مانند۔ گرد اور دھوپ کے پیاسے جوق جوق شہر میں داخل ہونے لگے۔ اکلیس برچھی لئے ہوئے اُن کے پیچھے پیچھے تھا۔ اور یقیناً وہ شہر کو فتح کر لیتا۔ لیکن اسی وقت اگنور نامی ایک بہادر اس سے مقابل ہوا۔ اور اکلیس کے گھٹنے پر زور سے برچھا مارا۔ مگر اکلیس زخمی نہ ہوا۔ اور اگنور ضرور مارا جاتا۔ لیکن اپولو دیوتا اُس کی صورت اختیار کر کے اکلیس کو بہکا کر دوسری طرف لے گیا۔

اب اہل ٹرائے تو شہر میں داخل ہو گئے مگر اکیلا ہکٹور دروازہ کے باہر کھڑا رہا۔ پریام نے اُس کو بہتیرا بلایا اور منت سماجت کی کہ شہر میں چلا آئے۔ مگر اُس نے اُس کی بات کا کچھ خیال نہ کیا اور باہر ہی کھڑا رہا۔

اُدھر اکلیس جھوٹے اگنور کے تعاقب میں جا رہا تھا۔ آخر کار اپولو لوٹ کر اُس سے یوں ہم کلام ہوا۔ اکلیس تم خواہ مخواہ میرے پیچھے دوڑتے ہو۔ کیا ابھی تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ میں دیوتا ہوں اور تمہاری یہ ساری تندہی بے فائدہ ہے۔ اہل ٹرائے کے سب شہر میں پناہ گزین ہو گئے اور تم یہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ یہ سُن کر اکلیس نہایت غضب ناک ہوا۔ اور دیوتا کو بُرا بھلا کہتا ہوا پیچھے پھرا۔ بوڑھے پریام نے اُسے واپس آتے دیکھ لیا۔ اور آہ بھر کر اپنے ہاتھ ہکٹور کی طرف پھیلائے۔ جو باہر کھڑا اکلیس کا انتظار کر رہا تھا۔ اور یوں کہنے لگا۔ میرے پیارے بیٹے ہکٹو۔ اکلیس کے لئے مت ٹھہرو۔ کہیں اُس کے ہاتھ سے مارے نہ جاؤ۔ وہ تم سے کہیں زور آور ہے۔ اور میرے بہت سے فرزندوں کو قتل کر چکا ہے اور آج بھی دو کی صورت کو میری آنکھیں ترستی ہیں۔ شاید وہ بھی کہیں مرے پڑے ہیں۔ لیکن اُن کا رنج جو کچھ مجھے اور اُن کی ماں کو ہو گا۔ وہ تیری موت کے رنج کے مقابلہ میں

کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اِس لئے اپنے بوڑھے باپ کے بڑھاپے پر ترس کھاؤ۔ اور شہر میں چلے آؤ۔ ابھی معلوم نہیں۔ مجھے کیا کیا صدمے سہنے ہیں۔ اور یہ کہکر وہ اور اُس کی ملکہ ہکوبا رو رو کر اُس کو پکارتے تھے۔ مگر ہکٹر اپنی ڈھال پر سہارا کئے ہوئے شہر کی فصیل کے باہر اکلیس کا منتظر کھڑا رہا۔ اور اُس کے دل میں اِس قسم کے خیال گذرتے تھے کہ بچھپر افسوس ہیں کس مُنہ سے شہر میں جاؤں جبکہ میری صلاح سے اتنے لوگوں کا خون ہُوا کیونکہ سب اوروں نے یہ صلاح دی تھی کہ چونکہ اب اکلیس لڑائی میں شریک ہوگا۔ اِس لئے شہر میں پناہ گزین ہونا بہتر ہے تو میں نے ہی اُن کی صلاح کی مخالفت کی تھی اس لئے لوگوں کو مُنہ دکھانے کی نسبت یہی بہتر ہے کہ اکلیس سے مقابل ہوکر یا تو اُس کو ماروں یا مارا جاؤں +

ہکٹور یہی سوچ رہا تھا کہ اکلیس بھی اپنا برچھا گھماتا ہُوا پاس آپہنچا ہکٹور اُسے دیکھتے ہی خوف زدہ ہوگیا اور اس کے سامنے سے بھاگ نکلا۔ اکلیس بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور اب اُنھوں نے ٹرائے کی فصیل کے گرداگرد چکر لگانا شروع کیا۔ اِسی طرح اُنھوں نے شہر کے گرد تین چکر لگائے۔ اب زیوس دیوتا کا دل ہکٹور کے لئے ترس کھانے لگا۔ کیونکہ وہ اُسکا پرستار تھا اور اُس نے چاہا کہ ہکٹور کو بچائے اور اِس غرض سے اُس نے دیوتاؤں کو بُلا کر صلاح و مشورہ شروع کیا۔ مگر اتھینی دیوی بول اُٹھی کہ حضور عالی۔ یہ کیا فرماتے ہیں۔ جس آدمی کی قسمت میں مرنا لکھا ہے۔ کیا اُسے آپ بچانا چاہتے ہیں۔ جو آپ کی مرضی ہو کریں۔ لیکن دوسرے دیوتا ہرگز اس کو پسند نہیں کرتے +

زیوس نے جواب دیا۔ میرا دل تو نہیں چاہتا۔ لیکن اگر تو چاہتی ہے تو ایسا ہی ہو +

الغرض جب شہر کے گرد چوتھا چکر شروع ہُوا تو زیوس نے قسمت کا

خزانہ اُٹھایا۔ اور بدلوں میں ہکٹور اور اکلیس کا نام رکھا۔ مگر اکلیس کا بازا جھک گیا۔ ہکٹور ہر چند کوشش کرتا تھا کہ کسی طرح شہر میں داخل ہو جائے یا برج کے نیچے پناہ لے۔ مگر اکلیس نے الفور اُس کے سامنے ہوکر اسے میدان کی طرف دھکیل دیتا تھا۔ اپولو دیوتا اب بھی ہکٹور کی مدد کرتا تھا۔ اور اگر وہ اسے قوت نہ بخشتا تو وہ کبھی اکلیس کے سامنے بھاگ نہ سکتا۔ اکلیس نے یونانیوں کو کہہ رکھا تھا کہ خبردار کوئی شخص ہکٹور پر برچھا نہ پھینکے۔ کیونکہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اپنے دوست کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ جب وہ دوڑتے دوڑتے دریائے سکیمندر کے قریب پہنچے تو اتھینی دیوی آسمان سے اُتر آئی۔ اور اکلیس کے پاس آ کر کہنے لگی۔ اکلیس آج بڑا خوشی کا روز ہے کیونکہ ہم ہکٹور جیسے بہادر پر فتح حاصل کرینگے۔ اُس کی موت مقرر ہو چکی ہے اور اب اپولو بھی اُسے نہیں بچا سکتا مگر تم ذرا ٹھہر کر دم لو اور میں اُسے تم سے لڑنے پر آمادہ کرونگی اور یہ کہہ کر وہ اپنی صورت بدل کر اور ہکٹور کے ایک دوست کی صورت اختیار کر کے ہکٹور کے پاس گئی اور اُس سے کہنے لگی کہ ہمت نہ ہارو دیکھو میں بھی یہاں موجود ہوں۔ اور ہم دونوں مل کر ضرور اکلیس کو مار لینگے۔" یہ سُن کر ہکٹور ٹھہر گیا۔ اور اکلیس کو لڑائی کے لئے بلایا۔ اکلیس نے برچھا پھینکا۔ مگر وار خالی گیا۔ پھر ہکٹور نے برچھا پھینکا۔ مگر وہ اکلیس کی ڈھال پر لگ کر خطا کر گیا۔ اس پر اُس نے اپنے ہمراہی سے دوسرا برچھا مانگا۔ مگر پھر کر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ اور وہ سمجھ گیا کہ کسی نے اُسے اُلو بنایا ہے۔ اب اُس نے تلوار کھینچی اور اکلیس پر حملہ آور ہوا۔ مگر اکلیس کو اتھینی نے اس کا برچھا اُٹھا دیا تھا اور اُس نے موقعہ تاک کر ہکٹور کی ہنسلی کی ہڈی کے پاس اس زور سے مارا کہ وہ سخت زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اب اکلیس نے وحشیانہ طور پر اُسے بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ اور اُسے یاد دلایا کہ کیوں

میرے دوست پیٹراکلوس کو قتل کرنے کا نتیجہ دیکھا۔ ہکٹور نے مرتے دم اُس سے التجا کی کہ میری لاش دفن کے لئے میرے باپ کے حوالہ کر دینا۔ مگر اُس نے جواب دیا "مجھ سے دفن کفن کا ذکر نہ کرو۔ تمہاری لاش کتوں کی خوراک ہو گی۔ اور کوئی چیز خواہ کتنی ہی قیمتی کیوں نہ ہو تمہیں اِس سے نہیں بچا سکتی۔ تیری ماں تیری لاش پر نوحہ وزاری نہ کر سکے گی۔ بلکہ اُسے گدھ کھا جائیں گے" ہکٹور نے دم چھوڑتے ہوئے اُسے جواب دیا "خیر مجھے اُمید نہیں کہ میں تمہارے ارادے کو پھیر سکوں۔ مگر خدا سے ڈرو۔ اور یاد رکھو کہ خواہ تم کیسے ہی بڑے بہادر کیوں نہ ہو۔ شہر کے پھاٹک کے پاس پارس تجھے مار گرائیگا" اور یہ کہکر وہ جان بحق ہو گیا۔

اب اکلیس نے ہکٹور کی زرہ اور اسلحہ اُتار لئے اور لمحہ بھر کے لئے اُس کے دل میں آیا کہ اب چل کر شہر ٹرائے کو فتح کر لوں۔ مگر جب اُسے اپنے دوست پیٹراکلوس کا خیال آیا تو اُس نے یونانی فوج کو حکم دیا کہ لشکر کو واپس چلی جائے۔ اور خود ہکٹور کے پاؤں میں رسّی ڈال کر اُسے اپنی گاڑی سے باندھا اور اُسے زمین پر گھسیٹتا ہوا شہر کے گرداگرد گھومنے لگا۔ جب اُس کے ماں باپ نے دیکھا تو بیچارے اپنے سر کے بال نوچنے اور زور زور سے نوحہ وزاری کرنے لگے۔ ہکٹور کی بیوی انڈرامکی کو ابھی اِس واقعہ کی کچھ خبر نہ تھی۔ بلکہ وہ اپنی لونڈیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی سوت کاتنے میں مشغول تھی۔ اور اُنہیں حکم دے رہی تھی کہ ہکٹور کے غسل کے واسطے پانی تیار کریں۔ اور اب اُسے باہر سے گریہ وزاری کی آواز سُنائی دی تو بیچاری گھبرا کر باہر نکلی۔ اور دیوانوں کی طرح دوڑ کر چھت پر چڑھ گئی۔ اور جب دیکھا کہ ہکٹور کی لاش گاڑی کے پیچھے گھسیٹی جا رہی تھی تو غش کھا کر گر پڑی۔ اور جب ہوش آیا تو گریہ وزاری کرنے لگی۔ اُس کی بین سُن کر سُننے والوں کا دل پاش پاش ہوتا تھا۔

ادھر اکلیس نے بڑی دھوم دھام سے پیٹرا کلوس کے دفن کی تیاریاں کیں۔ اور حسب دستور گاڑیوں اور بہادروں کی دوڑیں ہوئیں۔ اور سپاہ گری کے کرتب دکھائے گئے۔ جو سب سے بڑھ کر نکلی اُن کو پیٹرا کلوس کی زرہ اور اسلحہ اور اور قیمتی سامان بطور انعام کے تقسیم کئے گئے ⁂

جب کھیل اور تماشے تمام ہو چکے تو سب بہادر اپنے اپنے خیموں کو چلے گئے۔ مگر اکلیس اپنے خیمہ میں جا کر اپنے دوست کے لئے رات بھر ماتم کرتا رہا۔ دوسرے دن صبح کو اُس نے پھر ہکٹور کو اپنے گاڑی سے باندھا اور اُسے شہر کے گرداگرد گھسیٹتا پھرا۔ الغرض ہر روز اُس کا یہی کام تھا ⁂

یہ حال دیکھ کر زیوس (دیوتاؤں کا باپ) سخت ناراض ہوا۔ اور اُس نے اکلیس کی ماں تھٹیس کو کہلا بھیجا کہ اپنے بیٹے کو ترغیب دے کر اس حرکت سے باز رکھے۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے شاہ پریام کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ وہ خود جا کر اکلیس سے اپنے بیٹے کی لاش طلب کرے۔ چنانچہ جب شام ہوئی تو اُس نے بہت سی بیش قیمت پوشاکیں اور قیمتی تحفے ہمراہ لئے اور اپنی گاڑی پر سوار ہو کر تن تنہا فقط ایک قاصد کو ہمراہ لیکر یونانیوں کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ جب اُس کی ملکہ کو یہ خبر ملی تو وہ رونے چلانے لگی اور اُس کو اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ کیونکہ اُسے خوف تھا کہ دشمن اُس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرینگے۔ مگر اُس نے ملکہ کو تسلی دی اور توکّل بخدا چل پڑا۔ جب وہ نالے کے قریب پہنچے تو اُنہیں دور سے تاریکی میں کسی شخص کی صورت دکھائی دی جس سے وہ دونوں ڈر گئے مگر اُس اجنبی شخص نے (جو دراصل ہرمیس یعنی عطارد تھا اور جسے زیوس نے اُن کی مدد کے لئے بھیجا تھا) اُس کے پاس آکر کہا کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں اور تمہارے مدعا سے بھی واقف ہوں اور میں بڑی خوشی سے تمہاری رہنمائی کرونگا۔ اور انہیں ہر طرح سے تسلی دی کہ وہ ضرور اپنے مطلب میں کامیاب ہونگے۔

دیوتاؤں نے ایسی مہربانی کی کہ راستہ میں کسی شخص نے اُنہیں نہ روکا اور وہ بلا روک ٹوک اکلیس کے خیمہ تک جا پہنچے۔ اکلیس ابھی اپنے کھانے سے فارغ ہوا تھا۔ پریام چپ چاپ اُس کے پاس جا کھڑا ہوا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُس کے پاس دو زانو ہو گیا اور اُس کے خونی ہاتھ کو جو اُس کے کئی بیٹوں کے خون میں رنگا ہوا تھا چومنے لگا۔ اُس نے یہ حرکت ایسی جلدی کی کہ اکلیس اور اُس کے ہمراہی ہکے بکے سے رہ گئے تب پریام نے اُس سے یوں خطاب کیا۔

”اکلیس اپنے باپ کو یاد کرو۔ وہ بھی میری طرح اب ضعیف اور ناتوان ہے اور شائد وہ بھی اپنے ہمسایوں سے دُکھ اُٹھا رہا ہے اور کوئی اُس کا مددگار نہیں۔ مگر تو بھی وہ جانتا ہے کہ اُس کا بیٹا زندہ ہے اور ایک نہ ایک دن اُس کی صورت دیکھنے کا اُمیدوار ہے مگر میں کمبخت اپنے سب سے عزیز فرزند کو کھو بیٹھا ہوں جو اپنے ملک کے لئے لڑتا ہوا تیرے ہاتھ سے مارا گیا۔ اُسی کی خاطر میں اپنے آپ جان پر کھیل کر یونانیوں کے کیمپ میں آیا ہوں۔ اور ملتجی ہوں کہ خدا کے واسطے مجھ پر ترس کھاؤ۔ یقیناً کوئی آدمی میرے برابر رنج و غم کا شکار نہیں ہوا۔ میری یہ نوبت پہنچ گئی کہ میں اپنے فرزند کے قاتل کے ہاتھوں کو چوم رہا ہوں“ اور یہ کہکر وہ اپنے فرزند کو یاد کر کے رونے لگا۔ آخر اکلیس یوں ہمکلام ہوا۔

اے بوڑھے تجھے کیسے یہ حوصلہ ہوا کہ دشمن کے کیمپ میں اپنے فرزند کے قاتل کے پاس یوں تن تنہا چلا آیا۔ یقیناً تیرا دل پتھر سا سخت معلوم ہوتا ہے مگر اب رونا دھونا موقوف کر اور بیٹھ جا۔ کیونکہ زیوس اسی طرح ہم فانی آدمیوں کی زندگی میں نیکی و بدی کی آمیزش کرتا ہے۔ اُس نے میرے باپ کو بہت سی دولت اور قوت دی اور ایک دیوی کو اُس کے نکاح میں دیا مگر میرے سوا اُسے اور کوئی بیٹا نہ بخشا۔ اور میری صورت دیکھنی اُسے

کبھی تب بیب نہ ہوگی۔ کیونکہ میری قسمت میں یہی لکھا ہے کہ یہاں تا دم مرگ تجھسے اور تیرے فرزندوں سے لڑائی کرتا رہوں۔ تو بھی تو ایک بڑا بادشاہ تھا اور بہت بڑے علاقہ پر حکمران تھا مگر اب سب کچھ کھو بیٹھا ہے۔ مگر اب رونے دھونے سے کیا ہوتا ہے اور تیرے آنسو تیرے فرزند کو واپس نہیں لا سکتے۔

یہ کہکر اُس نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ ہکٹور کی لاش لا کر اُس کے باپ کے حوالہ کر دیں۔ تب اُس نے ایک بھیڑی کو ذبح کر کے اُس کا گوشت آگ پر بھونا اور اُسے کھلایا۔ اور پھر تھوڑی دیر تک دوستانہ طور پر بات چیت کرنے کے بعد وہ اپنے اپنے بستر پر جا کر سو رہے مگر پیشتر اس کے کہ صبح ہو عطارد نے آکر پریام کو جگا دیا اور اُسے ہمراہ لے کر صحیح و سالم یونانیوں کے کیمپ سے باہر لے گیا۔ اور ٹرائے کے دروازے تک پہنچا کر غائب ہو گیا۔

پریام کے آنے کی خبر سنکر اہل ٹرائے جوق جوق باہر نکل آئے سب سے پہلے ہکٹور کی ماں اور بیوی اُس کی لاش سے بغلگیر ہوئیں ہیلین بھی اُسکی لاش پر بہت نوحہ وزاری کرتی رہی۔ یونانیوں نے بھی اکلیس کی ترغیب سے لڑائی کو کچھ عرصے کے لئے موقوف کر دیا۔ اور بڑی دھوم دھام سے ہکٹور کی لاش ملک کی رسوم کے مطابق جلائی گئی۔

یہاں ہومر کی نظم کا خاتمہ ہے۔ اُس کی نظم کا مدعا جیسا کہ وہ شروع کے اشعار میں بیان کرتا ہے فقط اکلیس کے غصہ اور اُن تمام بد نتائج کا جو اہل یونان پر واقع ہوئے بیان کرنا ہے۔ اور اب چونکہ آخری واقعہ جو اس خاص امر کے متعلق تھا ہکٹور کی موت کے ساتھ تمام ہو گیا شاعر کو اس تاریخی واقعہ سے اور کچھ مطلب نہیں۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ ہمارے ناظرین ضرور اِس امر کے معلوم کرنے کے مشتاق ہونگے کہ آخر کار اِس لڑائی کا نتیجہ کیا ہوا۔

اور ہم باقی حالات کو تواریخ کی دوسری کتابوں سے اخذ کرکے بیان کرتے ہیں*
ہکٹور کی وفات کے بعد انیزونن یعنے عورتوں کے ملک کی ملکہ کے آنے سے
جو اپنی بہادری اور شجاعت کے لئے بہت مشہور تھی۔ اہل ٹرائے کے حوصلے
کچھ عرصہ کے لئے بڑھ گئے۔ اُس نے یونانیوں کے مقابلے میں سپاہگری کے
جوہر دکھائے۔ اور بہت سے بہادروں کو خاک میں ملا دیا۔ مگر اکلیس سے
دو چار ہوتے ہی اپنی برچھی اُس کے سینے سے پار کردی بلکہ بے جان ہو کر
زمین پر گر پڑی اور جب اکلیس اپنی برچھی نکالنے کے لئے آگے بڑھا تو اُس
کا حسن عالم سوز دیکھ کر اپنے آنسو نہ روک سکا مگر پھر ایک یونانی نے جو پاس
ہی کھڑا تھا اُس کی ہنسی اُڑانی شروع کی جس پر اکلیس نے غصہ میں آکر
اُس کے مُنہ پر ایسا مکا لگایا کہ اُس کے سب دانت جھڑ گئے اور وہ مُردہ ہوکر
گر پڑا۔ اس پر اُس کا ایک رشتہ دار جو بڑا بہادر تھا اپنے رشتہ دار کو مُردہ
دیکھ کر غضب میں آگیا۔ اور اُس کی اور اکلیس کی ضرور چل جاتی مگر لوگوں
نے بیچ بچاؤ کرکے اُن کی صلح کرادی۔ اس کے بعد اکلیس لسبو یا نامی
ایک جزیرہ کو چلا گیا جہاں پوجاریوں نے اپنی رسم ورسم کے مطابق اُسے خون
کے گناہ سے پاک کردیا*

اکلیس کی موت

ملکہ کی وفات کے بعد اہل ٹرائے نے باہم صلاح و مشورہ کرنا شروع
کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ بعض نے صلاح دی کہ اب مقابلہ فضول ہے کیونکہ
اکلیس اب ضرور شہر کی دیواروں پر آچڑھیگا اور ہم میں سے کوئی ایسا
نہیں جو اُس کے سامنے جم سکے۔ مگر شاہ پیریام نے کہا کہ بہتر ہے جب تک
اور مدد نہیں آتی ہم قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہیں۔ جو ہونا ہے سو تو ہو رہے گا مگر
ہمارے لئے بہتر ہے کہ بہادروں کی طرح جان پر کھیل جائیں۔ اور جب تک

دم میں دم ہے اپنے شہر کی حفاظت پر ثابت قدم رہیں۔ اور بھاگنے کا نام نہ لیں ٭

پولیڈیمس نے جو ایک دانا آدمی تھا اس رائے سے اتفاق کیا مگر ساتھ ہی یہ صلاح دی کہ اگرچہ اب بعد از وقت معلوم ہوگا تو بھی بہتر ہوتا کہ ہم پھر ایک دفعہ اہل یونان سے صلح کی کوشش کریں اور ہیلن کو معہ ان خزانوں کے جو وہ اپنے ہمراہ لائی تھی بلکہ ان سے دگنا چوگنا زیادہ ان کے حوالہ کرکے ان سے خلاصی کرائیں۔ اس صلاح کو سب سرداروں نے پسند کیا مگر پارس کو یہ بات بہت بری لگی اور اسے برا بھلا کہنا شروع کیا۔ اور کہنے لگا کہ تم چاہو تو گھر میں بیٹھے رہو۔ مگر میں اور میرے بہادر سپاہی میدان میں جاکر دشمن سے مقابلہ کرینگے۔ اس کے جواب میں پولیڈیمس بولا۔ اے ملعون آدمی یہ سب تیری دلبری کا نتیجہ ہے جو ہم سب اس وقت بھگت رہے ہیں۔ تیری صلاح ایک دن شہر کو برباد کرکے رہیگی۔ خدا تجھے برے افعال سے بچائے۔ اور یامن وامان اپنے گھر میں رکھے ٭

یہ سن کر پارس خاموش ہوگیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ سب اس کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے ٭

اس کے تھوڑے دن بعد ممنون شاہ حبش بہت سی فوج کے ساتھ مدد کے لئے آ پہنچا۔ جس سے اہل ٹرائے کی ہمت پھر ترو تازہ ہوگئی۔ دوسرے دن صفیں آراستہ ہوئیں اور ایک نہایت خونخوار لڑائی ہوئی اور دونوں جانب سے کئی ایک نامور بہادر مارے گئے۔ شاہ ممنون نے سپاہگری کے خوب جوہر دکھائے اور بہت سے یونانی بہادروں کو مار ڈالا۔ آخر جب وہ اکلیس سے دوچار ہوا تو ہر دو جانب کی فوجیں لڑائی موقوف کرکے ان بہادروں کی جنگ دیکھنے کو کھڑی ہوگئیں۔ یہاں تک کہ دیوتا بھی بڑے شوق سے تماشا دیکھنے لگے۔ آخر کار زیوس نے قسمت کی ترازو

اُٹھائی۔ تو ممنون کا پلڑا نیچے جھک گیا۔ اکلیس نے اُس کے سینے میں ایسا بھالا مارا کہ آر پار ہو گیا۔ اور اُس کی ماں الوس دیوی کی آہ وزاری سے تمام میدان پر تاریکی چھا گئی وہ فی الفور اپنے بیٹے کی لاش اُٹھا کر لے گئے اور اپنے ملک میں لیجا کر دفن کر دیا۔

ممنون کا گرنا تھا کہ ٹرائے والوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اکلیس کو فتح کا نشہ ایسا چڑھ رہا تھا کہ اُس نے بڑے زور سے اُن کا تعاقب کیا اور اُسے اُمید تھی کہ اب ٹرائے پر قابض ہو جاؤنگا۔ مگر جونہی شہر کے دروازے کے نزدیک پہنچا۔ پارس نے جو ایک ستون کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا ایسا تاک کر نشانہ لگایا کہ اکلیس کی ایڑی میں لگا۔ اور وہ مر کر وہیں گر گیا۔

اکلیس کو گرتے دیکھ کر ٹرائے والے پھرے اور قریب تھا کہ اُس کی لاش کو اُٹھا کر لے جائیں مگر بہت سے یونانی بہادروں نے آگے بڑھکر اُن کو اس ارادے سے باز رکھا۔ اور کچھ نقصان کے بعد اُس کی لاش اُٹھا کر لے گئے۔

اہل یونان کو اکلیس کی وفات کا نہائت ہی سخت صدمہ ہوا اور وہ کئی روز تک اُس کا ماتم کرتے رہے۔ اُنہوں نے اُس کے لئے ایک بڑی چتا بنائی۔ تھٹیس دیوی اپنی سہیلیوں کے ساتھ آئی اور اپنے بہادر بیٹے کے لئے بہت ماتم کرتی رہی جب اُس کا جسم جل کر خاک ہو گیا تو اُنہوں نے آگ کو شراب کے ذریعے بجھایا اور اُس کی ہڈیوں کو جمع کر کے ایک مرتبان میں ڈال کر دفن کیا اور اس مقام پر ایک بڑا اُونچا ٹیلہ بنا دیا۔ جب سکندر اعظم ایشیا پر حملہ کرنے کے لئے ساحل ایشیا پر اُترا تو وہ اس مقام کی زیارت کے لئے گیا۔

یونانیوں نے حسبِ معمول اکلیس کے وفات کے بعد دوڑیں اور تماشے کرائے

اور اُس کے سامانِ جنگ و دیگر مملوکات کو یونانی بہادروں کے درمیان
جو اپنے فن میں سب پر سبقت لے گئے تقسیم کیا۔ ان بہادروں کے
مقابلہ کی فہرست بہت لمبی ہے مگر ہم اُن میں سے صرف ایک کا بیان
کرینگے جب سب تماشے ہو چکے تو آخر میں تھیٹس اکلیس کے اسلحہ نکال لایا
اور کہنے لگا کہ یہ اُس شخص کے لئے ہیں جس نے اکلیس کی لاش کو دشمن
سے بچایا۔ مگر اڈوسیس اور اجاکس دعویدار ہوئے اِس پر اس امر کی تفتیش
شروع ہوئی کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ مستحق ہے۔ دونوں بہادروں
نے اپنے دعوے کی تائید میں تقریریں کیں اور آخر کار یہ فیصلہ قرار
پایا کہ اڈوسیس اِس کا زیادہ حق دار ہے۔ یہ بات اجاکس کو ایسی بُری لگی کہ
وہ دیوانہ ہو گیا اور رات کو تلوار مار کر مر گیا۔

پارس کی وفات

اب یونانی بالکل ہمت ہار بیٹھے اور بہت سے صلاح و مشورہ کے بعد یہ
قرار پایا کہ اڈوسیس کو بھیج کر کسی طرح اکلیس کے بیٹے پرہوس کو جو ابھی
لڑکا ہی تھا بلایا جائے۔ چنانچہ وہ والومید کو ہمراہ لیکر اس غرض کے لئے
روانہ ہوا۔ اور اُس کو طرح طرح کی ترغیب و طمع دے کر اور سکھلا پھسلا کر اپنے
ہمراہ لے آئے۔ یہ رستم یونان کا بیٹا بھی سہراب سے کچھ کم نہیں تھا
اُس نے آتے ہی اہل ٹرائے کا قافیہ بالکل تنگ کر دیا۔ راستے میں سے
اڈوسیس اپنے ایک دوست فلوکٹیس کو بھی اپنے ہمراہ لے آیا تھا۔ جو
بالکل لنگڑا تھا مگر تیر انداز اس غضب کا تھا کہ اُس کا نشانہ کبھی خطا نہیں
کرتا تھا۔ اثنائے جنگ میں جب وہ پارس سے دوچار ہوا تو اُس نے پارس
کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا مگر اُس کا صرف ہاتھ چھید دیا۔ مگر جب پارس اُس کا

جواب دینے کی تیاری کر رہا تھا تو اُس نے ایک اَور تیر ایسا تاک کر لگایا کہ اُسکے
پہلو میں لگا۔ پارس درد سے چلّایا اور فی الفور تمام لشکر میں پھیلا گیا اور
جرّاحوں نے اُس کا زخم باندھ دیا۔ مگر جب شام ہوگئی اور دونو لشکر اپنے اپنے
خیموں کو چلے گئے تو پارس گھر کو نہ پھرا بلکہ پہاڑ پر چلا گیا۔ یہاں وہ اپنی
پہلی بیوی اینونی سے دوچار ہوا اور بیہوش ہوکر اُس کے قدموں پر گر پڑا۔
تھوڑی دیر کے بعد جب اُسے ہوش آئی تو اُس نے بڑی محبّت سے اُس سے
گفتگو کرنی شروع کی اور گذشتہ تقصیروں کے لئے معذرت کی اور اُس سے
علاج کی درخواست کی کیونکہ وہ جڑی بوٹی سے خوب واقف تھی۔ مگر
وہ نہائت ہی غصّہ ہوئی۔ نہ اُس سے ہمکلام ہوئی۔ اور نہ اُس کی منّت
سماجت کی طرف ذرا بھی التفات کی۔ بلکہ طعنے مارنے شروع کئے کہ
جا اُسی سے علاج کرا جس کی خاطر تو مجھے روتا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔
پارس اُس سے علیحدہ ہوکر اِدھر اُدھر مارا پھرا۔ اور صبح کو اُس کی لاش
ایک چوبان نے ایک جھاڑی کے نیچے پائی اور ملکہ ہکیوبا کو جاکر خبر دی جب
اینونی کو اس ماجرے کی خبر پہنچی تو نہائت بے قرار ہوکر رونے لگی اور
اپنی حرکت سے نہائت نادم ہوئی۔ مگر اب کیا ہوتا تھا ۔

فتح ٹرائے

پارس کی وفات کے بعد اُس کے دو بھائیوں نے ہیلن سے شادی
کرنی چاہی جس سے اُن میں تلوار چل پڑی آخرکار ایک غالب ہوا اور دوسرا
شرمندہ ہوکر شہر سے بھاگ گیا اور اُڈوسیس کے جو شہر کے گرد اگرد [illegible]
کر رہا تھا ہاتھ پڑ گیا یہ علم غیب سے واقف تھا اور اُس نے ایک قدیم
پیشینگوئی کی خبر دی کہ جب تک پیلاس کا بُت جو ٹرائے کے برج کے اندر شہر کے
درمیان نصب ہے شہر میں ہے تب تک ٹرائے کا فتح ہونا ناممکن ہے ۔

اڈیسیس نے کسی کو اس ارادے کی خبر نہ کی۔ مگر دل میں ٹھان لیا کہ جس طرح ہو اس بت کو چرا لاؤں۔ الغرض رات کو اس نے ایک فقیر کا بھیس اختیار کیا اور تلوار کو گدڑی میں چھپا کر اور ڈایومیڈ کو ہمراہ لے کر شہر کی طرف چل دیا۔ جب وہ شہر پناہ کے قریب پہنچے تو ڈایومیڈ تو دیوار کے نیچے چھپ رہا۔ اور اڈیسیس آگے بڑھا۔ دربانوں نے فقیر سمجھ کر اس کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور چونکہ وہ پہلے بھی اندر گیا تھا اس لئے راستوں سے خوب واقف تھا۔ راستے میں جس کسی سے دوچار ہوتا اس سے بھیک مانگتا اور اسطرح آخر کار مندر میں جا پہنچا۔ یہاں وہ دفعتاً ہیلن سے دوچار ہوا جس نے اسے فوراً پہچان لیا اور یہ دیکھ کر وہ کیسے خطرے میں ہے اسے اپنے گھر لے گئی۔ اور دروازہ بند کر کے اس سے حال دریافت کیا۔ وہ بھی اس مصیبت سے دق آ گئی تھی اور اب چونکہ پارس مر گیا تھا وہ بھی ٹرائے سے بیزار ہو رہی۔ اور گھر جانے کی سوچ رہی تھی۔ مگر اسے خوف تھا کہ اگر اپنے خاوند کے ہاتھ پڑ جائیگی تو وہ ضرور مار ڈالیگا۔ اڈیسیس نے اس سے کل حال بیان کیا اور بتایا کہ جب تک پیلاس کا بت مندر میں نصب رہیگا ٹرائے کا فتح ہونا ناممکن ہے اور وہ اسی غرض سے یہاں آیا ہے۔ ہیلن اس کی اس دلیری پر نہایت متعجب ہوئی اور کہنے لگی کہ اگرچہ میں دیوانگی کی حالت میں گھر سے چلی آئی تو بھی میں یونانی ہوں۔ اور اپنے ہموطنوں کی محبت ابھی تک میرے دل میں جاگزین ہے۔ اس لئے جہاں تک مجھ سے ہو سکیگا ان کی مدد میں دریغ نہ کرونگی۔ یہ کہکر وہ اسے اپنے ہمراہ مندر میں لے گئی اور راستہ اچھی طرح دکھایا۔ اب اڈیسیس پھر ڈایومیڈ کو لے آیا اور دونوں مندر میں چلے گئے اور بت کو اٹھا کر وہاں سے لے گئے۔

اب یونانیوں کے دل میں یہ امید پیدا ہو گئی کہ ٹرائے ضرور ان کے قبضے میں آ جائیگا۔ آخر جب کبھی وہ شہر پر حملہ کرتے تھے تو اہل ٹرائے انہیں مار کر پیچھے ہٹا دیتے تھے۔ تب آخر کچھ دنوں بعد اڈیسیس کی عقل کچھ کام کر گئی تو

اڈوسیس کو ایک عجیب فریب سوجھا۔ اور اُس نے یہ صلاح دی کہ آؤ۔
ہم ایک بہت بڑا کاٹھ کا گھوڑا تیار کریں۔ اور اُس کے اندر ایسی جگہ بنائیں جس
میں کئی ایک بہادر چھپ سکیں اس کے بعد ہم خیموں کو آگ لگا دیں اور جہازوں
کے بادبان کھول کر یہاں سے چل پڑیں۔ مگر ایک آدمی کو مشکیں کس کر پیچھے
چھوڑ جائیں۔ اور جب اہل ٹرائے اُس کے پاس آکر اُس سے پوچھیں تو
وہ اُن سے یہ بیان کرے کہ یونانیوں نے یہ گھوڑا پیلاس دیوی کی نذر چڑھایا
ہے۔ تاکہ وہ اپنے بُت کی چوری کو معاف کردے۔ اور اُنہیں صحیح و سلامت گھر
کو پہنچا دے۔ بلکہ اُن سے یہ بھی کہے کہ وہ خود ایک اجنبی آدمی ہے اور
یونانیوں کا ارادہ تھا کہ اُسے دیوی کی قربانی چڑھائیں۔ مجھے یقین ہے کہ
اگر یہ شخص اپنی کہانی اچھی طرح بیان کریگا۔ تو ضرور کامیاب ہوگا۔ اور اہل ٹرائے
اِس گھوڑے کو اُٹھا کر ضرور شہر کے اندر لیجائینگے۔ مگر ہم کو چاہیئے کہ اِس
گھوڑے کو ایسا اُونچا بنائیں کہ اُن کے پھاٹکوں کے اندر نہ جا سکے اِس لئے
اُنہیں ضرور دیوار توڑنی پڑیگی۔ اس صورت میں ہمارے جاسوس کو چاہئے
کہ بڑی آگ روشن کرے۔ اور ہم اُس کا دھواں دیکھ کر پھر ٹرائے کی طرف
واپس چلے آئینگے۔ اور رات کے وقت جہازوں سے اُتر کر شہر کے اندر گھس
جائینگے۔ اُدھر وہ جاسوس گھوڑے کے دروازے کھول دیگا اور جو بہادر
اُس کے اندر بند ہیں نکل کر شہر کے دروازے کھول دینگے۔ مجھے یقین ہے
کہ اِس طور سے شہر ہمارے قبضہ میں آجائیگا +

جب اُڈوسیس نے یہ تجویز پیش کی تو بہت سے لوگوں نے اُسے پسند
کیا اور بادشاہ کے حکم سے فوراً گھوڑے کے بنانے کی تیاری شروع
ہوئی۔ جب گھوڑا تیار ہوا تو پیرہوس اُڈوسیس اور یونان کے منتخب بہادر
اُس کے اندر مقیم ہوئے۔ اور باقی خیمہ گاہ کو آگ لگا کر جہاز پر سوار ہوکر
روانہ ہوگئے +

جب اہل ٹرائے نے دیکھا کہ تمام یونانی چلے گئے تو وہ نہائت خوش ہوئے۔ شہر میں گھر گھر ضیافتیں ہونے لگیں اور نغمے دور چلنے لگے۔ وہ دیواریں توڑ کر گھوڑے کو اندر لے گئے اور اُسے مندر کے سامنے کھڑا کر دیا۔ دیواروں پر محافظ نہ تھے اور سب لوگ عیش و عشرت میں مشغول تھے۔ جاسوس نے ڈرتے ڈرتے آگ جلا دی اور یونانی یہ نشان دیکھتے ہی واپس چلے آئے۔ آدھی رات کے وقت گھوڑے کے دروازے کھول دئے گئے۔ اور یونانی بہادر خوب دیکھ بھال کر اور اپنے اپنے اسلاح سنبھال کر باہر نکل آئے۔ اڈیسیس اور مینیلاؤس نے سیدھے ہیلن کے گھر کا راستہ لیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو اُس کے دوسرے شوہر ڈائیفولوس کو سوتے پایا۔ مگر وہ شور سُن کر جاگ اُٹھا۔ اور ہتھیار سنبھال کر مقابلہ کو آ موجود ہوا۔ ہیلن نے جونہی اپنے شوہر کی صورت دیکھی چیخ مار کر بھاگ گئی۔ اور سمجھ گئی کہ ٹرائے کا خاتمہ ہو گیا۔ ڈائیفولوس شیر کی طرح لڑا مگر آخر کار مارا گیا۔ اور اب مینیلاؤس وہی خون سے بھری تلوار ہاتھ میں لئے ہیلن کی طرف پھرا۔ اُس کا ارادہ تو یہ تھا کہ اُسے قتل کرے مگر جب جلتے شہر کی روشنی میں اُس کی نظر اُس کے حسن عالمتاب پر پڑی تو وہ اپنے ارادے کو بھول گیا اور اُس کی تمام بُرائیاں اُس کے دل سے محو ہو گئیں۔ آخر اُس نے تلوار ہاتھ سے پھینک دی اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر چُپ چاپ باہر لے گیا۔

اتنے میں دوسرے بہادروں نے بادشاہ اور دیگر سرکردہ لوگوں کے محلوں میں جا کر اُن کا کام تمام کر دیا تھا۔ اور باقی یونانی فوج کے آنے سے ہر طرف قتل عام اور تاخت و تاراج شروع ہو گیا تھا۔

جونہی یونانیوں کے حملے کی خبر ملی۔ انیاس نے کئی ایک اہل ٹرائے کو جمع کر کے بہت سعی کی کہ یونانیوں کو شہر سے نکال دے۔ مگر جب کچھ بس نہ چلا اور اُس کے ہمراہی مارے گئے تو اُس نے زیادہ لڑنا فضول سمجھا۔ اور اپنے بوڑھے باپ انکیاس کو اپنے کندھے پر اُٹھا کر اور اپنے ننھے بیٹے کی انگلی پکڑ

کر ساتھ لے لیا۔ اور جلتے ہوئے شہر اور فتحمند یونانیوں کی صفوں میں سے صحیح و سلامت نکل گیا۔ کیونکہ اُس کی ماں زہرہ دیوی نے اُسے سب کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔ اور جہاز پر چڑھ کر دُور ملک میں چلا گیا۔ اور شہر روم کو آباد کیا۔ جو شہر آخرکار ایک زمانہ میں عالم بھر کا مالک ہو گیا۔ مگر اُس کا حال ایک علیحدہ کتاب میں بیان ہو گا۔

مینیلاؤس نے اپنی بیوی ہیلن کا قصور معاف کر دیا اور سپارٹا میں چین سے عمر بسر کر کے آخرکار ضعیف عمر میں مر گیا۔ اوڈیسیس برسوں اِدھر اُدھر مارا پھرا۔ اور آخرکار بہت سی تکالیف و مصائب کے بعد اپنے ملک میں جا پہنچا اور اپنی وفادار بیوی کے ساتھ باقی عمر آرام سے بسر کر کے مر گیا۔ شاہ اگممنون صحیح و سلامت گھر جا پہنچا مگر اُس کی بیوی نے اپنی لڑکی کا بدلہ لینے کے لئے جسے جہازوں کی روانگی کے وقت قربان کیا گیا تھا۔ فریب سے اُسے غسل خانہ میں قتل کر دیا۔ مگر ان باتوں کا مفصّل حال ہم ایک علیحدہ کتاب میں ناظرین کو سنائیں گے۔ اس طور پر شہر ٹرائے کا خاتمہ ہوا۔

ہومر کی دوسری نظم

اُڈیسی

تمہید

کوئی بارہ سو سال قبل پیدائش مسیح اہل یونان اور اہل ٹرائے میں ایک بڑی خونریز جنگ واقع ہوئی جو کوئی دس سال کے جدال و قتال کے بعد جس میں طرفین کے بڑے نامی نبرد آزما اور صف شکن دلاور کام آئے ختم ہوئی۔ اور جس میں بالآخر اہل ٹرائے پر غالب فتحیاب ہوئے۔ اِس جنگ کا مفصل حال ہومر کی پہلی نظم ایلیڈ میں درج ہے۔ ٹرائے ایشیائے کوچک میں ایک بڑی زبردست اور عظیم الشان سلطنت تھی اور اُس کا بادشاہ پریام سا مرد میدان اور جانباز مشہور مرد تھا۔ لڑائی کا سبب یہ تھا کہ پریام کا چھوٹا بیٹا پارس سپارٹا کے بادشاہ مینیلاؤس کی بیوی ہیلن کو جو حسن و جمال میں یکتائے زمانہ تھی شاہ مینیلاؤس کی غیر حاضری ہی میں مع مال و اسباب بھگا لایا تھا۔ اس پر مینیلاؤس نے ملک یونان کے تمام بادشاہوں کو جمع کر کے اپنے دشمن سے اپنی آبروریزی کا بدلہ لینے کی فریاد کی جسکو سبھوں نے بدل قبول کیا اور جہازوں کا ایک بیڑا لیکر ٹرائے پر چڑھ گئے۔ اِس مہم میں منجملہ اور یونانی بادشاہوں کے اتھیکا کا بادشاہ اوڈیسیس یا یولیسیس بھی شریک تھا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جو یونانی بادشاہ سلامت رہگئے

تھے اپنے اپنے ملک کو واپس آگئے مگر ایک اوڈیسیس جس کے سر فتح کا سہرا بندھا تھا عرصہ تک اِدھر اُدھر مارا مارا پھرا کیا۔ ہومر کی اس دوسری نظم میں اُن مصائب و تکالیف کا جو اُس نے اپنے وطن کو واپس آتے وقت اُٹھائے ذکر ہے کہ کس طرح طوفان نے اُس کے بیڑے کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا اور وہ ملک ملک مارا پھرا اور طرح طرح کے مصائب کا شکار ہوتا ہوا آخرکار اپنے وطن مالوف میں آ پہنچا اور اپنی عزیز بیوی پنیلوپ اور اپنے اکلوتے بیٹے ٹیلیماکس سے بہت سالوں کی جدائی کے بعد آ ملا +

اوڈیسیس کا محل

القصہ جنگ کے خاتمہ پر اور بادشاہوں کے ہمراہ اوڈیسیس بھی اپنی حسین و عزیز بیوی کے شوق ملاقات میں جہاز میں سوار ہو کر وطن کو روانہ ہوا۔ اگرچہ تمام دیوتا اور خصوصاً زیوس جو تمام دیوتاؤں کا باپ ہے اس بات پر رضامند تھے کہ وہ اپنے وطن میں صحیح و سلامت پہنچ جائے مگر سمندر کا دیوتا پوسائیڈن اُس سے سخت ناراض تھا اور اس لئے اُس نے ایسی زور کی مخالف ہوا کا طوفان چھوڑ دیا کہ اُس کا جہاز طوفان میں پڑ کر کہیں کا کہیں بھٹکتا ہوا قوم سائکلون کے ملک میں جا پہنچا اور وہاں ایک بڑی بھاری مصیبت میں پھنس گیا لیکن ہم تھوڑی دیر کے لئے ناظرین کو ایک اور جگہ لے جاتے ہیں۔ اوڈیسیس جس طرح طرح کے ناقابل برداشت مصائب کا شکار ہوتا پھرتا تھا اُدھر اُس کی بیوی ایک سخت حالتِ تذبذب میں تھی لڑائی کو ختم ہوئے دس سال گزر چلے تھے۔ اور اس عرصہ میں اوڈیسیس کی کوئی خبر نہیں ملی تھی اور وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ مگر اس سے بڑھ کر اسے دقت یہ تھی کہ بہت سے منچلے نوجوان جو اُسے ایک طرح سے بیوہ

سمجھتے تھے اُسے آ آکر شادی کے لئے دق کرتے تھے۔ مگر اُس کے دل میں ابھی تک اپنے خاوند کی محبت اور شوق ملاقات باقی تھا اور اُس اُمید پر اپنی عصمت کو بچائے بیٹھی تھی کہ کسی نہ کسی دن اڈسیس ضرور اُس سے آملیگا۔ اُس کے خواستگاروں نے اڈسیس کے محل پر قبضہ کر رکھا تھا اور رات دن عیش و عشرت مے پرستی اور ناچ رنگ میں مصروف رہتے تھے۔ اور اس طرح اڈسیس کی دولت کو برباد کرتے۔ اور ملکہ کو طرح طرح دق کرتے رہتے تھے۔ پنیلوپ ایک عجیب بیکسی کی حالت میں مبتلا تھی کیونکہ نہ تو اُس کا کوئی رشتہ دار اور نہ غمخوار و مددگار تھا۔ جوان بدذاتوں کو اُن کی شرارتوں اور بیہودہ حرکتوں کی سزا دیتا۔ خود اُس کا بیٹا ابھی کم سن تھا۔ اور اس طرح دونوں ماں بیٹے کی زندگی تلخ ہو رہی تھی۔

جس وقت اِس خاندان پر یہ مصیبتیں نازل ہو رہی تھیں اولمپس[1] پر زیوس کے محل میں دیوتاؤں کی کونسل ہو رہی تھی اور وہ بنی آدم کی بدبختی کا ذکر کر رہے تھے۔ اس وقت پوسائیڈن کسی وجہ سے غیر حاضر تھا۔ میدان خالی دیکھ کر ایتھینی حکمت کی دیوی نے زیوس سے یوں عرض کی "اے باپ یہ لوگ اپنی شرارتوں کی سزا بھگتتے ہیں مگر اڈسیس نے ایسا کونسا بڑا کام کیا ہے کہ اُسے ایک ویران جزیرہ میں ڈال رکھا ہے۔ جہاں اٹلس دیوتا کی بیٹی کلیپسو جادوگرنی نے جو سمندر کے رازوں سے واقف ہے اور اُن ستونوں کی محافظ ہے جن سے زمین و آسمان تھمے ہوئے ہیں۔ اُسکی وہاں سے نکلنے کی راہ مسدود کر رکھی ہے اور اُسے اپنے دام میں پھنسا رکھا ہے۔ مگر اُس غریب کا دل اب بھی اپنے وطن بیوی اور بیٹے کی طرف لگا ہے ـ کیا اولمپس کا مالک اُس کو وہیں پڑا رہنے دیگا؟ وہ اڈسیس سے جو ٹرائے کے میدان جنگ میں ہر طرح کی قربانیاں گذرانتا رہا کیونکر ناراض رہ سکتا ہے"؟

[1] یونانیوں کا عرش بریں جہاں دیوتا رہتے تھے۔ یہ نام اس سبب سے ہے کہ وہاں کا سہرا[illegible] اسی دیوی کے نام سے کہلاتا ہے۔

ٹیلیماکس نے جواب دیا کہ "نہیں میری بچی۔ یہ بیس اوڈیسیس کو جو روئے زمین کے تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند ہے کبھی نہیں بھولوں گا مگر ایک ہی سائیڈن دیوتا اُس سے ناراض ہے جب سے کہ اُس نے اُس کے بیٹے سکلوپ کو اندھا کر دیا ہے۔ اِس لیئے وہ اُس کو اپنے وطن کو واپس جانے نہیں دیتا۔ مگر اوڈیسیس ضرور اپنے وطن کی صورت پھر دیکھ سکیگا بشرطیکہ ہم سب متفق ہوں کیونکہ صرف ایک دیوتا باقی تمام دیوتاؤں کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ بلکہ اُسکو اپنا غصہ دھو ڈالنا ہوگا۔" اس پر اتھینی دیوی نے کہا کہ "اگر دیوتاؤں کی یہ مرضی ہے تو ہرمز (عطارد) پیامبر کو پیغام دے کر کلپسو کے پاس روانہ کیا جائے۔ اور میں اِتھیکا جا کر اس کے بیٹے ٹیلیماکس کو ترغیب دیتی ہوں کہ وہ بزرگوں کی مجلس منعقد کر کے اُن شاہزادوں کی نیا دتیوں کو بیان کرے جو اُس کے باپ کا مال و دولت برباد کر رہے اور اُس کی ماں کو فریب دیکر اپنے دام محبت میں پھانسنا چاہتے ہیں۔ اِس کے بعد میں اُس کو اپنے باپ کی تلاش کے لیئے پائلوس اور سپارٹا کی طرف بھیجونگی۔" یہ کہہ کر وہ اپنی ہوائی کھڑاویں پہنکر جو اُس کو تری اور خشکی پر ہوا کی مانند لے جاتی تھیں۔ اولمپس کی بلند چوٹی پر سے تیر کی مانند جزیرہ اتھیکا میں اوڈیسیس کے محل میں جا اُتری۔ وہاں پہنچکر اُس نے اوڈیسیس کے دوست منٹیس کی شکل اختیار کی اور ہاتھ میں ایک شمشادی برچھی لیئے ہوئے محل کے دروازے پر جا کھڑی ہوئی۔ یہاں بہت سے شاہزادے شراب نوشی میں مصروف تھے اور دعوت کی طیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور ٹیلیماکس اِس فکر میں سرنگوں و افسردہ خاطر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ وہ کون سا دن ہوگا کہ اُس کا باپ واپس آ کر ان بدذاتوں اور شریروں سے جو اُس کی دولت کو برباد اور اُس کے حقوق کو غصب کر رہے ہیں اُن کی شرارتوں کا بدلہ لیگا۔

جونہی اُس کی نگاہ اُوپر کو اُٹھ گئی اور ایک مسافر کو اپنے محل کے دروازے

پر خاموش کھڑا دیکھا۔ مسافر نوازی کے جوش نے اُس کو اُبھارا۔ وہ دوڑ کر اُس کے پاس گیا۔ اُس سے ہاتھ ملایا اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ لاکر اُس کو ایک طرف کمرے میں بٹھایا۔ اتنے میں ایک کنیز نقرئی آفتابہ اور زرین صراحی لیکر حاضر ہوئی اور حاضرین مجلس کے ہاتھ دھلا کر چلی گئی۔ اس کے بعد ایک دوسری لونڈی نے آکر دسترخوان بچھا دیا اور طرح طرح کے لذیذ کھانے چنے گئے۔ جب فرضی بیٹس اور تمام لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو مطرب طلب کیا گیا۔ جس نے حاضرین مجلس کو خوش کرنے کے لئے بربط بجا بجا کر سُریلے سُروں میں دلکش راگ اور راگنیاں الاپنا شروع کیا۔ اہل مجلس تو اُدھر راگ میں بے خود ہو رہے۔ اِدھر ٹیلیماکس نے مینٹس سے پوچھنا شروع کیا کہ "جتنے لوگ اس محفل میں شریک ہیں سب میرے باپ کے شناسا ہیں مگر میں نے آپ کو کبھی اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ فرمائیے آپ کون ہیں؟ اور کیونکر یہاں تک قدم رنجہ فرمایا ہے؟ کیا آپ میرے غریب خانہ پر پہلی ہی مرتبہ آئے ہیں یا میرے باپ کے پرانے دوست ہیں کیونکہ اُس کے وقت میں اکثر مہمان آتے رہتے تھے؟ افسوس یہ سب لوگ جیسے رقص و سرود اور کھانے پینے اور شراب نوشی کے شائق ہیں جو اُس بیکس اور مفقود الخبر کی دولت کو بڑی بے دردی اور لاپروائی کے ساتھ برباد کر رہے ہیں معلوم نہیں اُس کی ہڈیاں کسی ویران اور دور دراز ساحل سمندر پر گل رہی ہیں یا بحر زخار کی لہروں میں تیرتی پھرتی ہیں۔ اور اُسکی رُوح شوق وطن و یاد احباب میں کیسی مضطرب و بے چین ہو رہی ہوگی۔ کاش۔ وہ یہاں آجاتے تو یہ سارے کے سارے اُس شیر مرد کی صورت دیکھتے ہی گیدڑوں کی مانند دُم دبا کر بھاگ جائینگے۔ مگر مجھے اب اُس کے واپس آنے کی کوئی اُمید باقی نہیں رہی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ واپس آرہا ہے اور راستہ میں ہے تو بھی مجھے اعتبار نہ آئیگا۔ کیا تمہیں اُس کی کچھ خبر ہے؟

اَنتھینیؔ۔ میرا نام منٹیس ہے اور میں تمہارے باپ کا ایک پُرانا دوست ہوں۔ اِس وقت میں جزیرہ ٹیمرس کو ایک ضروری کام کی خاطر جا رہا ہوں۔ اگر تم میرا زیادہ حال جاننا چاہتے ہو تو اپنے دادا لیرٹس سے دریافت کر لو۔ میں نے سُنا ہے کہ تمہارے باپ کی جدائی میں اُس کی زندگی تلخ ہو رہی ہے۔ وہ مغموم اور رنجیدہ خاطر صرف ایک نوکر کے ساتھ دیہات میں پڑا ہؤا ہے اور اُس کا جی یہاں آنے کو بھی نہیں کرتا۔ میں سمجھتا تھا کہ تمہارا باپ مکان پر موجود ہوگا اور میں نے دل میں کہا کہ چلو میں بھی ملاقات کرتا چلوں۔ لیکن یہاں آکر معلوم ہؤا کہ وہ ابھی تک نہیں لوٹا۔ تو بھی کچھ فکر نہ کرو۔ اگرچہ اُس کو گھر سے باہر ایک مدّت گذر گئی ہے مگر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ ضرور کبھی نہ کبھی واپس آئیگا۔ شاید وہ خلاف مرضی کہیں رو کا گیا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر کوئی اُسے زنجیروں میں بھی باندھ کر رکھیگا تو وہ ہرگز نہ رہیگا۔ گو میں نبی یا غیب دان نہیں ہوں مگر میری بات یاد رکھو کہ وہ ضرور واپس آئیگا۔ تمہارا سر تمہاری خوبصورت آنکھیں اور تمہاری شکل وصورت بالکل اُڈیسیس کی سی ہے۔ کہیں بال برابر فرق نہیں ہے۔ میں اُس کے ٹرائے جانے سے پہلے اُس سے ملا تھا۔ مگر سُنو۔ یہاں تو آؤ۔ یہ کیا ہنگامہ بے تمیزی ہے ؟ کیا یہ تمہارے مہمان ہیں ؟ دیکھو تو تمہارے گھر میں یہ کیسے ربلے پیلے پھرتے اور بدمستی دکھلا رہے ہیں !"

ٹیلیماکس "جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں یہ ہمارے گھر کی بربادی کے آثار ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اب میرا باپ لوٹ کر نہیں آئیگا۔ کیونکہ سبھوں کی اُمید منقطع ہو گئی ہے۔ یہ سب اتھیکا اور اُس کے آس پاس کے جزیروں کے شاہزادے ہیں جن میں سے ہر ایک میری ماں سے شادی کا خواستگار ہے یہ ہماری دولت کو برباد کئے ڈالتے ہیں اور ہم اُن سے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ ہر روز یہی ہوتا رہتا ہے۔ اور عنقریب ایسا ہوگا کہ میری جان جائیگی "

دیوی :- "اچھا تو تم میری صلاح پر عمل کرو۔ آج تم ان سے کہدو کہ تم سب میرے باپ کے مکان سے چلے جاؤ۔ اب میں اس کی جگہ اس کا وارث اور قائم مقام ہوں۔ اور اگر تمہاری ماں کسی سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اُن سے کہدو کہ وہ ابھی اپنے باپ کے گھر چلی جائے اور وہاں جس سے جی چاہے اپنی شادی کا جشن منائے۔ لیکن اگر یہ لوگ اس پر بھی نہ باز آئیں تو اپنے شہر کے بزرگوں کی مجلس منعقد کر کے اُن کے سامنے یہی التجا پیش کرو۔ اور اگر اس سے بھی کچھ نتیجہ نہ نکلے تو تم شاہ پائلوس اور شاہ اسپارٹا کے پاس جاؤ اور اُن سے اپنے باپ کا حال دریافت کرو۔ اگر اُن سے معلوم ہو جائے کہ اڈیسیس ابھی زندہ ہے تو برس دو برس اور اُس کا انتظار کرو اور اگر اُس کی موت کا یقین ہو جائے تو پھر تم ان سے بدلہ لینے کی کوشش کرو۔ مگر تم ہمت باندھے رہو۔ اور ضرور کامیاب ہوؤ گے۔ لیکن اب میں رخصت ہوتا ہوں۔"

یہ کہکر حالانکہ ٹیلیماکس اُس کو اور ٹھہرنے کے لئے بضد ہوتا رہا مگر دیوی اُٹھ کھڑی ہوئی اور صورت بدل کر یکایک نظروں سے غائب ہو گئی۔ اُس وقت ٹیلیماکس نے دیوی کو پہچانا اور اُسے اُس میں دلیری اور مستعدی کی ایک روح آ گئی۔ اور وہ ایک شہ زور بہادر کی طرح اپنی ماں کے خواستگاروں کی مجلس میں آ پہنچا ◆

اُس وقت بربط نواز ایک دل نشین راگ گا رہا تھا جس میں یونانیوں کے ٹرائے سے واپسی کا ذکر تھا۔ ملکہ پینیلوپ اُس کو سنتے ہی اپنے بالاخانہ سے اُٹھ کر جہاں وہ اپنی خواصوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ نقاب ڈالے ہوئے دروازے میں آ کھڑی ہوئی۔ مگر اُس کا غم سے بھرا ہوا دل اُس راگ کے سننے کی جو اُسکے رنج والم کو بڑھانے والا تھا تاب نہ لا سکا۔ اور اُس نے گویئے سے کہا کہ "فیمس۔ تمہیں تو بہت سے راگ معلوم ہیں جن کو سن کر انسان کا دل خوش ہو جاتا ہے مگر اس راگ سے تو میرے دل کے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں کیونکہ اس میں

میرے باپ اور میری جائداد کے مال متاع کا ذکر ہے جس کا مجھے ہردم
دھیان رہتا ہے۔ مگر اسی وقت ٹیلیماکس بھی وہاں جا پہنچا اور اپنی ماں
سے کہنے لگا آپ انہیں گانے دیجئے۔ اس کا کیا قصور ہے ہمارا باپ زیوس دیوتا جسے
چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے نعمت۔ اس نے اس وقت ہم کو غم
دے رکھا ہے۔ آپ فیمیس کو سننے گانے اور سنانے دیں۔ کیونکہ انسانی فطرت کا یہ
تقاضا ہے کہ وہ نئے سے نئے راگوں اور گیتوں کو سننا چاہتا ہے ٭

اس کی ماں کو اس بات سے بڑی حیرت ہوئی اور وہ دم بخود ہو اپنے کمرے کو چلی گئی۔
اس کے بعد پھر نئے ہی ٹیلیماکس شاہزادوں سے یوں مخاطب ہوا۔ اے
صاحبان آج رات بھر اپنے حسب منشا کھاؤ پیو اور خوشی کرو۔ مگر کل
صبح سب ایک مجلس میں جہاں اس شہر کے بزرگ جمع ہوتے ہیں تشریف لاؤ۔ کیونکہ
مجھے تم سے وہاں ایک بات کہنی ہے اور وہ بات یہ ہے کہ تم میرے گھر سے چلے
جاؤ اور جہاں جی چاہے اپنی بزم طرب آراستہ کرو۔ اگر تم نہ مانو گے تو میں دیوتاؤں
سے فریاد کرونگا کہ وہ تمہاری شرارتوں اور بدمعاشیوں کے عوض تم پر اپنا قہر نازل
کریں ٭

انٹینوس (ان شاہزادوں میں سے ایک) "شاہزادے تم تو اس طرح باتیں
کرتے ہو جیسے تمہیں الہام ہوا ہے۔ اگر زیوس دیوتا نے تمہیں اتھاکا کا
بادشاہ بنا دیا۔ تو کل کے دن ہمارے لئے بڑی مصیبت کا سامنا ہوگا ٭

ٹیلیماکس "اگر زیوس مجھے بادشاہی عطا کریگا تو میں خوشی قبول کرونگا لیکن
میرا باپ تو مر چکا ہے اور اگر دیوتا کسی اور کو بادشاہ بنا دینگے تو میں صرف
اپنے باپ ہی کے گھر میں بادشاہی کرونگا ٭

یوریمیکس (دوسرا خواستگار) "یہ تو صرف دیوتاؤں ہی کو معلوم ہے کہ بادشاہ
کون ہوگا۔ مگر ہم سب خوش ہیں کہ تم اپنے مملوکات پر قبضہ اور اپنے باپ کے گھر
میں بادشاہی کرو۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ وہ مسافر کون تھا جو ابھی یہاں آیا تھا؟ کہاں

وہ تمہارے باپ کی کوئی خبر لایا تھا ؟ وہ ، سفر جلد چلا گیا کہ ہم اُسے دیکھ بھی نہ سکے کہ وہ کون تھا۔ مگر صورت سے تو کوئی معزز آدمی معلوم ہوتا تھا ؟

ٹیلیماکس " مجھے اپنے باپ کی خبر ملنے کی تو اب کوئی اُمید باقی نہیں رہی اور توہمات باطل پر مجھے اعتبار نہیں وہ شخص میرے باپ کا ایک دوست تھا اور اُس کا نام شاہ منیٹس ہے " ✤

یہ کہکر وہ اپنی دایہ کے ہمراہ خوابگاہ کو چلا گیا۔ مگر اُسے رات بھر نیند نہ آئی اور وہ اس سفر کی فکر میں رہا جس کی صلاح اتھینی نے اُس کو دی تھی ✤

بزرگوں کی مجلس

دوسرے ہی دن بزرگوں کی مجلس منعقد ہوئی۔ ایسی عالیشان کہ اڈسیس کے جانے کے بعد کبھی نہ ہوئی تھی۔ ایک بزرگ نے اُٹھکر دریافت کیا " ہمیں یہاں کس نے اور کس لئے بلایا ہے ؟"

ٹیلیماکس نے جسکی آنکھوں اور صورت اور اطوار سے خلاف معمول ایک قسم کا رعب ٹپکتا تھا کھڑے ہوکر اپنا دکھ درد اور خانہ بربادی کے اسباب بڑے مؤثر پیرایہ میں بیان کئے۔ یہاں تک کہ اہل مجلس دنگ رہ گئے " میرا باپ جو اپنی رعایا کا خیر خواہ اور مہربان دوست تھا مر گیا۔ اور اُس ملک کے شاہزادے جو میری بیکس ولا چار ماں کے ساتھ شادی کے خواستگار ہیں ہماری منشا کے خلاف ہمارے مکان پر قابض ہیں اور ہماری دولت و عزت کو بے دریغ برباد کر رہے ہیں ہمارے مواشی مفت ذبح کئے جاتے ہیں اور ہماری شرابیں لنڈھائی جاتی ہیں میں اسقدر قدرت نہیں رکھتا کہ اُن کو اپنے مکان سے نکال سکوں۔ اے بزرگو۔ کیا تم جانباز اور نیک اڈسیس کی خاطر اس معاملہ میں میری مدد نہ کروگے ؟ اور اُس نے اپنا عصا زمین پر دے مارا اور پھوٹ

پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا یہاں تک کہ اُس کی قابلِ رحم حالت اور مجبوری پر سب کو
ترس آگیا اور اہلِ مجلس پر ایک خاموشی چھا گئی۔ اور کسی کو کچھ جواب دینے کی
جرأت نہ ہوئی۔ مگر تھوڑی دیر بعد انٹینوس نے اُس پُر ہول خاموشی کو توڑا اور یُوں
گویا ہوا۔ اے اہلِ مجلس، تو پُر نوجوان ٹیلیماکس نے کہا اُس کا لفظ لفظ راستی سے
بھرا ہوا ہے۔ مگر اس میں ہم لوگوں کی کوئی خطا نہیں ہے۔ بلکہ خود اُس کی ماں
کی ہے جس نے ہم سبھوں کو فریب دام میں پھنسا لیا اور تین چار سال سے
ہر شخص کو جھوٹے وعدوں اور خالی اُمیدوں پر ٹال رہی ہے۔ وہ ہمارے
ساتھ بالکل بھگت کا سا فریب کھیل رہی ہے۔ اُس نے ایک ایسی چال اختیار کی ہے
کہ آخر میں ہم سبھوں کے ہاتھ سوائے بدنامی اور پشیمانی کے اور کچھ نہ آئے گا۔
یقیناً وہ لطائف الحیل سے کام لے رہی ہے۔ اُس نے کپڑا بُننے کی ایک بڑی
کرگاہ قائم کی تھی جس پر وہ کام کرنے میں لگی رہتی تھی اور ہم سے کہہ رکھا تھا
کہ میں اپنے بڈھے سسر لرٹس کے لئے ایک عمدہ کپڑے کا کفن طیار کر رہی ہوں
اور جب تک وہ ختم نہ ہو جائے مجھے شادی کرنے سے معذور رکھا جائے۔ اس
بات پر ہم سب راضی ہو گئے مگر ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے کہ ہم کو معلوم ہوا کہ
جس قدر وہ دن کو بُنتی تھی رات کو اُدھیڑ ڈالتی تھی تاکہ اُس کا کام کبھی ختم
ہونے نہ پائے۔ مگر اُس کی ریاکاریاں اور چالاکیاں رفتہ رفتہ ظاہر ہو گئیں اور اُنکا
اُس کی ایک خواصوں نے جن پر ہم میں سے کئی شاہزادے فریفتہ ہو گئے ہیں
اُن کا راز کھول دیا ہے۔ اور ہم اہلِ مجلس ڈنکے کی چوٹ سے کہتے
ہیں کہ یا اُس اپنی ماں کو یا تو اُس کے باپ کے گھر بھیج دے اور یا ہم میں سے
کسی کو اپنا خاوند منتخب کرنے کی اجازت دے دے۔ ورنہ جب تک وہ یہاں
موجود ہے ہم اُس کے گھر سے ہرگز نہ جائیں گے۔ بلکہ اُس کی دولت کو لوٹتے رہیں
گے [illegible]
ٹیلیماکس نے جواب دیا۔ میں اپنی ماں کو اُس کی مرضی کے خلاف اُس کے

باپ کے گھر کس طرح پہنچ سکتا ہوں۔ سب لوگ میرے سر الزام دھریں گے۔ اُس کا
باپ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کریگا اور وہ خود دیوتاؤں سے دعا مانگیگی
کہ وہ مجھ سے میری بدسلوکی کا بدلہ لیں۔ اور اُس کی دُعا ضرور مستجاب ہوگی۔
لیکن اگر تم کو کچھ شرم رہ جاتی ہے تو اب میرے گھر سے چلے جاؤ۔ اور جہاں جی چاہے
اپنی بزم طرب جماؤ۔ لیکن اگر تم راہ راست پر نہ آؤ گے تو میں زئوس اور تمام
عجز ذاتی دیوتاؤں سے دعا کرونگا کہ ہمیں تمہاری شرارتوں کی سزا دیں"۔

اُس نے دیوتاؤں سے فریاد کی جس کے مقبول ہونے کے آثار فی الفور
معلوم دیئے کیونکہ دو عقاب اہل مجلس کے سروں پر نظر آئے جو اُڑتے اور چکر
لگاتے اور ایک دوسرے کو اپنی چونچ اور پنجوں سے زخمی کرتے تھے۔ یہ دونوں
لڑتے لڑتے اہل مجلس کے درمیان آ پڑے۔ اُس وقت اِس مجلس میں ہالیتھرس
فال گو بھی موجود تھا وہ یہ دیکھ کر بولا "اُڈیسیس گھر کی طرف روانہ ہو گیا
ہے اور راستہ میں ہے۔ بہتر ہے کہ اس کی ملکہ کے چاہنے والے فی الفور
یہاں سے چلے جائیں ورنہ وہ آتے ہی ایک ایک سے بدلہ لیگا اور ان کی
شرارتوں کا اُن کو خوب مزہ چکھایا جائے گا"۔

اِس پر اُن میں سے ایک نے جواب دیا - "اے بڈھے فال گو! [illegible] جا - اور کہیں اور اپنی قسمت
[illegible] اچھا ہوگا - ہم یہاں سے ہرگز
[illegible]

ٹیلیماکس نے [illegible] کو دیوتاؤں کی طرف سے الہام ہوا تھا بولا [illegible] اب
میں تم سے تمہاری شرارتوں اور ایذا رسانی کی نسبت کچھ نہ کہونگا۔
کیونکہ وہ تمام [illegible] اور دیوتاؤں پر روشن ہو گئی ہیں۔ تم میری اتنی التجا
قبول کرو کہ مجھ کو ایک جہاز [illegible] اور سامان سفر
دیدو کہ میں اپنے باپ کی خبر لینے کے لئے سپارٹا اور پائلوس جا سکوں

پاس جاؤں؛

یہ سنتے ہی منیٹور جو اُس کے باپ کا دوست صادق تھا اور جسکو اڈسیس ٹرائے جاتے وقت اپنے بیٹے کا ولی اور محافظ اور گھر کا امین بنا گیا تھا اپنے دوست کی خانہ بربادی اور اُس کے بیٹے کی مجبوری پر تعجب ہو کر بولا "اے اہل اتھاکا سنو۔ تمہارا بادشاہ اڈسیس بڑا شریف، حق پرست، سچا انسان تھا۔ مگر تم نے اُس کے سلوکوں اور احسانوں کا حق فراموش کر دیا کہ اُس کے گھر کو ان مغروروں کا شکار ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی خاموش بیٹھے ہو۔ مگر میں اُن پر اتنا الزام تو نہیں لگاتا جتنا کہ تم پر۔ کیونکہ وہ اپنی جانوں کو خود اپنے ہاتھوں سے خطرے میں ڈال رہے اور برباد و تلف کر رہے ہیں"؛

اس پر تمام خواستگاروں نے برہم ہو کر کہا "جہاں سے ہو سکے ٹیلیماکس خود اپنے لئے جہاز حاصل کرے مگر ہم تو منیٹور کی ایک بات بھی نہ مانینگے اور اگر شاید اڈسیس بھی کبھی یہاں آیا تو اُس کو بھی نکال دیا جائیگا۔ اور اُس کی بیوی اُس کی واپسی پر ہرگز خوش نہ ہوگی"؛

اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی اور ٹیلیماکس یہ دیکھ کر کہ اُس کا کوئی حامی و مددگار نہیں غمگین و شکستہ دل ساحل سمندر کی طرف چلا گیا۔ یہاں اُس نے اپنے ہاتھ دھوئے اور دیوی اتھینی کے حضور میں بلند کر کے التجا کی "اے میری جائے پناہ دیوی۔ تو نے مجھے کل حکم دیا تھا کہ ایک جہاز تیار کر اور اپنے باپ کی تلاش میں گھر سے نکل لیکن میری ماں کے خواستگار مجھے تیرے حکم کی تعمیل نہیں کرنے دیتے"؛

وہ دعا کر ہی رہا تھا کہ دیوی آسمان سے اتر کر اُس کے محافظ منیٹور کی شکل میں اُس سے ہمکلام ہوئی اور کہنے لگی کہ "اگر تو اپنے باپ کا بیٹا ہے تو کبھی ناکامیاب نہ رہیگا۔ ان شریروں کی بات پر نہ جا بلکہ انہیں اپنی شرارتوں میں سرشار رہنے دے۔ میں تجھے جہاز دونگا۔ اور خود بھی تیرے ساتھ سفر میں رہونگا۔

تو اپنے محل میں جا۔ خوراک اور شراب کافی مقدار میں مہیا کر۔ میں تیرے لئے اچھے سے اچھا جہاز بندرگاہ میں لاکر کھڑا کئے دیتا ہوں اور شام کی تاریکی پھیلتے ہی تجھے آکر لے جاؤں گا"۔

پس وہ اپنے محل کو چلا گیا۔ مگر انٹینوس اُس کو دیکھ کر مسخر کے ساتھ سلام کیا اور ہاتھ ملایا اور اُس کو بٹھانے کی کوشش کی مگر وہ چلا ہی گیا۔ مگر اُس کے جانے وقت اور بہت سے خواستگاروں نے اُس پر آوازے کسنے شروع کئے۔ ایک بولا۔ وہ ہمارے نقصان پہنچانے کی فکر میں ہے۔ دوسرا۔ نہیں۔ وہ غیر ملک والوں سے مدد لینے جاتا ہے۔ تیسرا۔ وہ ہماری جان لینے کے لئے کہیں زہر لینے چلا ہے۔ اور ایک بولا کہ اگر وہ بھی اپنے باپ کی طرح سمندر ہی میں مر گیا تو بُرا ہوگا۔ مگر خیر ہم اُس کی دولت و مملوکات کو آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ مگر ٹیلیماکس سر نیچا کئے چپ چاپ سیدھا اپنے باپ کے توشہ خانے کو چلا گیا۔ جہاں چاندی اور سونے کے انبار لگے تھے۔ کپڑوں کے صندوق بکثرت پڑے تھے اور روغن زیتون اور شرابوں کے پیپے کے پیپے دھرے تھے۔ اور انواع و اقسام کی اشیا بکثرت موجود تھیں۔ وہاں اُس نے اپنی دایہ یوریکلیا سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور حالانکہ وہ اُسکو اُس کے ارادے سے باز رکھنے کے لئے رو رو کر بہتیری منت و سماجت کرتی رہی اور کہتی رہی کہ دیکھ تو بھی اوڈسیس کی طرح ہمارے ہاتھوں سے نکلا جاتا ہے۔ اِن شریروں کو مال و دولت لٹانے دے۔ ہمارے لئے تو تو ہی سب کچھ ہے"۔ مگر اُس نے ایک نہ مانی۔ بلکہ دیوی کے حکم کے موافق تمام سامان درست کر لیا اور اُس رنجور کو یہ کہکر تسلی دی کہ "دیوتاؤں کی یہی مرضی ہے۔ تو رنج سے اپنا دل نہ کڑھا۔ میں بہت جلد کامیاب ہو کر واپس آتا ہوں۔ مگر دیکھ میری ماں سے گیارہ دن تک کچھ نہ کہنا"۔ وہ اُس کی بات پر کاربند ہو کر اُس کے پاس سے چلی گئی۔

اسی اثنا میں دیوی نے ایک جہاز معہ بیس جہازیوں کے بندرگاہ میں پہنچا دیا۔ اور شام ہوتے ہی منیٹور کی شکل میں اُس کے محل میں گئی۔ اُس کے داخل ہوتے ہی تمام شاہزادوں پر ایک عجیب نیند کا غلبہ ہوا۔ وہ اونگھنے لگے۔ اور اُن کے ہاتھوں سے شراب کے پیالے گر پڑے۔ تب اُس نے ٹیلیماکس کو بُلایا اور وہاں سے تمام سامان اور اُس کو اپنے ساتھ لے کر بندرگاہ میں چلی گئی۔ اور سامان کو جہاز میں رکھوا اور شاہزادے کو اُس میں بٹھا کر بادبان کھول دیئے اور لنگر اُٹھوا دیا اور خود جہاز چلانے لگی۔ مغربی کی سمت سے ایک خوشگوار ہوا چلنے لگی جس نے جہاز کی رفتار میں تیزی پیدا کر دی۔ اور جب وہ نیلگوں سمندر کی لہروں پر خوش خوش چلے جا رہے تھے اُنہوں نے غیر فانی دیوتاؤں اور خصوصاً دیوی اتھینی کو جو زیوس دیوتا کی بیٹی تھی شراب کی قربانی گذرانی ۔

شاہ پائلوس کا محل

صبح ہوتے ہی جب ٹیلیماکس کے غائب ہو جانے کی خبر پھیلی تو سب کو معلوم ہوئی۔ تو بد ذات اینٹینوس اور اُس کے ساتھیوں کو ٹیلیماکس کی جرأت پر بڑی حیرت ہوئی۔ اور ڈرے کہ کہیں اُن پر کوئی آفت نہ آجائے۔ آخر اینٹینوس نے ارادہ ظاہر کیا کہ میں ایک جہاز تیار کر کے اُسے واپسی کے وقت سمندر ہی میں غارت کر دوں گا۔ جب یہ خبر میڈن نقیب کی معرفت ملکہ پنیلوپی تک پہنچی تو اُس کے ہوش اُڑ گئے اور محل میں ایک کہرام مچ گیا۔ کیونکہ ٹیلیماکس نے بھی اُسے پہلے خبر نہیں دی تھی۔ اس بات سے اُسے سخت صدمہ ہوا اور اپنے خواصوں سے رو رو کر بیان کرتی تھی کہ ہائے میری ساری عمر کی کمائی لٹ گئی۔ یہ مجھ پر دوسری سخت مصیبت نازل ہوئی۔ اسی رنج و ملال کی حالت میں اُس نے اپنے ہاتھ دیوی اتھینی کے حضور میں اُٹھائے اور رو کر فریاد کی۔ دیوی نے فوراً اُس کی فریاد سنی۔ ملکہ روتے روتے سو گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ اُس کی بہن افتھمی اُس کے سرہانے کھڑی کہہ رہی ہے کہ گھبراؤ نہیں تمہارا بیٹا صحیح و سلامت واپس آئیگا۔ کیونکہ اُس کے ساتھ ایک بڑا زبردست محافظ ہے ظاہر میں تو یہ اُس کی بہن نظر آتی تھی مگر اُس کے شان و جلال کو دیکھ کر ملکہ سمجھ گئی کہ وہ دراصل دیوی ہے۔ اور اس لئے چونکہ وہ ایک وفادار بیوی تھی اُس سے دریافت کرنے لگی کہ میرے خاوند کا کچھ حال بتائیے۔ مگر اُس نے جواب دیا کہ یہ بتانا میرا کام نہیں ہے اور یہ کہہ کر غائب ہو گئی۔ ادھر ملکہ بیدار ہوئی اور کہنے لگی کہ جو کچھ دیکھا سو خواب تھا۔ لیکن اگرچہ وہ فی الحقیقت خواب ہی تھا۔ تاہم اُسے اطمینان ہو گیا کہ فال نیک نظر آتی ہے۔

دیوی اتھینی کی مہربانی سے ٹیلیماکس کا جہاز امن و امان کے ساتھ ساحل

پائلوس پہنچا۔ جہاں سے وہ فوراً مینٹور کو ساتھ لیکر سیدھا نیسٹور شاہ
پائلوس کے محل کو گیا۔ وہاں ایک بڑا جشن اُڑ رہا تھا۔ جس میں نیسٹور اُس کے
بیٹے اور مہمان شریک تھے۔ ایک عالیشان و پرتکلف دعوت کی تیاریاں ہو رہی
تھیں۔ نیسٹور کا بڑا بیٹا پیسسٹراٹیس دعوت کا منتظم تھا۔ اُس نے ٹیلیماکس اور
اُس کے ساتھی کو بڑی تعظیم سے بٹھایا۔ اور تواضع میں شراب کا پیالہ پہلے
مینٹور کی نذر کیا۔ جس نے اہل جشن کے ساتھ دیوتاؤں کی سلامتی اور اپنی پرامن
واپسی کے لئے پوسیڈن دیوتا سے دعا مانگی۔ جب مہمان کھانے پینے اور
شراب نوشی سے سیر ہو گئے اور دعوت ہو چکی تو نیسٹور نے اپنے ان دونوں
مہمانوں سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں۔
ٹیلیماکس نے بڑے ادب کے ساتھ اپنا نام اور وہاں آنے کی غرض بیان کی۔ اور
اُسے اُن ایام کی یاد دلا کر جبکہ وہ اور اوڈیسیس دونوں جنگ ٹرائے میں شریک
تھے التجا کی کہ اگر آپ کو میرے باپ کی کچھ خبر معلوم ہو تو بتا دیجئے گا +

نیسٹور نے سارا قصہ کہہ سنایا کہ جنگ ٹرائے کے بعد کس طرح دیوتاؤں نے
شاہ اگمنون اور شاہ مینیلاؤس کے درمیان جھگڑا پیدا کر دیا جس کے باعث
جہازوں کا بیڑا دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ ایک حصے کو لیکر شاہ مینیلاؤس وطن
کو چل دیا۔ اور دوسرا حصہ وہیں رہ گیا۔ اوڈیسیس جو پہلے شاہ مینیلاؤس کے
ساتھ روانہ ہوا تھا گھبرا کر اپنے سردار اگمنون سے جا ملا۔ اور اس کے بعد کا
مجھے کچھ حال معلوم نہیں کہ اوڈیسیس پر کیا گزری۔ لیکن اگر دیوی اتھینی جو
اوڈیسیس کی حامی و مددگار ہے تمہارے اوپر مہربان رہے گی تو تمہیں کچھ
نقصان نہ پہنچے گا +

جب ٹیلیماکس کو نیسٹور سے اپنے باپ کا کچھ حال معلوم نہ ہوا تو اُس سے
رخصت چاہی۔ مگر نیسٹور نے التجا کی کہ اگر زیادہ دن نہیں تو آج کی رات تو ضرور
میرے محل میں مہمان رہیے۔ میں خود تمہیں صبح مینیلاؤس شاہ اسپارٹا کے ہاں

روانہ کر دونگا۔ شاید وہاں سے تمہیں کچھ حال معلوم ہو جائے تو تیلیماکس کے
محافظ نے اُسکے حکم یا گزارش قبول کر لو۔ تب وہ یکایک عقاب کی شکل بدل لی۔
اور اپنے بازو پھیلا کر آسمان کو چڑھ گئی۔ اسی وقت نیسٹور اور تیلیماکس دونوں
نے پہچانا کہ دراصل دیوی اتھینی مینٹور کی شکل میں اپنی برکت سے اُس کی
رہنما بنی ہوئی تھی۔ اور انہوں نے فی الفور اُس کے لئے ایک بڑی قربانی
گذرانی۔ صبح ہوتے ہی نیسٹور نے ایک رتھ میں دو تیز خرام و تیز رفتار گھوڑے
جُتوائے۔ اور سامان سفر تیار کر کے تیلیماکس کو اُس میں سوار کیا۔ اور خود
اپنے بیٹے کو رتھ بان کی خدمت سپرد کر کے اُسے اسپارٹا روانہ کر دیا ۔

شاہ مینیلاؤس کا محل

پہلے دن وہ نیسٹور کے دوست فیری کے ہاں ٹھیرے جو اُن کے ساتھ
بڑی خاطر و مدارات سے پیش آیا اور دوسرے دن غروب آفتاب کے بعد
اسپارٹا میں شاہ مینیلاؤس کے محل میں جا پہنچے۔ پائلوس کی طرح اسپارٹا
میں بھی بڑا جشن ہو رہا تھا۔ کیونکہ مینیلاؤس کے محل میں دو شادیاں ہونے
والی تھیں۔ اُس کی بیٹی ہرمائنی جو ہیلن (یہ وہی ہیلن تھی جسے شاہ ٹرائے
کا بیٹا پارس بھگا لے گیا تھا اور جس کے لئے اہل ٹرائے اور اہل یونان
میں جنگ ہوئی تھی) سے پیدا ہوئی تھی۔ اچیلز کے بیٹے نیوپٹالمیوس سے
بیاہی جانے کو تھی۔ دوسری شادی اُس کے بیٹے میگاپینتھیز کی تھی جو
ایک لونڈی سے پیدا ہوا تھا۔ جب یہ وہاں پہنچے تو محل میں رقص و سرود کی
محفل گرم تھی۔ مینیلاؤس نے اُنہیں بڑے تپاک سے لیا اور بڑی عزت
سے بٹھایا۔ جب مہمان شاہی محفل میں جشن و طرب کے مزے لے رہے تھے

مینیلاؤس کا دل اپنے بھائی اگمنون اور دوست اوڈیسیس کی یاد میں بےچین
تھا ۔ جب اس نے اس کا ذکر ٹیلیماکس سے کیا ۔ تو وہ سنتے ہی آبدیدہ
ہوگیا ۔ اتنے ہی میں ملکہ ہیلن بھی بزم طرب میں آحاضر ہوئی اور دیکھتے ہی
خط و خال اور صورت شکل سے ٹیلیماکس کو پہچان گئی ۔ اس کے بعد
مینیلاؤس نے بھی اسے پہچان لیا ۔ اس پر پیسیسٹراٹوس نے اپنے ہمراہی
کا صحیح نام و پتہ اور وہاں آنے کی اصلی غرض بیان کی ۔ یہ سنتے ہی مینیلاؤس
نے فرط طرب سے اپنے دوست کے بیٹے کو سینے سے لگایا اور بڑی آؤبھگت
کی ۔ اور حکم دیا کہ آج رات کو دل دکھانے والی باتیں پیش نہ ہوں ۔ مگر دعوت
میں وہی اوڈیسیس کا ذکر تھا ۔ ہیلن[۵۱] نے شراب میں کوئی ایسی شے ملادی
جس کے پیتے ہی تمام رنج و الم دور ہوجاتا ہے ۔ اور انسان بالکل بے فکر و
آسودہ ہوجاتا ہے ۔ خیر رات کو خوب جشن رہا ۔ صبح کو ٹیلیماکس نے
مینیلاؤس سے اپنے باپ کا حال دریافت کیا ۔ تو معلوم ہوا کہ وہ زندہ
تو ہے ۔ مگر ایک جزیرہ میں جہاں کالپسو دیوی حکمران ہے مجبور آپڑا ہوا
ہے ۔ کیونکہ وہ اسے اپنے دام محبت میں گرفتار کرنا چاہتی ہے ۔ اور اس پر
جادو کر دیا ہے ۔ مگر اس کا دل اپنے وطن ہی میں لگا ہوا ہے ۔ اور وہ اپنے
وطن کی صورت پھر ضرور دیکھنا چاہتا تھا ۔ یہ حال مجھے پروٹیوس[۵۲] سے جو سمندر

---

۵۱ ۔ ہیلن نے مصر میں ہر طرح کی دوا سازی خوب سیکھ لی تھی ۔ اور اسے کوئی ایسی جڑی بوٹی آتی تھی جس سے
تمام غم دور ہو جاتے ۔ یاد داور غم غلط ہونے کی بابت پیدا ہو جاتی تھی ۔

۵۲ ۔ پروٹیوس [illegible] ایک سمندری دیوتا تھا ۔ وہ جھاڑ دو تھا ۔ کیونکہ اپنی شکل بدل لیتا تھا ۔ اور اسے پیشین
گوئیاں کرنے کی طاقت حاصل تھی ۔ وہ [illegible] کے [illegible] کا جو بیان تھا ۔ اس خدمت
کے صلہ میں پوسیڈن نے اسے پیشین گوئی کرنے کی طاقت عطا کی تھی ۔ وہ دوپہر کے وقت سمندر
سے نکل کر ساحل پر [illegible] کے [illegible] میں سوتا رہتا تھا ۔ جو شخص اس سے کچھ دریافت کرنا چاہتا اسے
اسی وقت پکڑ کر دبا لینا [illegible] پکڑنے والا [illegible]

بیش ہونے والا ہے بمشکل معلوم ہوا تھا جبکہ مخالف ہواؤں نے میرے جہاز
کو مصر کی سرحد میں ڈال رکھا تھا۔ پروٹیوس سمندر سے نکل کر روز دوپہر
کے وقت مع اپنے سمندری گھوڑوں کے گلے کے چٹانوں کے سایہ میں
سویا کرتا تھا۔ اُس کی بیٹی کے کہنے کے مطابق جس نے ہم آوارہ وطنوں پر
ترس کھایا تھا میں نے شکل بدل کر کیونکہ میں نے سمندری گھوڑوں کی کھال
پہن لی تھی اُسے پکڑ لیا۔ اور اگرچہ اُس نے جلد جلد بہت سی خوفناک
صورتیں بدلیں۔ مگر میں نے اُسے اپنے قبضے سے نہ نکلنے دیا یہاں تک کہ
مجبور ہو کر اُس نے میری اور نیز میرے دوست شاہزادوں کی جو ٹرائے سے
وطن واپس آتے وقت مصائب کا شکار ہوتے ہوئے اور مارے مارے پھرتے
تھے قسمت کا حال بتا دیا کہ آئندہ کیا کیا ہونے والا ہے۔ یہ سُن کر ٹیلیماکس
نے رخصت چاہی۔ اور اگرچہ مینیلاؤس جو اُسے اپنے پاس بہت دن تک
رکھنا چاہتا تھا اِس سے زیادہ ٹھیرنے کے لئے کہتا رہا۔ مگر اُس نے
ایک نہ مانی۔ یہاں تک کہ مینیلاؤس ناراض ہو گیا تاہم مینیلاؤس نے چلتے
وقت اُسے بہت سے تحائف نذر کئے۔ مگر وہ تحفے اِس قسم کے تھے کہ وہ
اُس کے لئے بالکل بیکار تھے۔ اس لئے ٹیلیماکس نے اُنہیں بھی
وہیں چھوڑا ۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴) اُسے چھوڑ دے۔ وہ کبھی شیر کبھی چیتا کبھی آگ کبھی بجلی اور کبھی دریا بنتا تھا۔
لیکن اگر کوئی اُسے خوب مضبوطی سے پکڑے رہتا تو وہ اپنی اصلی صورت پر آجاتا اور جو کچھ اُس سے پوچھا
جاتا بتا دیتا۔ اُس کے حال دریافت کرنے والوں میں ارسٹیوس۔ مینیلاؤس اور ہرکولیس
وغیرہ بھی تھے۔ بعضوں کی رائے ہے کہ اصل میں وہ مصر کا بادشاہ تھا۔ اور اُس کا نام کیٹس بتلاتے ہیں
ہومر نے لکھا ہے کہ اس کا وطن جزیرہ فروس میں تھا جو دریائے نیل سے ایک دن کا سفر ہے
اور ورجل اس کا وطن جزیرہ کارپیتھس میں بتاتا ہے جو روڈس اور کریٹ کے بیچ میں ہے ۔

اوڈیسیس کے مصائب

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب اوڈیسیس ٹرائے سے اپنے وطن کو روانہ ہوا تو اس کا بیڑا طوفان میں پڑ کر قوم سائکون (سکون) کے ملک میں جا پہنچا۔ جہاں کے باشندے یونانیوں کے جانی دشمن تھے۔ اوڈیسیس نے اپنی فوج کو جہاز سے اتار کر اُن کے پایۂ تخت اسمارس کا محاصرہ کرکے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور اُن کے بہت سے آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ مگر یہ فتح اُس کے حق میں بہت مضر ثابت ہوئی۔ کیونکہ اُس کے ساتھی فتح کی خوشی سے جامے میں پھولے نہ سماتے تھے۔ بہت سا مال غنیمت اُس کے ہاتھ لگا اور شاہی محل میں اُن کو کھانے پینے کی اشیا اس افراط سے ملیں کہ اُن کے کھانے پینے اور شراب نوشی میں یہاں تک مست و بیخود رہنے لگے کہ وطن اور اپنی سلامتی کو بالکل دل سے بھلا دیا۔ مگر قوم سکون نے گرد و نواح کے لوگوں کو جمع کرکے ایک بڑی فوج جمع کی اور یونانیوں پر جبکہ وہ مست و بیخود تھے دھاوا بول دیا۔ ایسی خونریز جنگ ہوئی کہ یونانیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور اُن سے نہ صرف وہ مال غنیمت جو اُن کے ہاتھ لگا تھا چھین لیا گیا۔ بلکہ بہت سے یونانی بہادر لقمۂ اجل ہوئے۔ اور جو باقی بچ رہے تھے بحال پریشان جہازوں پر پہنچے۔ اور فوراً وہاں سے چل دیئے مگر یہاں بھی مصیبت نے انہیں نہ چھوڑا اور ایک خوفناک طوفان شروع ہو گیا۔ اور وہ دو دن اور دو رات سمندر میں اِدھر اُدھر مارے مارے پھرے۔ تیسرے دن طوفان اترا اور مطلع صاف ہوا۔ اور یونانیوں کے دم میں دم آیا اور امید ہوئی کہ اب بہت جلد اتھیکا پہنچ جائیں گے۔ یہ اسی امید میں چلے جا رہے تھے کہ راس مالیا پر پہنچ کر یکایک شمال سے ایک زور کی ہوا چلنی

شروع ہو گئی - جو جہازوں کو تھپیڑے مارتی کیپ میلیا پہنچی -
یہ ہوا نو دن اور نو رات برابر چلتی رہی - دسویں دن یونانی بیڑا ایک ایسے
ساحل پر لگا - جہاں کے باشندے کنول کے پھل کھایا کرتے تھے ۔

اڈسیس نے اپنے چند آدمیوں کو پانی لانے کے لئے اندر بھیجا - وہاں
انہیں کچھ آدمی ملے - جنہوں نے یہ پھل اُن کی نذر کئے - پھل کھاتے
ہی یہ لوگ اپنے وطن اور ہموطنوں دونوں کو بھول گئے - یہاں تک کہ یہ
بھی پروا نہ رہی کہ واپس جا کر اڈسیس کو اس ملک کے حالات بتائیں -
جب اُنہیں گئے ہوئے بہت دیر ہو گئی - تو اڈسیس نے کچھ اور آدمیوں
کو بھیجا کہ اُنہیں تلاش کر کے لائیں - انہوں نے بڑی کوشش کی مگر وہ
کب آنے والے تھے - بلکہ رونے پیٹنے لگے - اور پھل کھاتے رہے - وہ
پھل اُنہیں اس قدر عزیز ہو گئے تھے کہ اگر خدا بھی اُتر آتا تو نہ چھوڑتے
مگر اڈسیس نے اُن کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں جہاز میں ڈال دیا -
اور اس ڈر سے کہ کہیں دوسرے بھی اُس پھل کو نہ کھا لیں - وہاں سے
فوراً روانہ ہو گیا - جہازوں کا بیڑا رات بھر بھٹکتا پھرا - صبح ہوتے ہی وہ اُس
ملک میں پہنچے جہاں قوم سکلوپس[1] رہتی تھی - یہ قوم دراصل دیوزاد تھی اور
گلہ بانی کیا کرتی تھی - وہ نہ جوتتے اور نہ بوتے تھے - اگرچہ کھانے کی چیزیں
خودرو بکثرت پیدا ہوتی تھیں مگر وہ روٹی پکانا بھی نہیں جانتے تھے -
چٹانوں کے غاروں میں رہتے تھے - ہر شخص اپنی مرضی کا مختار تھا - نہ
اُن میں کوئی قانون تھا اور نہ کوئی حکمران - الغرض یہ کہ وہ نرے وحشی تھے
اور ایک دوسرے سے علٰحدہ رہتا تھا - اڈسیس بارہ آدمیوں کو ساتھ
لے کر اس تلاش میں اندر گیا کہ وہاں کس قسم کے انسان رہتے ہیں - آبادی
کا پہلا ہی نشان جو اُسے نظر آیا ایک بڑا سا غار تھا - اُس میں ستونوں کی

[1] قوم سکلوپس کے ماتھے پر صرف ایک آنکھ ہوتی تھی ۔

جگہ بڑے بڑے درخت کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ اُڈیسیس نے اُسے
اندر سے دیکھا تو اُس کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس کے رہنے والے
کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ میں ایک مشک اُس نایاب شراب کی لیکر جسکے پینے
سے انسان بڑے بڑے بہادری کے کام کر سکتا ہے ساتھیوں کے اندر
گیا تاکہ مالک مکان کی ملاقات کرے۔ مگر مکان خالی پایا۔ وہ دن بھر بڑے
لطف کے ساتھ سیر و شغل میں مصروف رہے۔ جب قریب شام اُڈیسیس
اور اُس کے ساتھیوں میں شراب کا دور چل رہا تھا تو اُنہیں ایک ایسا
شور سنائی دیا جیسا کہ کان کے پردے سے پیدا ہوتا ہے۔ یونانی جماعت
مارے خوف کے ایک طرف دبک گئی۔ وہ شور ایک لکڑیوں کے گٹھے
کے پھینکنے سے پیدا ہوا تھا جسے دیو شام کے کباب بھوننے کے لئے
لایا تھا۔ وہ دن بھر اپنے گلے کے چرانے میں مکان سے باہر رہا تھا۔
اُس کا نام پولیفیموس تھا۔ وہ اپنی قوم میں سب سے زیادہ زبردست
اور خونخوار تھا۔ اور اپنے کو پوسیڈن یعنی سمندر کے دیوتا کا بیٹا کہا کرتا
تھا۔ اُس کا ڈیل ڈول ایک پہاڑ کی مانند تھا۔ اب اُس نے دودھ دینے
والی ماداؤں کو ایک غار کے اندر ہانک دیا۔ اور مینڈھوں اور نروں کو باہر رکھ
لیا۔ جب وہ اُنہیں دوہ چکا تو اُسے اُڈیسیس کے چند ساتھی نظر پڑ گئے
اور وہ گرج کر بولا۔ ایسا کہ تمام غار گونج اُٹھا۔ ارے لوگو تم کون ہو۔ راہزن ہو
یا سوداگر؟ کسی کو جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ مگر اُڈیسیس نے
ہمت باندھ کر کہا ہم نہ تو رہزن ہیں اور نہ سوداگر ہم آوارہ وطن یونانی ہیں اور
ٹرائے سے واپس آ رہے ہیں۔ جسے ہم شاہ اگمنون کے ساتھ تباہ کر کے آئے ہیں
ہم آپ کی منت کرتے ہیں کہ آپ مشتری دیوتا کی خاطر ہماری مہمان نوازی
کریں۔ جو اجنبیوں کا حامی اور اُنہیں نقصان پہنچانے والوں کا دشمن
ہے۔ دیو بولا۔ بیوقوف تم اتنی دور سے مجھے دیوتاؤں کے خوف کی تعلیم

دیئے آ سکے ہو ہماری قوم مشتری دیوتا کو ذرا بھی خاطر میں نہیں لاتی ہم دیوتاؤں سے زیادہ زور آور ہیں - اور خود مشتری سے لڑائی لے سکتے ہیں ۔اور پھر ڈانٹ بتا کر پوچھنے لگا کہ تمہارا جہاز اور تمہارے ساتھی کہاں ہیں - مگر اڈیسیس نے عقلمندی کی - اور کہا کہ ہمارا نہ کوئی جہاز ہے اور نہ ہمارے ساتھی ہیں - ہم تو مصیبت کے مارے ہیں - ہمارا جہاز سمندر میں تباہ ہو گیا - اور صرف ہم لوگ لہروں میں اچھلتے ڈوبتے تمہارے ملک میں آ گئے ہیں - اِس کے بعد اُس نے دو کو پکڑ کر زمین پر دے مارا اور اُن کا دماغ نکال دیا - اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُنہیں کھا گیا - اور اوپر سے بکریوں کا سب دودھ پی کر سو گیا - اڈیسیس کے دل میں آیا کہ اُس کے سینے میں تلوار گھسیڑ کر اُسے ہلاک کر دے - مگر وہ اِس خیال سے باز رہا کہ پتھر جو غار کے منہ پر رکھا ہے بہت بھاری ہے اور کسی سے اُٹھ نہیں سکیگا - اس لیئے وہ رات یونانی جماعت نے بہت خوف و ہراس کے عالم میں کاٹی ۔

جب صبح نمودار ہوئی تو دیو خواب راحت سے بیدار ہوا - اور اڈیسیس کے اور دو ساتھیوں کو بھون کر کھا گیا - اور دودھ پی کر بکریاں چرانے کو چلا گیا ۔

اُس کے چلے جانے کے بعد اڈیسیس نے ایک بڑی بلی لیکر اُس میں نوک نکالی - اور آگ میں سینک کر اُسے سخت کر لیا - اور اپنے ساتھیوں کو سکھایا کہ اِس سے اُنہیں کیا کام لینا ہوگا - جب شام ہوئی تو دیو آیا - اور آکر دو کو مار کر کھا گیا - اس وقت اڈیسیس نے کڑا دل کر کے اُسے ایک جام شراب نذر کیا - اور بہ منت کہا کہ اِسے پیجیئے - یہ بڑے لطف و مزے کی چیز ہے - دُس نے وہ جام لیکر اپنے حلق میں اُنڈیل لیا - جب ذرا سرور آیا تو دوسرا جام مانگا - الغرض پےدرپے کئی جام چڑھا گیا - اور جب مزے میں آیا تو اڈیسیس سے نام پوچھنے لگا - اُس نے بڑی ہشیاری سے

اپنا نام یوٹس بتایا جس کا مطلب ہے کوئی نہیں۔ الغرض جب دیو شراب
پی چکا تو نشے سے غافل ہو کر سو گیا۔ اوڈیسیس نے موقع کو غنیمت جان کر
اپنے ہمراہیوں کو اُبھارا اور انہوں نے لکڑی کے نوکیلے سرے کو آگ
میں گرم کر کے اُس کی آنکھ کے نزدیک لگایا۔ اور سب نے مل کر زور
سے اندر گھسیڑ دیا۔ دیو فوراً جاگ اُٹھا۔ اور مارے درد و تکلیف کے دھاڑنے
لگا۔ یہاں تک کہ تمام غار اور آس پاس کے پہاڑ گونج اُٹھے۔ اُس کی
گرج سن کر اُس کے پڑوسی سوتے سے چونک اُٹھے۔ اور اس خیال سے
کہ ایسی کونسی مصیبت پڑی ہے کہ پولیفیمس رات کو دھاڑ رہا ہے۔ دوڑے
آئے۔ اور اُس کی تکلیف کا سبب دریافت کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ
یوٹس نے مجھے تکلیف دی ہے۔ اور وہ میرے ساتھ غار کے اندر ہے۔ اس پر
وہ بولے کہ اگر کسی آدمی نے نہیں ستایا۔ اور کوئی آدمی تیرے پاس نہیں ہے۔
تو تیری تکلیف خدا کی طرف سے ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ یہ کہہ کر وہ یہ
سمجھ کر چلے گئے کہ اُسے کسی بیماری نے آ دبایا ہے۔ اس لئے دیو تکلیف و
درد سے چلاتا اور اندھیرے میں ٹٹولتا اور ٹھوکریں کھاتا ہوا غار کے دہانے پر پہنچا۔
اور پتھر سرکا کر بیٹھ گیا۔ کہ جو کوئی صبح کے وقت بکریوں کے ساتھ نکلے گا اُسے
پکڑ لے گا۔ مگر اوڈیسیس بھی کچھ کم چالاک نہ تھا۔ اُس نے سوچتے سوچتے ایک
تدبیر غار سے نکلنے کی دریافت کر لی۔ اُس نے بید کی گرہیں بنائیں جن کے
ذریعہ سے خوب موٹے اور تیز بکروں کو تین تین کو ایک ساتھ باندھ دیا۔ اور
بیچ والے مینڈھے کے نیچے ایک ایک آدمی کو اس طریقے سے سب ساتھیوں
کو چھپا دیا اور خود بھی چھپ کر نکل جانا چاہا۔ صبح ہوئی اور گلہ نکلنا شروع
ہوا۔ سب سے پہلے تو نر نکلے اور سب گئے۔ اُس کے بعد مادہ نکلیں اور اُس کے
پاس دودھ دوہنے کی خاطر کھڑی ہو گئیں۔ اخیر میں مینڈھے نکلنے شروع ہوئے۔
دیو ہر ایک کو ہاتھ پھیر کر دیکھتا گیا۔ مگر اُسے کیا خبر تھی کہ اُس کے دشمن نیچے

چھپے ہیں۔ پس اس ترکیب سے اوڈیسیس مع اپنے ساتھیوں کے غار
میں سے صاف نکل آیا۔ غار کے باہر پہنچا اُس نے پہلے اپنے آپ کو
کھلوالا اور پھر اپنے ساتھیوں کو۔ اور سب اُن لوگوں کے جہاز پر پہنچے جہاں
اس کے ہمراہی بڑی پریشانی اور گھبراہٹ میں اُن کے منتظر تھے۔ وہ
سب اُس سے رو رو کر بغل گیر ہوئے گویا وہ موت کے منہ سے بچ کر آیا تھا۔
اور فوراً ہی وہاں سے چل دیئے۔ تب اوڈیسیس نے باواز بلند دیو سے چلا کر
کہا۔ بدذات کلاوپ۔ تجھے اپنی زور و قوت پر گھمنڈ کر کے مہمانوں کے ساتھ
ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مشتری دیوتا نے میرے ہاتھوں سے
تجھے تیری سنگدلی کا بدلا دیا۔ سنتے ہی دیو نے غصہ میں آ کر ایک بڑی چٹان
پہاڑ سے اکھاڑی۔ اور اُسے جہازوں کی طرف بڑے زور سے پھینکا۔
جس سے وہ جہاز جس میں اوڈیسیس بیٹھا تھا بال بال بچ گیا۔ مگر سمندر
میں گرتے ہی ایسا جزر و مد پیدا ہوا کہ جہاز پھر کنارے کی طرف چلے گئے۔
تب اوڈیسیس نے دیو سے کہا کہ کلاوپ اگر کوئی تجھ سے دریافت کرے کہ
تجھے کس نے اندھا کیا تو کہہ دینا کہ لیئرٹیس کے بیٹے اوڈیسیس نے جو اتھیکا کا
بادشاہ اور شہروں کا غارت کرنے والا ہے۔ یہ کہہ کر وہاں سے جہاز بڑھا
دیئے۔ اگرچہ اُنہیں اپنے ساتھیوں کے ہلاک ہونے اور گذشتہ مصائب
کا ملال تھا۔ مگر باقیوں کے صحیح سلامت بچ رہنے کی بھی بے حد خوشی تھی
اُسی وقت زور کی ہوا نے بھی اُن کی مدد کی۔ اور وہ اُس جزیرہ میں پہنچے
جہاں اولیوس جو ہواؤں کا دیوتا ہے حکمرانی کرتا تھا +

اِس بادشاہ نے اُنہیں بڑے تپاک و گرمجوشی سے قبول کیا۔ اور اپنے
بارہ بچوں کو دکھایا جو بارہ ہواؤں پر حکمرانی کرتے تھے۔ اُس نے اُنہیں
ایک مہینہ اپنا مہمان رکھا۔ اور ہر طرح سے شرط مہمان نوازی کو پورا کرتا
رہا۔ جب رخصت کا وقت آیا تو اُس نے ایک بیل کی کھال میں سوائے مغربی

ہوا کے جو اُس نے اُن کے جہاز چلانے کے لئے باقی چھوڑ دی تھی۔ باقی تمام ہواؤں کو بند کر کے اڈیسیس کی نذر کیا۔ مگر اڈیسیس کے ساتھیوں کو اس کا کچھ علم نہ تھا۔ وہ سمجھے کہ بادشاہ نے کوئی مال و خزانہ دیا ہے۔

مغربی ہوا کی مدد سے لوڈن تک مزے کے ساتھ سفر کر کے دسویں دن وہ اتھیکا کے اس قدر نزدیک پہنچ گئے کہ اُس کے چراغوں کی روشنی انہیں نظر آنے لگی۔ مگر بدقسمتی سے اڈیسیس جو جہازرانی کرتے کرتے اور جاگتے جاگتے تھک گیا تھا۔ اُس کی آنکھ لگ گئی۔ اُس کے ساتھیوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ایک نے باقیوں سے یہ کہا کہ ہمارا سردار قسمت کا بڑا دھنی ہے۔ جہاں جاتا ہے شاہانہ نذریں مار لاتا ہے۔ آؤ دیکھیں شاہ اؤلیوس نے اُسے کیا دیا ہے۔ بے شک کوئی مال و خزانہ دیا ہے۔"

بس اتنی بات اُن کمبخت حریصوں کے لئے کافی تھی۔ انہوں نے اُس کھال کو پھاڑ ڈالا۔ مگر بجائے مال و خزانہ کے تمام ہوائیں جو اُس میں بند تھیں بڑی تیزی کے ساتھ سنسناتی ہوئی نکل گئیں۔ اڈیسیس شور سُنکر بیدار ہُوا۔ اُسے سخت افسوس ہُوا۔ مگر وہاں اب کیا رہا تھا۔ کیونکہ اُن کی غلطی اُسے بعد از وقت معلوم ہوئی۔ جہاز ہواؤں میں پڑ کر اتھیکا سے اُلٹا پھر نے لگا۔ اور آناً فاناً میں بہت دور ہوتے ہوتے پھر شاہ اؤلیوس کے جزیرہ میں جا پہنچا۔ جہاں سے چل کر وہ کوئی نودان کا سفر طے کر کے گھر کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ اڈیسیس پر رنج اور ناامیدی کا غلبہ ہُوا۔ اور وہ جہاز کے ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا۔ مگر اپنے ساتھیوں کے اطمینان دلانے پر کہ وہ شاہ اؤلیوس کے ملک میں آ گئے ہیں وہاں سے باہر نکلا اور نادم و پشیمان اؤلیوس کے حضور میں حاضر ہُوا۔ مگر اؤلیوس یہ دیکھ کر کہ وہ کیسے جلد لوٹ آیا غصہ ہو کر بولا۔ اڈیسیس تم کس لئے واپس آئے ہو؟ کیا تم اس قدر جلد اپنے ملک سے بیزار ہو گئے؟ یا ہمارا تحفہ تمہیں پسند

نہیں آیا؟ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے تمہیں ایک شاہی پروانہ راہداری دے دیا ہے" اوڈیسیس نے جواب دیا" میرے آدمیوں نے مجھے یہ نقصان پہنچایا ہے۔ یہ کام اُنھوں نے میرے سوتے میں کیا ہے" اولیوس نے غصے ہوکر کہا" چل دور ہو۔ اور ہمارے ملک سے چلا جا۔ ہمیں یہ زیبا نہیں کہ جس آدمی سے دیوتا نفرت کرتے ہوں اُس پہ شفقت کریں۔ جا تو تباہ ہوگا"

اوڈیسیس معہ ساتھیوں کے وہاں سے فوراً روانہ ہو گیا۔ مگر اب جہاز ایک ایک ہوا کا تنکا رہ رہا تھا۔ وہ ناامید ہو گئے کہ اب وطن کی صورت کبھی دیکھنی نہ ملے گی۔ اور اب اُن حریصوں کو بھی اپنی بیوقوفی پر افسوس ہوا۔

اسی طرح چھ دن اور چھ رات مارے مارے پھرنے کے بعد ساتویں دن جہازوں کا بیڑا لاموس میں جا پہنچا۔ یہ بندر اس قدر وسیع تھا کہ سارے جہاز اُس میں سما گئے مگر اوڈیسیس اپنے جہاز کو بندر سے دور ایک اونچے مقام کے پاس لے گیا۔ اور اُسے باندھ کر خود چٹان کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ تاکہ اُس ملک کا نظارہ کرے وہاں اُس نے دیکھا کہ ایک شہر ہے جس کے مکانوں سے اُوپر کو دھواں اُٹھ رہا ہے۔ مگر بیل۔ہل اور زراعت کا کہیں نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ اس نے دو آدمیوں کو دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ وہاں کس قوم کے لوگ رہتے ہیں۔ اُس کے پیغامبر ابھی دور نہ گئے تھے کہ ایک کنواری عورت ملی جو چشمہ پر پانی بھرنے جاتی تھی۔

وہ قد و قامت میں انسانوں سے بڑھ کر تھی۔ اُس سے اُنہوں نے
دریافت کیا کہ اس ملک میں کون لوگ رہتے ہیں۔ جس کا اُس نے
کچھ جواب نہ دیا۔ مگر چُپ چاپ اُنہیں اپنے اپ کے گھر لے گئی جس کا
نام اینٹیفاس تھا اور جو دیوؤں کا بادشاہ تھا۔ جونہی کہ وہ محل میں داخل
ہوئے۔ اُس لڑکی کی ماں جو اُس سے بھی زیادہ لمبی تھی باہر دوڑتی ہوئی
آئی۔ اور انٹیفاس کو بُلا لائی۔ جس نے جھپٹ کر ایک کو پکڑ لیا اور کھا
جانا چاہا۔ اس پر دوسرا ڈر کر بھاگا۔ مگر اس نے ایک آواز دی جس کے سُنتے
ہی چاروں طرف سے آدم دیو نکل پڑے۔ اور وہ ٹیلے پر سے بندر پر گئے۔
اور پہاڑ میں سے چٹانیں اکھاڑ اکھاڑ کر جہازوں پر مینہ کی طرح برسانے
لگے۔ جہازوں کا بیڑا بالکل تباہ ہو کر سمندر میں ڈوب گیا۔ اور انسانوں
کی لاشیں جیسے سمندر نے بھی نہ کھایا پانی پر تیرنے لگیں۔ اور دیو
اُنہیں مچھلیوں کی طرح اپنی برچھیوں میں چھید چھید کر نکال لیتے اور
کھانے لگے۔ جہازوں کے اُس بیڑے میں سے جو ٹرائے سے وطن
کو واپس لوٹا تھا۔ صرف اڈیسس کا جہاز اس لئے بچ رہا کہ وہ بندر
سے دور لنگر ڈالے ہوئے تھا۔ وہ معہ اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے
جو اپنے ہموطنوں کا یہ حال دیکھ کر خوف و حیرت کے مارے بُت بن
گئے تھے اُنہیں دل جمعی دیتا ہُوا وہاں سے چل دیا۔

اڈیسیس اور کرکی

لاموس کے جزیرہ سے روانہ ہو کر جہاں اڈیسیس کے بہت سے ساتھی ہلاک ہوئے تھے اور بیڑ جہازوں کا بیڑا تباہ ہو گیا تھا۔ اڈیسیس کا جہاز چلتے چلتے اِی آ کے جزیرہ میں پہنچا۔ جہاں سورج کی بیٹی کرکی جادوگرنی رہا کرتی تھی۔ یہاں پہنچ کر اُس کے ہمراہیوں میں جھگڑا اُٹھا کہ جزیرہ کا حال دریافت کرنے کون جائے۔ اور جانا بھی ضروری تھا کیونکہ دانا پانی سب ختم ہونے کے قریب تھا۔ مگر جب اُنہیں اپنے ساتھیوں کی یاد آئی جو جزیرہ لاموس میں غارت ہو گئے تھے۔ تو اُن کی ہمت فسخ ہو گئی اور اُن کا دل بھر آیا۔ یہاں تک کہ وہ زار و قطار رونے لگے۔ مگر اڈیسیس جانتا تھا کہ رونے دھونے سے ضرورت رفع نہیں ہوتی۔ اِس لئے اُس نے اپنی جماعت کے دو حصے کئے ایک کا سرغنہ خود بنا اور دوسرے کا یوریلاکس کو بنایا۔ جس کی دلاوری اور ہمت کی کئی بار آزمائش ہو چکی تھی۔ اور دونوں کے نام کا قرعہ ڈالا۔ قرعہ یوریلاکس کے نام نکلا۔ یوریلاکس اور اُس کی جماعت جس میں بائیس آدمی تھے۔ اڈیسیس اور اُس کی جماعت سے رو رو کر رخصت ہوئے۔ کیونکہ دونوں جماعتوں کو ایک دوسرے سے پھر ملنے کی اُمید نہ تھی۔ یوریلاکس اور اُس کی جماعت ساحل سے چل کر ایک گھاٹی میں پہنچی۔ جہاں اُنہیں ایک بڑی عالیشان عمارت نظر پڑی اُس کے پھاٹک پر پالتو بھیڑیئے۔ شیر۔ چیتے اور تیندوے پڑے ہوئے تھے۔ جنہیں کرکی ساحرہ نے اپنے سحر سے مطیع کر لیا تھا۔ یہ درندے اجنبیوں کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور یوریلاکس اور اُس کے ساتھیوں کو دُم ہلا ہلا کر چاٹنے لگے۔ جانوروں کے اِس اختلاط سے بیچاروں کا

خون خشک ہُوا جاتا تھا اور ہوش اُڑے جاتے تھے۔ وہ دم بخود کھڑے تھے کہ اندر سے کرکی کے گانے کی آواز آئی۔ جو کرگاہ پر بیٹھی ہوئی ایک نفیس جالی بُن رہی تھی ایسی کہ زمین کے رہنے والے ہرگز نہیں بُن سکتے۔ اُس کا گانا ایسا دلکش اور شوریدہ سری پیدا کرنے والا تھا کہ یوریلاکس کی جماعت میں جو لوگ نہایت دور اندیش اور عقلمند تھے۔ اُن کی عقل بھی جاتی رہی۔ اور اُنہوں نے دروازے پر دستک دی۔ جادوگرنی نے فوراً آکر دروازہ کھولا اور کشادہ پیشانی اُن کی آؤبھگت کی اور کہا کہ اندر آئیے اور ماحضر قبول کیجئے۔ وہ سب اندر چلے گئے۔ صرف یوریلاکس باہر رہ گیا۔ اُس نے اندر لیجا کر اُنہیں بڑی عزّت و توقیر کے ساتھ بٹھایا اور اُن کے آگے کھانا شہد اور سمرنا کی شراب رکھی۔ مگر شراب میں کوئی ایسی شے ملا دی جس میں جادو بھرا تھا۔ جب وہ کھانے پینے اور مے نوشی سے فارغ ہوئے۔ جادوگرنی نے اُنہیں جادو کے عصا سے چھُوا۔ جس کے چھُوتے ہی اُن کی شکل بدل کر جسم۔ بال اور تھوتھنی اور آواز سب سؤر کی سی ہوگئی۔ مگر دل انسان کا سا بنا رہا۔ یہ تبدیلی واقع ہوتے ہی وہ گریہ وزاری کرنے لگے۔ مگر بے رحم جادوگرنی کا دل نہ پسیجا۔ بلکہ اُس نے اُنہیں سؤروں کے باڑے میں ہانک دیا۔ اور سؤروں کے کھانے کی چیزیں اُن کے سامنے رکھ دیں +

یوریلاکس جو اندر نہیں گیا تھا جب اُس نے اپنے ساتھیوں کی جگہ سؤر دیکھے۔ تو جہاز پر واپس دوڑا ہُوا گیا کہ جو کچھ دیکھا ہے بیان کرے۔ مگر وہ اس قدر خوف زدہ اور پریشان تھا کہ صاف صاف بیان نہ کر سکا۔ اُسے صرف یہ یاد رہ گیا کہ اُس نے ایک محل اور اُس کے اندر ایک عورت کو کرگاہ پر کام کرتے۔ اور محل کے دروازے پر خونخوار درندوں کو پھرتے ہوئے دیکھا۔ مگر اُس کے ساتھی دکھائی نہیں دیئے +

یہ سنتے ہی اوڈیسیس کو شبہ پیدا ہوا کہ یہ کسی جادوگرنی کا کام ہے۔
اور اپنی تلوار لے کر اس نے یوریلاکس سے کہا کہ چل مجھے وہاں لے چل۔
مگر یوریلاکس اس کے قدموں پر گر پڑا اور اس کے پاؤں پکڑ کر کہنے لگا۔
کہ اپنی جان کو مفت خطرے میں نہ ڈالیے۔ مگر اوڈیسیس نے جواب دیا۔
تو یوریلاکس۔ تم جہاز پر رہو۔ کھاؤ پیو۔ اور چین کرو۔ میں اکیلا جاتا ہوں
کیونکہ ضرورت مجھے مجبور کر رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ جہاز سے اترا اور تن
تنہا چل دیا۔ اور چلتے چلتے جادوگرنی کے محل پر جا پہنچا۔ مگر جونہی وہ
اندر قدم رکھنے کو تھا ایک جوان شخص نے جس کے ہاتھ میں سنہری عصا تھا
اسے ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔ (یہ شخص عطارد دیوتا تھا) اور اوڈیسیس سے
یوں ہمکلام ہوا۔ تو کہاں جاتا ہے۔ اے بنی آدم میں سب سے زیادہ
خطا کرنے والے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ کرکی جادوگرنی کا مکان ہے۔
جس نے تیرے دوستوں کو انسان سے سور بنا دیا ہے۔ کیا تو بھی ان
میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ وہاں سے تجھے ہرگز رہائی نہیں مل سکیگی۔
مگر نہ تو اس کے پُرنصیحت الفاظ اور نہ اس کا آسمان سے اتر کر آنا
بہادر اوڈیسیس کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک سکا۔ اوڈیسیس کو
اپنے ساتھیوں کی مصیبت پر رحم آ رہا تھا۔ اور جوش رفاقت اور ہمدردی
نے اسے خطرے کی طرف سے بے پروا بنا دیا تھا۔ جب دیوتا نے دیکھا کہ وہ
ہرگز باز نہ آئیگا تو اس نے اسے حُسن کا پھول دیا۔ جس کے سامنے جادو
کارگر نہیں ہوتا۔ اور کہا۔ اسے ہاتھ میں لے۔ اور بے کھٹکے اندر چلا جا۔
جب جادوگرنی تیری شکل بدلنے کے لئے تجھے اپنا عصا لگائے جیسے کہ
اس نے تیرے ساتھیوں کی شکل بدل دی ہے۔ تو اپنی تلوار لیکر اس پر
دوڑ پڑنا۔ اور اس سے دیوتاؤں کی قسم لے لینا کہ وہ تجھ پر جادو نہیں
کریگی۔ اس کے بعد اسے مجبور کرنا کہ تیرے دوستوں کو اصلی شکل میں

پھر لے آئے" اور یہ کہہ کر غائب ہو گیا ۔
دیوتا کے غائب ہوتے ہی اُڈیسیس نے محل کے دروازے پر زور سے دستک دی۔ فوراً ہی دروازہ کھلا۔ اور جادوگرنی مسکراتی ہوئی باہر نکل آئی۔ اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اُسے اندر لے جا کر تخت پر بٹھا دیا۔ اور ایک زرّیں پیالے میں شراب بھر کر جس میں وہی زہریلی دوا ملی ہوئی تھی۔ اُسکی نذر کیا۔ جب وہ اُس جادو کے پیالے کو چڑھا گیا تو جادوگرنی اُس کی شکل بدلنے کے لئے اُسے اپنا عصا دکھا کر کہنے لگی "چل سُؤروں کے باڑے میں۔ نکل دُور۔ اپنے ساتھیوں میں جا مل"۔ مگر ان باتوں کا اُڈیسیس کے اوپر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ بلکہ وہ اُس پر تلوار لے کر حملہ آور ہوا۔ جب جادوگرنی نے دیکھا کہ اُڈیسیس کے اوپر اُس کا جادو نہ چلا تو اُس کے قدموں پر گر کر کہنے لگی "تو کون اور کس قسم کا آدمی ہے؟ میں نے اب تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جسے یہ پیالہ پیکر پچھتانا نہ پڑا ہو۔ اور اُس کی شکل کسی جانور کی شکل میں تبدیل نہ ہو گئی ہو۔ مگر تیری شکل تیرے دل کی طرح بدستور قائم ہے۔ تو کوئی اور نہیں بلکہ ضرور اُڈیسیس ہے جو دانائی کے لئے شہرۂ آفاق ہے۔ دیوتاؤں نے میرے مقدّر میں لکھ دیا ہے کہ میں تیرے ساتھ سنجوگ کروں۔ دیکھ یہ مغرور دل تیرے آگے جھکتا ہے۔ اے اتھیکا کے رہنے والے۔ ایک دیوی تجھ سے عجز و نیاز اور اظہارِ اُلفت کرتی ہے"۔
اُڈیسیس نے جواب دیا "اور کی تو اُس شخص سے کس طرح عشق یا شادی کی درخواست کر سکتی ہے۔ جس کے دوستوں کو تُو نے جانور بنا دیا ہے۔ تیری یہ باتیں صرف اس لئے ہیں کہ تُو اُس پر بھی قابو پا جائے اور اپنا مطیع کر لے۔ اور کسی وقت اُس کو بھی وہی اعزاز عطا کرے جو اُس کے دوستوں کو مل چکا ہے۔ ایک عقلمند آدمی کس خوشی اور شادمانی کی اُمید پر تجھ

سے عشق کر سکتا ہے۔ تیرے کھانوں میں سم قاتل ملا ہوا ہے اور تیری شراب میں موت کی چاشنی ہے۔ تو میرے سامنے حلف اٹھا کہ میرے ساتھ ایسا دغا نہ کرے گی جیسے کہ میرے ساتھیوں کے ساتھ کی ہے۔ جادوگرنی نے یا تو دھمکی میں آ کر اور ڈر کے مارے۔ یا اُس نے عشق کی تاثیر سے جو اسکی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ سٹکس[1] کی قسم کھائی کہ وہ اُس کے ساتھ ہرگز دغا نہ کرے گی۔ قسم لینے کے بعد اڈیسیس اُس کے ساتھ لطف و عنایات سے پیش آیا۔ جادوگرنی نے اڈیسیس کی خاطر مدارات کے لیئے اپنی چار خاص کنیزوں کو بلایا۔ ایک کنیز اُس کے پاؤں دھونے کے لیئے پانی لائی۔ دوسری اُس کا تمام غبار دور کرنے کے لیئے شراب مفرح لائی۔ کنیزوں نے اُس کے سر پر عطر ملا۔ اور جب وہ معطر پانی سے غسل کر چکا تو اُسے زرق برق اور بیش بہا پوشاک پہنائی۔ اور چاندی کے تخت پر لے جا کر بٹھایا۔ اور اُس کے آگے وہ خوان نعمت رکھا۔ جو مشتری دیوتا کی دعوتوں میں چنا جاتا ہے۔ لیکن اڈیسیس تو اس وقت کا مشتاق تھا کہ اُس کے ساتھی اپنی اصلی شکل پر لائے جائیں اور اُسکے سامنے بیٹھ کر کھائیں پئیں۔ وہ اسی خیال میں پژمردہ و غمگین بیٹھا ہوا تھا۔ اور اُس نے کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔ سرکی نے اُس کے مغموم ہونے کا سبب دریافت کر لیا۔ اور تخت پر سے اُٹھ کر اپنے سؤروں کے باڑے میں گئی۔ اور اُس کے ساتھیوں کو لائی۔ جو سؤروں کی طرح گھُرگھُراتے ہوئے کمرے میں بکھر گئے۔ اڈیسیس ابھی اُنہیں ایک نظر بھر کر بھی نہ دیکھنے پایا تھا کہ جادوگرنی نے اُن پر ایک دوا چھڑکی اور وہ سب یکایک اپنی اصلی شکل پر آ گئے۔ اُنھوں نے اپنے سرغنہ کو پہچان لیا۔ اور کچھ خوش اور کچھ نادم اُس کے گرداگرد جمع ہو گئے۔

[1] پاتال کے ایک دریا کا نام ہے۔ دیوتاؤں کے ہاں اسکی بڑی قسم ہے جسے وہ توڑ نہیں سکتے۔

زار و قطار روئے کہ روتے روتے اُن کی ہچکی بندھ گئی اور اُن کی آنکھیں
سوج گئیں۔ گویا شادی مرگ ہو گئی۔ جادوگرنی نے اپنی ملاقات کرنے
کے لئے اوڈیسیس کے باقی ساتھیوں کو بھی جو جہاز پر تھے بُلا لیا۔ اور جو اوڈیسیس
کو مُردہ سمجھ بیٹھے تھے۔ مگر اُسے زندہ پا کر اور اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر
اُنہیں ایسی خوشی ہوئی کہ وہ خوشی کے مارے چلّانے لگے۔ اور اُن کو
دیوانہ وار خوشی کا اظہار کرتے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ اپنے ملک
اِتھیکا کے نزدیک پہنچ گئے اور اُس کی چٹانیں اُنہیں نظر آ رہی ہیں۔ صرف
یوریلاکس جادوگرنی کے عجیب و غریب محل کے اندر نہ گیا کیونکہ اُسے ڈر لگتا
تھا اور یاد تھا کہ اُس کے ساتھی کس طرح اُس کی نگاہوں سے غائب ہوئے
تھے۔ اُس وقت سرسی نے حکم دیا کہ اب غم نہ کرو۔ بلکہ گزشتہ مصائب کو دل
سے بھلا دو۔ کیونکہ تم ابھی تک وطن سے دور ہو۔ اور اگر خوشی کا کوئی شمہ
تمہارے دلوں میں جلوہ گر ہوتا ہے تو تمہاری مجبوری۔ بیکسی اور غریب الوطنی
کا خیال اُسے تمہارے دلوں سے فوراً دور کر دیتا ہے۔ اُس کی اس کلام
کا اوڈیسیس اور اُس کے ساتھیوں کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اُنہوں نے
اُس کی صحبت میں بڑی ہنسی خوشی اور عیش و عشرت کے ساتھ بارہ مہینے
گذار دیئے۔ سرسی جادو کے زور سے بیابان سے تماشے کراتی۔ اور درختوں
کو سجاتی تھی۔ وہ خوش کن کھیل تماشے۔ تفریح کی باتیں۔ اور عیش و
عشرت کے نئے نئے سامان پیدا کر دیتی تھی۔ اور سالوں کو خوشگوار خوابوں
کی مانند بنا دیتی تھی ٭

آخر کار ایک سال کے بعد اوڈیسیس اُس حالت بے خودی اور خود فراموشی
سے جس میں جادوگرنی نے اُسے ڈال رکھا تھا بیدار ہوا۔ اور یاد وطن آئی۔
جس نے اُسے مثل ماہی بے آب بے چین بنا دیا۔ ایک دن جب جادوگرنی
اُس کے ساتھ مصروف اختلاط تھی اور راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں اُس نے

موقع غنیمت جان کر بڑے لطف کے ساتھ اُس سے کہا کہ کیا میں اپنے وطن کو نہ جا سکوں گا؟ جادوگرنی نے بلا تامل جواب دیا "اے اڈسیس میری یہ قدرت نہیں کہ ایسے شخص کو روک لوں جسے ابھی اور بہت سے مصائب جھیلنا باقی ہیں۔ مگر جدا ہونے سے پہلے تجھے شہر خموشاں یعنی موت کے ملک میں ٹرسیس نبی کی روح کے پاس جانا پڑیگا۔ جسے تحت الثرے یعنی پاتال کی دیوی پروسرپائن نے آئندہ واقعات کی پیشینگوئی کرنے کی طاقت عطا کی ہے۔ صرف وہی تجھے بتا سکتا ہے کہ تو اپنے وطن اور بیوی کو کبھی دیکھ سکے گا یا نہیں" اڈسیس نے جواب دیا کہ "یہ کیسے ہو سکتا ہے مجھے وہاں کون پہنچا سکتا ہے۔ جہاز تو وہاں جا نہیں سکتا" کرکی نے اُس کے جواب میں کہا "تو کسی رہنما کی فکر نہ کر۔ بلکہ اپنے جہاز کا لنگر اُٹھا اور بادبان کھول کر اُس میں بیٹھ جا۔ شمالی ہوا تیرے جہاز کو اُس جگہ پہنچا دیگی۔ جہاں کہ دیوی پروسرپائن کے چنار اور بید مجنوں کے باغ لگے ہیں اور پیری فلیگی تھن - کوکیٹس اور اکیرون دریا مل کر سمندر میں گرتے ہیں۔ وہاں پہنچکر تو ایک ہاتھ چوڑا اور ایک ہاتھ لمبا گڑھا کھود کر اُس میں شہد دودھ - شراب - ایک نر بھیڑے اور ایک سیاہ بھیڑی کا خون ڈالنا - مگر یہ چیزیں ڈالتے وقت اپنا منہ اُس طرف سے پھرا ہوا رکھنا - مُردے ان چیزوں کو کھانے آئینگے - مگر جب تک کہ تو جو کچھ دریافت کرنا چاہتا ہے ٹرسیس کی روح سے دریافت نہ کر لے کسی کو بھی اپنی قربانی کے نزدیک نہ جانے دینا۔

اڈیسیس پاتال میں

چنانچہ اڈیسیس کرکی سے رخصت ہوا۔ اور جہاز میں بیٹھ کر چل دیا۔ جب وہ پاتال میں پہنچا تو اس نے کرکی کی ہدایت کے موافق قربانی گذرانی تزسیس دیوتا نے نکلکر اسے بتایا کہ ابھی تجھے بہت سے مصائب کا سامنا ہوگا۔ کیونکہ پوسائیڈن دیوتا تجھ سے اس لئے سخت ناراض ہے کہ تو نے اس کے بیٹے کو اندھا کردیا۔ مگر مصائب جھیلنے کے بعد تو اپنے وطن کو ضرور دیکھ سکے گا۔ بشرطیکہ جب تو اور تیرے ساتھی راس ثلث پر پہنچیں تو سورج دیوتا کے بیلوں کو ذبح نہ کریں۔ لیکن اگر انہیں ذبح کیا تو تم سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ صرف تو اکیلا بچ رہیگا اور تجھے غیروں کے جہاز میں گھر جانا پڑے گا*

اس کے بعد مُردوں کی روحیں اس کی قربانی کھانے کے لئے دوڑتی ہوئی آئیں۔ ان میں اس نے اپنی ماں کی روح بھی دیکھی۔ جسے وہ مرنے سے پہلے اپنے وطن میں زندہ چھوڑ گیا تھا۔ مگر اس کے پیچھے اس کی جدائی میں غم و رنج اٹھاتے اٹھاتے مرگئی تھی۔ اڈیسیس نے اسے اور اس نے اڈیسیس کو پہچان لیا۔ ماں کو دیکھ کر اڈیسیس اس قدر بیقرار ہوا کہ وہ مُردوں کا خیال تک بھول گیا۔ اور اگرچہ روحوں کا جسم صرف ظاہری یا ہوائی ہوتا ہے مگر اس کے دل میں محبت نے ایسا جوش مارا کہ اس نے اس سے بغل گیر ہونے کے لئے اس کی طرف اپنی باہیں ڈالیں۔ مگر بغل گیر ہوتے ہی اس روح کا وجود نہ رہا۔ بلکہ اڈیسیس کو اندھا کرتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ کر غائب ہوگئی*

اس کے بعد اس نے اور بہت سے مشہور و معروف عورتوں اور مردوں

کی روحیں دیکھیں۔ جن میں شاہ اگممنون اور اکلیس کی روحیں بھی تھیں۔ یہ وہی اگممنون تھا جو اہل یونان اور ان کے بادشاہوں کے گروہ کا جو اہل ٹرائے سے لڑنے گئے تھے سرغنہ تھا۔ اڈیسیس کو اسے دیکھ دیکھ کر بڑا رحم آیا اور اس نے دریافت کیا کہ اس کے مردوں میں قبل از وقت شامل ہونے کا کیا سبب ہے۔ آیا اس کا جہاز سمندر میں غارت ہو گیا۔ یا مال غنیمت تقسیم کرتے وقت اس کی لوگوں میں لڑائی ہوئی اور وہ مارا گیا۔" اگممنون نے جواب دیا کہ "میری موت کا ان میں سے کوئی سبب نہیں۔ بلکہ جب میں وطن میں واپس پہنچ گیا تو اگستھس نے جس نے میری بدکار بیوی سے پہلے ہی میرے قتل کرنے کی سازش کر لی تھی۔ مجھے ایک دعوت میں بلا کر قتل کر ڈالا۔" اڈیسیس نے کہا "افسوس! ایٹریس کے شاہی خاندان کے لئے ہلاکت معلوم ہوتی ہے۔ اور مشتری دیوتا اس کے لوگوں سے ان کی بیویوں کی شرارت کے باعث نفرت کرتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے بھائی مینیلاؤس کی بیوی ہیلن کی خاطر جنگ ٹرائے میں کتنی جانیں تلف ہوئیں اور کیسے کیسے صف شکن دلاور مارے گئے۔" اگممنون نے جواب دیا۔ "اگر تو عقلمند ہے تو سوائے اپنی بیوی کے کسی اور عورت سے دل نہ لگانا اور اعتبار کرنا۔ اور کبھی اپنے دل کا بھید نہ کہنا۔ کیونکہ یہ زمانہ عورت پر اعتبار کرنے کا نہیں۔ ہاں تیری بیوی جس قدر حسین ہے اسی قدر عقلمند بھی ہے۔ وہ بڑی پاک دامن ہے۔ جب ہم جنگ ٹرائے پر گئے تھے تو اس کا عنفوان شباب تھا۔ اس کی گود میں تیرا بیٹا ٹیلیماکس دودھ پیتا تھا۔ ٹیلیماکس اب جوان ہو گیا ہے۔ اور اسے دیکھ کر تیری آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوگا۔ مگر میری دغاباز بیوی نے مجھے میرے بیٹے کے دیدار سے محروم کر دیا۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ میرا بیٹا کہاں ہے۔ پتو بیب

کہہ سکتا ہوں کہ وہ زندہ ہے۔ اگر زندہ نہ ہوتا تو ہمارے درمیان ہوتا۔"
اڈیسیس نے جواب دیا کہ "مجھے تحقیق نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے۔
اگرچہ میں نے اُس کی نسبت کچھ افواہیں سُنی ہیں۔ لیکن چونکہ اُن میں
سچائی تام تو نہیں اِس لئے میں اُن کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔"
یہ دونوں رنجیدہ رو رو کر یہی باتیں کر رہے تھے کہ "انہیں اکلیس سے
بہادر کی رُوح نظر آئی۔ اور اُس نے سوال کیا کہ ایسا کیا منحوس حادثہ
واقع ہُوا کہ اڈیسیس اِس ملک میں مردوں کا انجام اور اُن کی رُوحوں
کے دیکھنے کے لئے آیا ہے۔" اڈیسیس نے اُسے جواب دیا کہ "میں
اپنے وطن کی واپسی کی بابت ٹرسیس سے کچھ دریافت کرنے آیا
ہوں۔ لیکن اے تھٹیس دیوی کے بیٹے۔ تو کیوں مُردوں کی حالت
کو حقیر جانتا ہے۔ تو جس طرح دنیا میں تمام بنی آدم سے جاہ و جلال
میں سبقت لے گیا اُسی طرح پاتال میں بھی اپنی عظمت و فضیلت قائم
رکھ۔" مگر اکلیس نے جواب دیا کہ "میں تمام مُردوں کی رُوحوں اور پاتال
کی حکمرانی پر دُنیا میں غلام بنا رہنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ اِس کاہلی اور
بیکاری سے میری رُوح جو معرکہ آرائیوں سے مغلوب اور سیر ہونے
والی نہیں ہوتی میدان کارزار کے لئے بے چین اور اُن باتوں کے
بغیر ناخوش رہتی ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ میرا باپ پیلیوس زندہ
ہے۔ اور میرے بیٹے پِرہوئیمس نے کیا کیا کارنمایاں دکھلائے ہیں۔"
اڈیسیس نے کہا کہ "پیلیوس کا تو مجھے کوئی حال معلوم نہیں مگر پِرہوئیمس
کی نسبت میں اِتنا کہہ سکتا ہوں کہ سکائیرس سے سمندر کے راستے میرے
ساتھ آ کر یونانیوں کی فوج میں شریک ہُوا جو اہل ٹرائے سے جنگ
کر رہے تھے۔ اُس نے میدان کارزار اور جنگ کی مجلس شوریٰ میں
بڑا نام پیدا کیا۔ مجلس میں صلاح و مشورہ کی جب کوئی بات پیش ہوتی تو

وہ فوراً اُس کی تہ کو پہنچ جاتا۔ سب سے پہلا نعرہ کرنے کو اُٹھتا تھا۔ اور چونکہ اُسکی
تقریر نہایت مناسب و معقول ہوتی تھی اس لیے وہ بڑی توجہ کے ساتھ سُنی جاتی
تھی۔ صرف یہی اور نیسٹور یہ دو تو شخص ایسے تھے جو اُس کے ہم پلہ سمجھے
جاتے ہیں۔ میدان جنگ میں اُس نے بہتوں کو قتل کیا اور خوب داد مردانگی
دی۔ اُس کی جوانمردی کا صرف ایک ہی قصہ تو مجھے یاد ہے کہ جب
ہم اُس لکڑی کے گھوڑے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ جس کے ذریعہ
اہل ٹرائے کو دھوکا دیکر اُن کا شہر لیا گیا تو ہم میں سے وہ بہادر جو اُس گھوڑے
اُس میں چھپے بیٹھے تھے اُن میں بہتوں کے دل خوف کے مارے سینے
میں ہاتھوں اُچھل رہے تھے اور بہتوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور بہتوں کے
تھر تھر کانپ رہے تھے۔ فی الحقیقت یہ بڑی جانبازی کا کام اور خطرناک
موقع تھا۔ مگر تیرے بیٹے کے چہرہ پر ذرا بھی خوف و ہراس نہ تھا۔ بلکہ اس کا
ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھا تھا۔ اور گھوڑے سے کود کر باہر نکلنے کے لئے مجھ سے
بار بار اصرار کرتا تھا۔ اور جب آخر ہم اُس کے اندر سے نکلنے لگے تو اُس نے
سب سے پہلے کود کر شاہ پریام کے محل پر حملہ کیا۔ اکلیس نے جب اڈیسس
سے مردِ میدان اپنے بیٹے کی تعریف سُنی تو خوشی کے مارے جامہ سے
باہر ہو گیا۔ اور اکڑ اکڑ کر چلنے لگا اور پھر یکایک غائب ہو گیا۔

اس کے بعد اڈیسس کو اجاکس کی مغموم روح نظر آئی۔ جنگ ٹرائے
کے بعد جب یہ جھگڑا ہوا کہ اڈیسس اور اجاکس دونوں میں کون اکلیس
کے ہتھیاروں کے پانے کا مستحق ہے تو ججوں نے اڈیسس کو مستحق قرار
دیا۔ اجاکس کو ایسا صدمہ ہوا کہ وہ پاگل ہو گیا۔ اور اُس نے خودکشی کر لی۔
اجاکس کی روح دیکھتے ہی اڈیسس کا تمام غرور پست ہو گیا۔ اور رقت طبیعت
نے اُس کے دل پر غلبہ کیا اور اُسے افسوس ہوا کہ کاش وہ فیصلہ
میرے خلاف ہوا ہوتا۔ اور میری خاطر ایک بڑے مشہور بہادر آدمی کی جان ضائع

نہ جاتی۔ اپنے رقیب کی حالت دیکھ کر اوڈیسیس کے منہ سے بے اختیار یہ
کلمے نکل گئے:" اجاکس۔ یونانیوں کو تیرے لئے اتنا ہی رنج ہوا ہے جتنا
کہ اکلیس کے واسطے ہوا تھا۔ اے ٹیلامن سے نامور کے بیٹے۔ اب اپنا غصہ
تھوک ڈال۔ دیکھ اوڈیسیس تجھ سے صلح کی التجا کرتا ہے۔ اور تیرے دل کو
جو صدمہ پہنچا ہے اس کی تلافی کرنے کو موجود ہے" اور اگرچہ اوڈیسیس رو رو کر
التجا کرتا رہا۔ لیکن اجاکس کی روح نے کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ تھوڑی دور
جاکر غائب ہو گئی۔ پھر اوڈیسیس نے دیکھا کہ ایک تخت بچھا ہے اور اس پہ
مائینوس بیٹھا ہوا مردوں کا انصاف کر رہا ہے۔ وہ کسی کو جہنم اور کسی کو جنت
میں ڈال رہا ہے۔ اوڈیسیس یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک روح گرجتی اور شور
مچاتی ہوئی آئی۔ وہ اورین شکاری کی روح تھی اور ان جانوروں کی روحوں
کا شکار کرتی پھرتی تھی جنہیں اس نے زمین پر شکار کیا تھا۔ کیونکہ مردوں
کو اسی بات میں لطف آتا ہے جو انہیں زمین پر پسند ہو۔ پھر اسے ٹیٹوس کی
روح دکھائی دی جس نے لٹونا کو نقصان پہنچایا تھا جبکہ وہ پیتھو سے
پینوپیٹس کو جا رہی تھی۔ اس کے سینے پر دو گدھ بیٹھے ہوئے اس کے
جگر کو کھا رہے تھے اور جس قدر وہ کھا جاتے تھے۔ اسی قدر پھر آ جاتا
تھا۔ وہ انہیں اپنے ہاتھوں سے اڑا نہیں سکتا تھا۔ پھر ٹینٹالوس کی
روح دکھائی دی۔ وہ ٹھوڑی تک پانی میں کھڑا تھا۔ اور اس کے پاس
خوشگوار میوے لٹک رہے تھے۔ مگر وہ نہ پانی پی سکتا اور نہ پھل کھا سکتا
تھا۔ کیونکہ جب وہ پانی پینے کے لئے اپنا سر جھکاتا پانی مٹی ہو جاتا۔ اور
جب اپنا ہاتھ میوے توڑنے کے لئے بڑھاتا۔ تو ایک تیز ہوا انہیں دور
اڑا لے جاتی۔ پس وہ مشتری دیوتا کے عتاب کے باعث بھوکا پیاسا کھڑا
رہتا تھا۔ کیونکہ اس نے دعوت میں دیوتاؤں کے آگے اپنے بیٹے کو پکا کر
رکھا تھا جس کے دیکھنے سے سورج کا رنگ زرد ہو گیا۔ وہاں اوڈیسیس

لے سسی فیبسوس کی رُوح بھی دیکھی۔ اُس نے ملکی رازوں کو افشا کر دیا تھا۔ اس کے جرم میں اُسے یہ سزا دی گئی کہ وہ ایک اُونچے پہاڑ کی چوٹی پر ایک بھاری پتھر لڑھکا تا ہوا لے جاتا۔ مگر پتھر چوٹی کے قریب پہنچ کر گر پڑتا اور اُس کی تمام محنت بیکار ہو جاتی۔ اور اُسے اپنا کام از سر نو شروع کرنا پڑتا۔ وہ ہر دم پسینوں سے نہاتا رہتا تھا جو ایک بڑے دھوئیں میں سے نکل کر اُس کے سر پر کہر کی شکل میں چھایا رہتا تھا۔ اس کے بعد اُسے ہرکولیز کی رُوح نظر پڑی۔ اگرچہ وہ غیر فانی بہادر دیوتاؤں کے درمیان بہشت میں رہتا ہے اور عالم شباب کی دیوی کے ساتھ جو اُسے بیاہی گئی عیش و عشرت میں مصروف ہے مگر اُس کی رُوح پاتال میں ہے۔ اُسے دیکھتے ہی روحیں چمگادڑوں کی مانند اُس کی طرف دوڑیں اور اُس کے سر پر چپتیں لگانے لگیں اور وہ اُنہیں اپنی کمان سے نشانہ بنانے لگا۔

اڈیسیس کو وہاں تھیسیوس۔ پِرتھیوس اور دیگر بہادروں کی رُوحیں دیکھنے اور اُن سے باتیں کرنے کا موقعہ ملا۔ مگر وہ اتنی رُوحیں دیکھ چکا اور اُن سے ہمکلام ہو چکا تھا کہ اُس پر بڑا خوف طاری ہو رہا تھا۔ اس لئے اپنا مُنہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ کر وہ اپنے جہاز میں بیٹھ گیا۔ اور مُردوں کے ملک سے روانہ ہو کر زندوں کے ملک میں آیا اور ایای آ کے جزیرہ میں جا پہنچا۔

مریگی۔ تیری سلامتی اسی میں ہے کہ تو وہاں سے کسی طرح بچکر بھاگ جانا۔ اور سوائے سِکلا کی ماں کریٹس کے کسی اور دیوتا سے اُس وقت دعا نہ مانگنا۔ شاید وہ اپنی بیٹی کو تیرے آدمیوں کے کھانے سے روک لے۔ مگر اِن مصیبتوں سے نکلکر جب تو اُس جگہ پہنچے جہاں سورج دیوتا کے بیل چرتے ہیں تو تو وہی کام کیجیو جس کا مشورہ تجھے ٹرسیس نے دیا ہے۔

اِس طولانی مشورے کے بعد اُڈیسس اپنے لوگوں کے پاس گیا۔ مگر انہیں صرف وہی بتایا جو تینوں جادوگروں کی نسبت سُنا تھا۔ اور کرکی سے رخصت ہو کر جہاز میں سوار ہوکر وہاں سے چل دیا۔ کرکی نے اپنے جادو کے زور سے سمندر کا تلاطم رفع کردیا۔ اور ایسی ہوا چلا دی جس سے اُس کا جہاز سیدھا چلا گیا۔ مگر یہ لوگ کوئی دو کوس بھی نہ گئے ہونگے کہ ہوا بالکل بند ہوگئی اور سمندر بالکل بے حِس و حرکت ہوگیا گویا کہ اُس پر خواب طاری تھا۔ پس اُس نے اپنے ساتھیوں کے کان میں موم بھر دیا اور خود زنجیروں میں جکڑا گیا۔ جہاز آہستہ آہستہ چلتے چلتے تینوں جادوگرنیوں کے پاس پہنچ گیا۔ جو ایسا شیریں اور دلکش راگ گا رہی تھیں کہ اُڈیسس نے اُس وقت تک کبھی نہیں سُنا تھا۔ اُڈیسس کے دل میں سخت خواہش پیدا ہوئی کہ کسی طرح زنجیروں سے چھُوٹ کر اُن کے پاس چلا جائے۔ وہ روتا چلاتا تھا۔ کبھی اُنہیں دھمکاتا تھا۔ کبھی خوشامد کرتا تھا۔ کبھی اُن پر حکم چلاتا تھا اور عجیب عجیب حرکتیں کرتا تھا۔ اُنہیں اپنی رفاقت اور اُن مصائب کو جو اُس نے اُن کی خاطر برداشت کی تھیں یاد دلاتا۔ اُنہیں بے شمار دولت دینے کا وعدہ کرتا رہا اور ہر طرح پر اُنہیں مجبور کرتا رہا کہ اُسے زنجیروں سے کھولدیں مگر کسی نے بھی اُس کی بات کی پروا نہ کی۔ یہاں تک کہ جب وہ اُن کی

سرحد سے باہر نکل گئے۔ تب انہوں نے موم کانوں سے نکال ڈالا اور اڈیسیس کو زنجیروں سے کھول دیا۔

اس خطرے سے صحیح سلامت بچکر وہ بمشکل کوئی سو کوس گئے ہونگے کہ انہیں ایک بڑی بھاری گرج کی آواز سنائی دی۔ یہ گرج سکلا کے کتوں کی آواز تھی۔ جو اُس کے پہلو سے لگے بیٹھے اور ہمیشہ بھونکتے رہتے تھے جب جہاز زیادہ نزدیک پہنچا تو ایک گرداب میں سے ایک دھواں اٹھ رہا تھا اور اس میں سے خوفناک شور کی آواز آتی تھی۔ پس اس کے ساتھی جہاز اسی طرف کو لے چلے۔ مگر جہاز اس کے نزدیک پہنچتے ہی ٹھہر گیا۔ یعنی ایک طرف تو سکلا کے کتوں نے شور مچا رکھا تھا اور دوسری طرف کاربڈس دھاڑ رہی تھی۔ ان آوازوں سے ایک ایسی گونج پیدا ہوگئی تھی کہ اڈسیس کے ساتھیوں کے دل ان کے سینوں میں دہل رہے تھے اور کسی کو جہاز چلانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ گویا ان کی ہمت انہیں جواب دے چکی تھی۔ اڈسیس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر مصیبت سے نکلنا چاہتے ہو تو جہاز چلاؤ۔ ہمت باندھو اور مشتری دیوتا ہمیں اس مصیبت سے ضرور نجات دیگا۔ اس کے ساتھی بہت سے مصائب جھیل چکے تھے۔ انہیں جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کی التجا کو فوراً قبول کر لیا۔ انہوں نے دیکھا کہ کاربڈس دیوی سمندر کو پی اور اُگل رہی ہے۔ پانی کے ٹکرانے اور کھینچنے کے باعث سمندر میں ایک تلاطم اور انقلاب عظیم اور شور قیامت برپا ہو رہا ہے۔ اس بلا کو دیکھ کر ان کا خون خشک ہوگیا اور حواس اڑ گئے۔ اور اڈسیس کی صلاح کے موافق جہاز کو اس چٹان کی طرف لے چلے جہاں سکلا چھپی ہوئی بیٹھی تھی۔ انہیں کیا خبر تھی کہ اس طرف کیا مصیبت نازل ہوگی۔ کیونکہ اڈسیس نے اپنے انہیں کچھ بھی حال نہیں بتایا تھا۔ جب

جہاز گرداب میں پہنچا۔ سِیلا نے اپنی چھیوں گردنیں باہر نکالیں۔ اور
اُس کے چھ منتخب آدمیوں کو اُٹھا لے گئی۔ اُس وقت خود اوڈیسس
کے دل پر ایسی گھبراہٹ کا عالم تھا کہ اُسے کرکی کی نصیحت یاد نہ رہی۔
اور وہ سِیلا کی ماں کریٹیس دیوی سے مناجات کرنا بھول گیا۔ اوڈیسس
نے دیکھا کہ اُس کے چھ بڑے وفادار رفیق لقمۂ اجل ہو گئے۔ اگرچہ وہ اوڈیسس
کی مدد کے لئے دوڑا اور بہت ہاتھ پیر مارے۔ مگر کیا ہو سکتا تھا ہونا تھا وقت
نکل گیا تھا۔ سِیلا نے اُس کے ساتھیوں کو پکڑتے ہی ٹکڑے ٹکڑے
کر ڈالا اور اُن کو چشم زدن میں چٹ کر گئی۔ اُن کی چیخیں اوڈیسس کے
دل کے پار ہو گئیں۔ فی الحقیقت اُس کی تمام گذشتہ مصائب میں اُسے
کوئی ایسا دردناک اور عبرت خیز نظارہ نہیں نظر آیا تھا۔

خیر اس مصیبت سے بھی جوں توں پیچھا چھڑا کر اوڈیسس اور اُس کی
چھوٹی اور مغموم جماعت (کیونکہ اُس کے ساتھی مصائب کا شکار ہوتے
ہوتے بہت ہی تھوڑے سے رہ گئے تھے) چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچے
جہاں اُنہیں خوبصورت ثلثتنا جزیرہ میں بڑے قد آور اور خوبصورت
بیل چرتے ہوئے نظر آئے۔ اس نظارہ سے اوڈیسس کو یاد آیا کہ
یہ بیل سورج دیوتا کے ہیں۔

اوڈیسس کو معلوم تھا کہ اِس مقام پر اُس کے اوپر ایک بڑی سخت
مصیبت اور بلا سر پر نازل ہونے والی ہے۔ اس لئے خوف کے مارے
اُس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور تمام جسم تھر تھر کانپنے لگا۔
اُسے خیال آیا کہ اگر خود اُس کی غلطی یا اُس کی کسی رفیق کی بے پروائی سے
ایک بیل بھی مارا گیا تو غضب ہی ہو جائیگا۔ اس لئے اپنے ساتھیوں
سے جو وہاں قیام کرنا چاہتے تھے کہا کہ اِس خطرناک مقام سے جلد
جلد نکل چلو۔ مگر چونکہ اُس کے ساتھی کئی دن کی مسلسل مصائب کے مارے

تھکے ماندے اور بھوک کے پیاسے تھے۔ اور اُن میں جہاز چلانے کی سکت ہیں اُسے باقی نہیں رہی تھی اور رات سر پر چلی آتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو رات تک یہیں بسر کرینگے۔ اُن بھیوں نے متفق ہو کر اُس کی مخالفت کی۔ یہاں تک کہ یوری لاکس نے جو اُس کا معتمد اور بڑا عقلمند شخص تھا سب سے پہلے اُس کی تجویز کو رد کیا۔ ایسی جانکاہ مصائب کے جھیلنے کے بعد ذرا سا آرام بھی اُن کے لئے ایک نعمت عظمےٰ تھا۔ انہوں نے یہ کہا کہ تُو تو لوہے کا بنا ہوا ہے۔ ہم تو اب یہیں رات بسر کرینگے۔ رات کو جہاز اکثر تباہ ہو جاتے ہیں۔ رات کھانے پینے سونے اور آرام کرنے کے لئے ہے۔ دیوتاؤں کو قربانی صبح ہی گذرانی جاتی ہے۔ غرضیکہ اسی قسم کے حیلے حوالے کرتے رہے۔ جب اڈسیس نے دیکھا کہ وہ اپنے ارادوں سے باز نہ آئینگے۔ تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں اِس شرط پر یہاں رات کو ٹھیر سکتا ہوں کہ تم کسی مویشی کو نہ ذبح کرو اور نہ ستاؤ۔ بلکہ صرف اُسی کھانے پر قناعت کرو جو سرکی نے تمہارے جہاز میں بھیج دیا ہے۔ اُس کے ساتھیوں نے اُس کی نصیحت قبول کر کے حلف اٹھایا اور کہا کہ جو کوئی ایسا کرے اُس پر لعنت اور دیوتاؤں کی مار ہو۔ اِس کے بعد وہ اپنا جہاز ایک طرف کنارے پر لے گئے اور اُسی کھانے پر قناعت کی جو اُن کے پاس موجود تھا۔ صبح ہوتے ہی اڈسیس نے پھر انہیں اُن کا رات گذشتہ کا وعدہ یاد دلا کر کہا کہ تم ان بیلوں میں سے کسی کو نہ ستانا۔ کیونکہ جس دیوتا کے یہ بیل ہیں وہ انہیں دیکھتا اور اُن کی فریاد سنتا رہتا ہے۔ اُس کے ساتھیوں نے اُس کی بھی قسم کھالی مگر اُسی وقت مخالف ہوا چلنے لگی۔ جس کے باعث وہ وہاں ایک مہینہ پڑے رہے اور اپنے عہد پر برابر قائم رہے۔ لیکن اِس عرصہ میں سامان خوراک جو اُن کے ساتھ تھا ختم ہو گیا۔ اب تو انہیں مجبوراً تلاش کرنی پڑی کہ جو کچھ مچھلی یا پرند مل سکیں

جہاز بن جال لگا کر بیچ ڈالیں اور شکم پروری کریں۔ مگر بد قسمتی سے یہ چیزیں
بھی کافی مقدار میں دستیاب نہ ہو سکیں۔ اوڈیسس جب بالکل مجبور ہو گیا
تو اُس نے آسمانی دیوتاؤں سے گڑ گڑا گڑ گڑا کر دُعا مانگی کہ اُن کی بھوک
ختم ہو جائے تاکہ وہ اپنے عہد کو نہ توڑ سکیں۔ مگر اُس کی دُعا مستجاب نہ ہوئی
گویا دیوتاؤں نے اُس کی دُعا کی طرف سے اپنے کان بند کر لئے تھے۔ یا کوئی
دیوتا جو اُس سے ناراض تھا اُس کی دُعا کے درجہ قبولیت تک پہنچنے میں
مُخل تھا۔ القصّہ ایک دن جب دوپہر کے وقت وہ خود بڑی ہوشیاری کے ساتھ
پہرہ دے رہا تھا۔ تاکہ بیلوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اُس کی آنکھوں میں
یکایک ایک خواب گراں چھا گیا اور اسے دین دُنیا کی کچھ خبر نہ رہی۔ اور نہ یہ
سُدھ بُدھ رہی کہ اُس کے دوست یا دشمن اُس کی بہبودی یا بربادی کے
کیا سامان کر رہے ہیں +

یوریلاکس نے اِس موقع کو غنیمت جانا۔ اوڈیسیس کے بعد اُس کا حکم
ہرگز نہیں ٹل سکتا تھا۔ اُس نے اپنے ہمراہیوں کو اُن کی خراب وخستہ اور
مجبور حالت پر توجّہ دلائی۔ اور کہا کہ موت چاہے کسی طرح آئے اُس سے
ضرور تکلیف ہوتی اور جان جاتی ہے۔ مگر فاقوں کی موت بڑی سخت تکلیف
دینے والی اور ناگوار ہوتی ہے۔ مچھلیوں اور پرندوں کا بہم پہنچنا بخیر معیّن
اور مشتبہ بات ہے۔ اور نہ ہوا کا رُخ بدلنے اور ہمارے مطلب کے موافق چلنے
کی کوئی اُمید نظر آتی ہے۔ اگر ہم وہم میں پڑے رہیں اور اُس موقع سے
فائدہ نہ اُٹھائیں جو دیوتاؤں نے ہمیں دے دیا ہے۔ تو ہمیں یہاں مجبوراً
قیام کرنا پڑیگا۔ اور ہماری جانیں مفت میں ضائع ہونگی۔ اوڈیسیس کا یقین
کہ یہ بیل متبرک ہیں۔ اور اُس کا یہ تسلیم کر لینا کہ وہ سورج کی ملکیت ہیں محض
غلط معلوم دیتا اور ایک خیال خام ہے۔ کیونکہ سورج نہ کچھ کھاتا ہے اور
نہ کچھ پیتا ہے۔ وہمی دلوں کی خدمت اور نذریں دیوتا اچھی طرح قبول نہیں

کرتے۔ بلکہ شکرگذار دلوں کی۔ کیونکہ جو کچھ وہ ہمیں بیدریغ دیتے ہیں اُسے بیدریغ قبول بھی کر لیتے ہیں غرضیکہ اسی قسم کی تاویلوں اور حجتوں کے ساتھ اُس نے اُن لوگوں کو جنہیں فاقوں کے مارے زندگی بار ہو رہی تھی۔ اور جن کی مزاج میں اڈیسیس کی عدول حکمی اور بغاوت گھر کئے ہوئے تھی اس امر پر آمادہ کیا کہ اُنہوں نے اپنی قسم توڑ کر سات فربہ بیلوں کو ذبح کر ڈالا۔ کچھ تو دیوتاؤں اور اپولو دیوتا کو (جو سورج کا دیوتا ہے) قربانی گذرانی اور ساتھ ہی یہ بھی عہد کیا کہ ہم وطن میں صحیح سلامت پہنچنے کے بعد اُس کے نام کا ایک عالیشان مندر بنائینگے اور انواع و اقسام کی قربانیاں اور نذریں گذرانیں گے۔ اور باقی انہوں نے خوب سیر ہو کر ناشتہ کیا۔ جب وہ اُن کا خوش ذائقہ گوشت کھانے میں مصروف تھے۔ اڈیسیس تک بھی خوشبو پہنچ گئی۔ اور وہ یکایک گھبرا کر بیدار ہو گیا۔ اور دیکھا کہ اُس کے ساتھی اپنے عہد کو توڑ چکے اور اُس نفرت انگیز غذا پر پلے ہوئے تھے۔ ابھی وہ اُن سے دریافت بھی نہ کرنے پایا تھا کہ تم نے یہ کیا کیا کہ اُس نے ایک اچنبھا دیکھا۔ بیلوں کی کھالیں زندہ بیلوں کی طرح رینگنے لگیں۔ اور اُن کے گوشت کے کبابوں میں سے زندہ بیلوں کے رمبھانے اور ڈکارنے کی سی آواز نکلنی شروع ہوئی۔ اس سے اڈیسیس کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مگر اُس کے شریر ہمراہی مرچکوں اور نذیدوں کی طرح گوشت کھانے میں لگے رہے

جب سورج نے عالم بالا پر سے اپنے بیلوں کو اڈیسیس کے ہمراہیوں کے ہاتھوں سے ذبح ہوتے دیکھا تو اپنے باپ مشتری دیوتا سے فریاد کی کہ ان ناپاکوں سے جو میرے بیلوں کے قاتل ہیں اُن کی شرارت کا بدلہ لے۔ جب میں آسمان میں چلتا ہوں تو مجھے اُن کے نظارے سے بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ میں نے اپنی سیر میں ان بیلوں سے زیادہ خوبصورت مخلوق کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے باپ نے وعدہ کیا کہ ان

بدذاتوں سے اُس کا کافی بدلہ لیا جائیگا۔ چنانچہ اس کا ظہور بھی تھوڑے ہی
دن بعد جب وہ اِس جزیرے سے روانہ ہوئے۔ ہوگیا ✤

اڈسیس کے ہمراہیوں نے چھ دن تک بیلوں کا گوشت خوب سیر ہوکر
کھایا۔ اور ساتویں دن جب ہوا کا رُخ بدلا وہ شاداں وخنداں جہاز میں
سوار ہوکر وہاں سے روانہ ہوئے۔ مگر اڈسیس کو سخت صدمہ تھا۔ اور
اُس کا دل اُس مصیبت کے خیال سے جو اُس پر آنے والی تھی بیٹھا جاتا
تھا۔ کیونکہ وہ اُن کی زندگی سے بالکل مایوس ہوگیا تھا۔ بھلا کہیں ایسے لوگ
بھی زندہ رہ سکتے ہیں جن سے دیوتا بدلہ لینے پر تُلے ہوں۔ ابھی وہ اُس
جزیرہ سے کوئی چند کوس ہی گئے تھے کہ ایک زبردست اور مُہلک طوفان نے
اُنہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ جہاز کے بادبان ٹوٹ گئے۔ مستول
گر پڑے۔ جہازران کا دماغ پھٹ گیا۔ اور وہ سمندر میں جا گرا۔ جب جہاز
کا چلانے والا نہ رہا۔ تو وہ ہواؤں میں پڑکر اِدھر اُدھر بھٹکنے لگا۔ بادل گرجنے
لگے۔ اور مشتری دیوتا کی بجلی کے بان اُن پر گرنے لگے۔ سب سے پہلے
یوریلاکس ہلاک ہؤا۔ اور اُس کے بعد دوسرا۔ پھر تیسرا۔ یہاں تک کہ
سوائے اڈسیس کے ایک بھی زندہ نہ رہا۔ اور اُن کی لاشیں مرغابی کی طرح
سمندر کی لہروں پر تیرتی اور ماری ماری پھرتی تھیں۔ اِس مصیبت نے
اڈسیس کو یہاں تک آزردہ خاطر بنایا کہ اُسے اپنی سلامتی کی بھی کوئی
اُمید نہ رہی۔ مگر اُس نے ایک مستول کو زور سے پکڑ لیا اور اُس کے اُوپر بیٹھا
ہؤا سمندر کے تلاطم میں اِدھر اُدھر پڑا پھرتا تھا۔ غرضیکہ نو دن کامل اِسی
خوف وہراس کے عالم میں سمندر کی لہروں پر گذرے۔ اور دسویں دن وہ
بالکل عاجز۔ بیماری اور تھکاماندہ جزیرہ "اوگی گیا" کے ساحل پر جا لگا۔
جہاں کا بادشاہ بڑا مہمان نواز تھا ✤

اڈیسیس اور کالپسو

اس وقت ہمارا جانباز اڈیسیس جزیرہ "اوگی گیا" میں ہے۔ اُسکے جہازوں کے بیڑوں اور تمام ساتھیوں میں سے جو لڑائے سے بے شمار مال غنیمت لیکر خوش خوش روانہ ہوئے تھے کہ وطن چل کر اپنی بیوی بچوں کے ساتھ عیش و عشرت میں بسر کرینگے۔ ایک متنفس بھی باقی نہیں رہا۔ صرف ایک اڈیسیس ہی بچ رہا ہے۔ اب تک تو اُس کی مصائب میں اُس کے جانباز رفیق شریک تھے جس سے اُس کے ڈھارس بندھی رہی۔ مگر اب آئندہ مصائب اُسے تن تنہا برداشت کرنے پڑینگے +

اڈیسیس جب برہنہ اور تباہ حال جزیرہ "اوگی گیا" کے ساحل سے لگا تو اُس نے دیکھا کہ چاروں طرف ہرے ہرے باغ لگے۔ اور انواع و اقسام کے میوہ دار درخت پھلے پھولے کھڑے ہیں۔ طرح طرح کے پھول کھلے ہیں اور سبزہ لہرا رہا ہے۔ پھولوں کی خوشبو سے جزیرہ مہک رہا ہے۔ صاف اور شفاف چشمے جاری ہیں۔ نسیم عطر بیز چل رہی ہے۔ خوش الحان پرند نغمہ سنجی کر رہے ہیں۔ اور جس طرف نگاہ اٹھ جاتی ہے نظر کو تازگی اور دل کو فرحت ہوتی ہے۔ یہ سماں دیکھ کر بے اختیار اُس کے مُنہ سے نکل جاتا ہے کہ

؎ اگر فردوس بر روئے زمین است — ہمین است و ہمین است و ہمین است

وہ مصیبت کا مارا جس کے دل پر اس خوش منظر سے آہستہ آہستہ شگفتگی اور فرحت آتی جاتی تھی۔ دل بہلانے کی غرض سے ذرا اَور آگے بڑھا تو ایک عالی شان مکان نظر آیا۔ اور اُس کے اندر سے ایک نہایت خوش الحان گویّے کے گانے کی آواز آئی۔ یہ کالپسو دیوی

تھی۔ اڈیسیس کو دیکھتے ہی کلپسو دوڑی آئی۔ اور بہ خندہ پیشانی اُس سے ہاتھ ملایا۔ اور مکان کے اندر لے گئی۔ وہ اُس سے بڑی لطف و عنایات سے پیش آئی۔ اور اُس کی خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ کلپسو اُس پر اس قدر فریفتہ ہوگئی تھی کہ اُسے ہر طرح اُس کی مزاج داری منظور تھی۔ وہ اڈیسیس کی کسی درخواست کو ردّ نہ کرتی۔ اور ہر دم اُس کی دل بستگی کے سامان مہیا کرتی رہتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اڈیسیس اپنے وطن کو جائے۔ کیونکہ وہ خود اُس سے شادی کرنیکا ارادہ رکھتی تھی۔ مگر اڈیسیس کے دل میں اپنے وطن اور اپنی بیوی کی محبت دمبدم بڑھتی جاتی تھی۔ مگر کلپسو نے دامِ محبت ایسی بچھائی کہ سات مہینے گذر گئے۔ اُس نے اُسے اجازت نہ دی۔ جب اڈیسیس کو مایوسی ہوئی تو اُسے سخت قلق ہوا۔ اور پریشان خاطری نے اُسے ستانا شروع کیا۔ وہ اکثر اس اُمید میں ساحل سمندر پر گھنٹوں بیٹھا رہتا تھا کہ کوئی جہاز نظر آئے تو جہازرانوں کی منّت سماجت کرکے اُس میں بیٹھ کر وہاں سے چلدے۔ اڈیسیس کے ساتھ جتنی محبت کلپسو کرتی تھی۔ کلپسو اُس سے بہت ہی زیادہ محبت کا اظہار کرتی تھی۔ تاہم اڈیسیس کو کسی طرح اُس سے دلبستگی نہ ہوئی۔ بلکہ دن بدن اُس کا جی اُچاٹ ہوتا گیا۔ الغرض اڈیسیس نے اس پریشانی اور اضطراب میں پورے بارہ مہینے کاٹے۔ اور جب ایک دن وہ ساحل سمندر پر سخت مجبوری اور مایوسی کے عالم میں پریشان اور مغموم بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ وطن کس طرح جائے تو دیوی ایتھنی نے جو اُس کی حامی و مددگار تھی۔ اُس کی حالت پر ترس کھایا۔ اُس نے دیوتاؤں کی مجلس میں جو اولمپس کی چوٹی پر منعقد تھی اپنے باپ مشتری دیوتا سے غصّہ کے ساتھ کہا کہ اڈیسیس سے بہادر اور عقلمند شخص کو ایک نالائق دیوی کی قید

میں کیوں پڑا رہنے دیا گیا ہے۔ دیوتا اُسے کیوں وطن نہیں جانے دیتے۔ چنانچہ اُس کے کہنے کے مطابق مشتری دیوتا نے عطارد کو جو دیوتاؤں کا پیغامبر ہے حکم دیا کہ جا اور کلپسو سے کہہ کر وہ اڈسیس کو رہا کر دے۔ عطارد یہ سنتے ہی اپنے پردار گھوڑا اڑن پر سوار ہوا اور اپنا زرّیں عصا ہاتھ میں لیکر تری و خشکی پر ہوتا ہوا جزیرۂ "اوگی گیا" میں جا اُترا اور کلپسو دیوی کو مشتری دیوتا کا پیغام دیا۔

کلپسو جو اڈسیس کے دام محبت میں گرفتار تھی۔ اور اُسے اپنے ہی پاس رکھنا چاہتی تھی بہت مایوس و رنجیدہ ہوئی۔ اُس نے پیغامبر سے کہا کہ "اولمپس کے دیوتا بڑے حاسد ہیں۔ جب کبھی کوئی دیوی کسی فانی انسان سے اپنا دل لگاتی ہے اور اُس سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اُنہیں بڑا افسوس ہوتا ہے۔ لیکن وہ خود زمین کی عورتوں سے عشق کر کے اُنہیں بیدریغ بیویاں بنا لیتے ہیں۔ ان دیوتاؤں نے کئی دیویوں کو جو آدمزاد کے ساتھ عشق و شادی کر چکی تھیں اُن کے آشناؤں کو اُن سے چھین کر مصیبت میں ڈالا۔ اب اُنہیں مجھ پر بھی رشک آیا۔ اور کس کی خاطر؟ ایک ناچیز انسان کی خاطر۔ جو طوفان سے برباد ہو کر میرے جزیرے میں آپڑا تھا۔ خود مشتری دیوتا نے اپنے بجلی کے بان اُس کے جہاز پر برسائے اور اُس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا۔ میں نے اُس کی حفاظت کی۔ اُسے مصیبت سے چھڑایا۔ آسودہ کیا۔ اُس کی خدمت کی اور اُس سے عشق لگایا۔ وہ انصاف کی رو سے میرا ہے۔ وہ شکر گذاری اور احسان مندی کے قاعدے کے موافق میرا ہے۔ میں نے اُسے اپنی مانند غیر فانی بنانے کا عہد کر لیا ہے۔ اور دیوتا اُسے مجھ سے جدا کرتے ہیں۔ مگر کیا کیا جائے۔ میں بے بس اور مجبور ہوں۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ دیوتا مجھ سے زیادہ زور دار ہیں۔ اور اُن کا مقابلہ

کرنا ہے کارہے۔ جا اے عطارد۔ جا۔ اور اپنے دیوتا سے کہدے کہ میں اُس کے حکم کی تعمیل کروں گی"۔

کلپسو دیوی نے مشتری دیوتا کے پیام کو جو اوڈیسیس کی رہائی کی نسبت تھا یادل ناخواستہ قہراً و جبراً قبول کیا۔ عطارد تو جواب سنکر وہاں سے چلتا بنا۔ اور کلپسو اوڈیسیس کی تلاش میں ساحل سمندر کی طرف گئی۔ جہاں وہ اپنے وطن کی واپسی اور بیوی بیٹے اور عزیز و اقارب کی ملاقات کی طرف سے مایوس بیٹھا تھا اُسے مطلق خبر نہ تھی کہ کلپسو کے پاس دیوتاؤں کا پیام آیا ہے۔

دیوی نے اُس کے پاس پہنچکر کہا "اے مغموم بشر۔ اپنے وطن کے لئے اب اپنے دل کو زیادہ نہ کڑھا۔ اُٹھ اور ایک جہاز تیار کر اور وطن کو روانہ ہو جا کیونکہ دیوتاؤں کی مرضی یہی ہے۔ فی الحقیقت وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور اور زیادہ عقلمند ہیں۔ وہی خوب جانتے ہیں کہ انسان کے لئے کون سی بات زیادہ مناسب سزاوار اور نفع بخش ہے۔ میں نے تیرے ساتھ کوئی بُرائی نہیں کی۔ میں تیرے لئے تیری ہر مصیبت میں شریک ہونے کو مستعد تھی۔ اگر تجھے معلوم ہوتا کہ وطن پہنچنے سے پہلے ابھی تجھے کیا کیا زبردست مصائب بھگتنے باقی ہیں۔ تو تو دیوی کی اُس درخواست کو جو اُس نے تجھے غیر فانی بناکر اپنے ساتھ عیش و عشرت میں شامل ہونے کی نسبت کی تھی اس قدر حقیر و ناچیز نہ سمجھتا۔ اور چند سال کے عیش و آرام کی خاطر جو تجھے اپنی فانی بیوی پنیلوپ کی صحبت میں حاصل ہونگے۔ غیر فانی کلپسو کی بے قدری نہ کرتا"۔

اوڈیسیس نے جواب دیا کہ "اے عالی مرتبہ کلپسو تو میری باتوں سے ناراض نہ ہو۔ میں فانی انسان ہوں۔ اور ایک فانی بیوی کا شوق ملاقات

رکھتا ہوں۔ انسان کے لئے انسانی حظوظ نہایت مناسب ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تو خوبصورتی۔ زندہ دلی۔ نازوکرشمہ۔ زیب وزینت۔ عقل ودانش میں میری پنیلوپ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ وہ فانی ہے اور فنا ہو جائیگی۔ تو غیر فانی ہے اور کبھی فنا نہ ہو گی۔ تو ہر چند عمر میں ترقی کرتی جائے گی۔ مگر تیرے حسن وجمال کو کبھی زوال نہ ہوگا۔ مگر میری تمام خواہشیں اور ساری آرزوئیں اُسی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اپنے اور اُسی کے دیدار پر میری دلی خوشی وخرمی منحصر ہے۔ اگر کوئی دیوتا میرے بحری سفر میں سدراہ ہوگا تو مجھے کچھ پروا نہیں۔ میں راضی رہتا ہوں۔ کیونکہ دیوتاؤں ہی نے مجھے ایسا دل عنایت کیا ہے جو کسی مصیبت سے نہیں ہارتا۔ لڑائیوں اور بحری سفروں میں پہلے بھی بہت بھگت چکا ہوں مجھے کچھ کم مصائب نہیں اُٹھانے پڑے۔

دیوی نے اُس کی گفتگو بڑے ٹھنڈے دل سے سنی۔ اور اپنی خواصوں کو حکم دیا کہ چند عمدہ درخت کٹوا کر اڈیسیس کے ساتھ ایک جہاز تیار کریں۔ چنانچہ خواصوں نے اُس کام کو اگرچہ وہ اُن کے نازک ہاتھوں کے سزاوار نہ تھا جبراً وقہراً بخیال اطاعت منظور کر لیا۔ خود کلپسو نے بھی کچھ مدد دی اور چار دن میں ایک جہاز تیار ہو گیا۔ اور پانچویں دن سمندر میں ڈال دیا گیا۔ کلپسو نے اڈیسیس کو بہت سا مال وزر۔ سامان خوراک اور نفیس پوشاکیں نذر کیں۔ جن سے جہاز بھر گیا۔ اب اڈیسیس کلپسو دیوی اور اُس کی خواصوں سے رخصت ہو کر جہاز میں سوار ہو کر جزیرہ "اوگی گیا" سے روانہ ہو گیا۔

مصائب طوفان

اڈیسیس اپنے جہاز میں تن تنہا بیٹھا ہوا اُسے چلا رہا تھا - اُس کی آنکھوں سے خواب کافور ہو گیا تھا - اٹھارھویں دن اُسے قیاکیا کا ساحل نظر آیا - نپچون دیوتا جو اہل حبش کی ملاقات سے واپس آ رہا تھا اڈیسیس کو دیکھ کر جل گیا - اور آتش حسد سے برافروختہ ہو کر اپنے عصا سے ہوا اور پانی کو مارنے لگا اس سے ایک سخت طوفان برپا ہوا - اور چاروں طرف تاریکی چھا گئی - اڈیسیس کے بھی مارے خوف کے چھکے چھوٹ گئے - اُس کے دل میں خیال آیا کہ ایسی جگہ مرنے سے جہاں کوئی پیار آنسو بہانے والا بھی نہیں - بہتر ہوتا کہ میں اپنے ہموطنوں کے ساتھ جو جنگ ٹرائے میں کام آئے مارا جاتا - کیونکہ اور نہیں تو اپنے ہموطنوں کے ہاتھوں دفن کفن تو پاتا ✦

اڈیسیس ان ہی خیالات میں تھا کہ ایک آندھی نے اُسے آدبایا - اُسکے جہاز کے جوڑ بند ڈھیلے ہو گئے - اور وہ خود لہروں کے نیچے چلا گیا - مگر باوجود اِس آفت کے بھی اُس نے ہمت نہ ہاری - بلکہ نپچون اور دیوتاؤں سے خوب کشتی کرنے کے بعد اُس نے جہاز کو پھر پکڑ لیا - اور آگے کو روانہ ہوا - اُس وقت سمندر کی ایک دیوی اِنوبیوکوتھیا نے اُس کے حال زار پر رحم کھایا - یہ پہلے ایک انسانی عورت تھی اور کیڈموس کی بیٹی تھی - مگر اب سمندر کی دیوی بن گئی تھی - وہ ایک بحری پرند کی شکل اختیار کر کے اُس کے پاس آئی - اور کہنے لگی تو اس فانی جہاز اور ان کپڑوں پر جو تجھے کلپسو دیوی نے دئے ہیں اپنی سلامتی کا بھروسہ نہ رکھ - بلکہ انہیں دور کر - اِس کمربنا

کو جو بیس دیتی ہوں کمر میں باندھ لے۔ کیونکہ اس میں ایسی تاثیر ہے کہ جس کسی کی کمر میں ہوتا ہے وہ سمندر میں نہیں ڈوبتا۔ اور جب تو سلامتی کے ساتھ کنارے لگ جائے تو اُسے سمندر ہی میں پھینک دینا"۔ چنانچہ اڈسیس نے اُس کی صلاح پر عمل کیا۔ اور دو دن رات سمندر کی موجوں کے تھپیڑے کھاتا رہا۔ تیسرے دن جب ہوا ٹھہری۔ طوفان اُترا۔ اور مطلع صاف ہوا تو ایک ملک کا کنارہ نظر آیا۔ جسے وہ فیا کیا سمجھا۔ اور اُمید ہوئی کہ ان لوگوں کی مہربانی سے اُسے وطن جانے کے لئے جہاز مل جائیگا۔ کیونکہ وہ بڑے ملاح مشہور تھے۔ اُس نے ساحل تک پہنچنا چاہا۔ مگر معلوم ہوا کہ خشکی پر پہنچنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اور ڈھلوان چٹانوں گہرے پانی اور سخت موجوں کے باعث ساحل تک پہنچنا دشوار ہے۔ اُس کے دل میں طرح طرح کے ڈرانے اور ہمت توڑنے والے خیالات کا ایک تانتا بندھ گیا۔ لیکن منروا نے اُس کے دل میں ایک خیال ڈال دیا کہ وہ ہمت کرکے اُس خوفناک ساحل پر چڑھنے کی کوشش کرے مگر جوں ہی اڈسیس آگے بڑھا۔ ایک سخت موج اُسے دیا تی ہوئی پانی کے نیچے لے گئی۔ اور اگر دیوی منروا ایسے آڑے وقت میں کام نہ آتی تو اڈسیس کی زندگی کا خاتمہ ہی ہو جاتا۔ دیوی نے اُس کے تھکے ماندے اور چور چار ہوئے

ہوئے جسم کو دریا نے کھاڑی کے رخ پر پہنچا دیا۔ جہاں بآسانی ساحل پہ
چڑھنا ممکن تھا۔ اس دیوی کی مدد سے وہ خراب وخستہ ہزار وقت گھسٹتا ہوا
ساحل پر جا پہنچا۔ اور بے ہوش ہو گیا۔ لیکن جب ذرا ہوش آیا۔ تو کمر بند
کو کمر سے علیحدہ کر کے سمندر میں پھینک دیا۔

اب اوڈیسیس نے اپنی سلامتی کے لئے زمین کو بوسہ دیا اور دریا کے
کنارے کنارے آگے بڑھا۔ مگر اس وقت اُسے ایک نئی پریشانی کا
سامنا ہوا کہ رات جو گھر تی آتی تھی کہاں گذارے۔ آیا ساحل دریا کے نزدیک
جہاں کسی جنگلی درندے کا خوف تو نہیں تھا لیکن سرد ہوا اور پانی کو اُسکے
تُو اور ... برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یا پہاڑی کے کسی غار میں جہاں درندوں
کا خوف تو تھا لیکن سمندر کی سرد ہوا اور پالے سے محفوظ تھا۔ پس یہ
سوچکر کر اکڑ کر مرنا بجائے سردی میں اکڑ کر مرنے سے بہتر ہے وہ جنگل کی
طرف بڑھا۔ وہاں خودرو زیتونوں اور دیگر چھوٹے چھوٹے درختوں کا
ایک گھنا کنج تھا۔ اس میں نہ تو ہوا اثر کر سکتی تھی۔ نہ سورج کی گرم شعاعیں
داخل ہو سکتی تھیں اور نہ اوس اور مینہ کا گذر تھا۔ اوڈیسیس سرکتا ہوا
اُس کے اندر داخل ہوا اور پتوں کا جو درختوں سے گر رہے تھے ایک
ڈھیر جمع کر کے اُس پر پڑ رہا۔ اور منروا دیوی کی عنایت سے یہاں گہری
نیند میں سو گیا۔

اڈیسیس اور شاہ الکینوس

اسی اثنا میں دیوی منروا شاہ الکینوس کے محل میں پہنچی اور شاہزادی نوسیکا کو جو مصروف خواب راحت تھی اُس کی خادمہ کی شکل میں نظر آئی اور یُوں مخاطب ہوئی۔ نوسیکا تو اپنی شادی کے زیور اور پوشاکوں کی جو توشہ خانے میں رکھی ہوئی ہیں کیوں خبر نہیں لیتی۔ شادی کے دن جو اب قریب ہی ہیں۔ تجھے نہ خود اپنی زیبائش کے لئے اُن کی ضرورت ہوگی۔ بلکہ اُن سہیلیوں کو دینے کے لئے بھی تیرے ہمراہ مندر کو جائینگی تیری نیک نامی بہت زیادہ تر اسی امر پر منحصر ہے کہ تُو نے ان چیزوں کی کیسی خبرداری کی اور اسی سے تیرے ماں باپ خوش ہونگے۔ ہم صبح سویرے اُٹھ کر ان پوشاکوں کو دریا میں چل کر دھوئیں اور تیرے باپ سے عرض کریں کہ وہ تجھے ان پوشاکوں کو جاکر دریا میں صاف کرنے کی اجازت دے۔ اور چونکہ تجھ سی معزز شاہزادی کو پیادہ پا جانا زیبا نہیں اسلئے تیرے لئے ایک سواری بھی طلب کریں۔ دیوی منروا یہ کہہ کر چلی گئی۔ نوسیکا خواب راحت سے بیدار ہوئی اور اپنے ماں اور باپ کی خدمت میں یہ درخواست کی جسے اُس کے باپ نے بلا تامّل منظور کر لیا۔ اور شاہزادی معہ اپنے خدمتگاروں کی جماعت کے دریا پر پہنچکر کپڑوں کے صاف کرنے میں مشغول ہوگئی۔ وہ اپنی محنت کو خوشگوار بنانے کے لئے درمیان میں کبھی کبھی تفریحاً کھیلنے بھی لگ جاتی تھیں۔ اور جب اپنا سب کام ختم کر چکیں تو چوگان شروع ہُوا۔ شاہزادی نے اپنی باری پر گیند کو اس زور سے اُچھالا کہ وہ سمندر میں جا پڑا۔ اس پر جماعت نے ایک زور کی صدا بلند کی جس نے اڈیسیس کو سوتے سے بیدار کر دیا۔ جو

پاس ہی کنج میں سو رہا تھا۔ اڈیسیس عورتوں کی آواز سن کر اپنی خلوت سے باہر آیا۔ اُس کے تن پر ایک تار بھی نہ تھا۔ اور مصائب کے مارے اُس کی صورت بگڑ گئی تھی۔ جوں ہی اس خوش گذران جماعت کی نظر اُس پر پڑی سب ڈر کر جنگل میں اِدھر اُدھر چھپ گئیں۔ صرف نوسیکا جس کی جوانی منہ زور اور ہمّت بہت بڑھی ہوئی تھی اپنی جگہ سے نہ ہٹی۔ بلکہ یہ جاننا چاہا کہ یہ کس قسم کا انسان ہے اور ان کے پاس آنے سے اُس کی کیا غرض ہے۔ اڈیسیس نے اُس کے پیچھے پہنچ کر اُس سے یوں خطاب کیا کہ "قبل اِسکے کہ تیرے سامنے میں اپنی التجائیں پیش کروں میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میں کسی فانی خاتون سے ہمکلام ہوں یا کسی دیوی سے۔ اگر دیوی ہے تو پوشاک۔ خط و خال۔ انداز و وضع اور قد و قامت سے تو ڈائنا دیوی سے مشابہ ہے"! نوسیکا نے جواب دیا کہ "میں دیوی نہیں بلکہ ایک فانی لڑکی ہوں"۔ اڈیسیس نے کہا کہ "اگر تو عورت ہے تو تیرے ماں باپ اور بھائی بڑے خوش نصیب ہیں جن کے ہاں تجھ سی خوبصورت نازنین پیدا ہوئی۔ لیکن وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب ہوگا جس کے ساتھ تیرا عقد ہو۔ نہ مجھے کوئی ایسا مرد نظر آیا جو تیرے عقد کے لائق ہو اور نہ تجھ سی خوبصورت نازنین کہیں دیکھنے میں آئی۔ خوف حیرت اور بدحواسی اجازت نہیں دیتے کہ میں آگے بڑھ کر تیرے قدم چھوؤں۔ یہ کوئی تعجب نہیں کہ مجھ سے بیباک اور جری شخص کو تجھ سے مایۂ ناز و خوبی کے پاس جانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ میں جزیرہ اوگی گیا سے آرہا ہوں۔ اور بیس دن ہوئے کہ بیرحم سمندر کے تلاطم میں اِدھر اُدھر مارا پھرنے کے بعد میرا جہاز غارت ہوگیا اور میں تیرے ملک کے کنارے آلگا۔ جب سے خشکی پر آیا ہوں سوائے تیرے مجھے کسی مرد یا عورت کی شکل دیکھنی نصیب نہیں ہوئی۔ میری التجا صرف یہ ہے کہ مجھے ایک

جوڑا کپڑے عنایت کرنا کہ میں اپنی برہنگی کو ڈھانپ کر کسی نزدیک کے شہر میں چلا جاؤں۔ دیوتا جو مسافروں کی دستگیری کرتے ہیں تیری اِس عنایت کا تجھے بدلہ دینگے"۔

شاہزادی کو بڑی حیرت ہوئی اور اُس پر بڑا رحم آیا۔ اور یوں کہنے لگی۔ "میں تجھ میں کوئی بے وقوفی یا سُستی نہیں پاتی تو بھی تو ایک محتاج اور بدنصیب ہے جس سے ظاہر ہے کہ خوشی و چین دانائی یا محنت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ مشتری دیوتا جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ شاید اُسی نے تجھے اس درجہ کو پہنچایا ہے۔ چونکہ تیری مصائب نے تجھے ہمارے ملک میں لا ڈالا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم تیری حاجتوں کو پورا کریں۔ کپڑا اور جو چیز کہ تجھ سے سائل اور مصیبت زدہ کو درکار ہیں دیئے جائینگے۔ ہم تجھے اپنے شہر میں لے چلیں گے اور اپنی قوم کا نام بتائینگے۔ اس ملک کا نام فیاکیا ہے اور میرا باپ الکینوس یہاں کا بادشاہ ہے"۔

پھر شاہزادی نے اپنے خدمت گذاروں کو بلایا جو اُسے تالاب پر لے گئیں۔ وہاں اڈیسیس نے غسل کر کے کپڑے پہنے جو خدمت گذاروں نے اُسے دیئے تھے۔ جب وہ سن سنور کے نوسیکا کے سامنے آیا تو وہ اس پر فریفتہ ہو گئی اور دل میں خواہش کرنے لگی کہ کاش کہ دیوتا اُس کے ساتھ میرا عقد کرا دیں اور پھر سواری تیار کرا اور اپنے کپڑے اُس میں رکھ مع خدمت گذاروں کے شہر کو چل دی۔ اور اڈیسیس کو مصلحتاً حکم دیا کہ پیچھے پیچھے پیادہ پا آ جائے۔ جب اڈیسیس شہر میں داخل ہوا تو اُس کی شان و شوکت عالیشان عمارتیں بازاروں مندروں۔ اور بندرگاہ کو دیکھ کر اُسے بہت ہی حیرت ہوئی۔ اور جب اُس نے محل کی شان و شوکت باغ۔ مورتیں۔ نوادر سے اور آرائش کے سامان دیکھے تو اُس کی عقل دنگ رہ گئی۔ وہ سیدھا محل میں گیا۔ جہاں نوسیکا نے بادشاہ۔ ملکہ اور اُس کے اُمرا کو دعوت دیکر

اُس کے استقبال کے لئے آمادہ کر رکھا تھا ۔

محل میں داخل ہوتے ہی اُس نے دو زانو ہو کر عرض کیا کہ چونکہ میری تقدیر مجھے یہاں لے آئی ہے اس لئے آپ مجھے اپنی پناہ میں لیں۔ اور ایک جہاز وطن جانے کے لئے دیں۔ اور پھر حسب دستور سائلوں کی طرح آتش کدہ کے پاس خاک پر جا بیٹھا۔ بادشاہ اُس کی تعظیم بجالایا۔ اور وہاں سے اُٹھا کر اپنے پاس تخت پر جگہ دی۔ اور حاضرین سے یُوں کہنے لگا "اے فیاکیا کے اُمرا و وزرا۔ یہ شخص جس سے ہم واقف نہیں ہیں ہمارے ہاں سائل کے بھیس میں آیا ہے۔ وہ کوئی بڑا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ اُس نے ہماری پناہ لی ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ جب تک یہاں رہے ہم اُس کی خاطر و مدارات کریں اور جب رخصت ہو تو ایک جہاز اُسے وطن تک کے لئے دیں" امرا و وزرا نے بلا تامّل منظور کر لیا۔ پھر شراب و کباب اُڈیسیس کے رُوبرُو رکھے گئے۔ اور اُس نے دیوتاؤں کا جن کی مہربانی سے شاہ الکینوس اُس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ شکریہ ادا کر کے کھایا پیا۔ وہ اُن سے صرف اپنے گذشتہ مصائب کا ذکر کرتا رہا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ وہ کون ہے۔ بادشاہ ملکہ اور حاضرین اُس کی خوش بیانی اور دانشمندی پر بہت ہی خوش ہوئے۔ شاہ الکینوس نے اپنے مہمان کے آرام کے خیال سے مجلس جلد برخاست کی۔ اور اُسے ایک کمرے میں پہنچا دیا جہاں اُسکے آرام و آسائش کا سب سامان مہیا تھا مگر اُسے نیند نہ آئی ۔

شاہ الکینوس کا محل اور دعوت

صبح ہوتے ہی شاہ الکینوس نے نقیبوں کے ذریعہ اعلان کرایا کہ اُسکے

شہر میں ایک مسافر آیا ہے جسکا جہاز اُس کے ملک کے ساحل پر تباہ ہوگیا۔ وضع قطع سے وہ کوئی دیوتا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے شہر کے تمام خاص خاص لوگ اور امیر و کبیر اُس کی تعظیم کے لئے حاضر ہوں۔ چنانچہ فی الفور شاہی محل مہمانوں سے بھر گیا۔ بادشاہ نے اُن کی زندہ دلی اور تفریح کے لئے ایک شاہی دعوت اور مجلس رقص و سرود منعقد کی۔ جب دعوت کے بعد اوڈیسیس بادشاہ اور ملکہ کے پاس بیٹھا تھا۔ شاہ الکینوس کے حکم سے ڈموڈکس مطرب نے اپنے بربط پر بہادروں کے کارناموں کے راگ سنانے شروع کئے۔ اس وقت دیوتاؤں کی طرف سے اُسے مکاشفہ ہوا کہ وہ اس معرکہ کا گیت گائے جو اوڈیسیس اور ایکلیس میں واقع ہوا تھا۔ اِس قصے کو اُس نے راگ میں ایسی خوبی کے ساتھ ادا کیا کہ اوڈیسیس کو اپنے گذشتہ کارنامے اور مصائب یاد آگئے اور اسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ لیکن جب مطرب نے اُن شاہزادوں کا ذکر چھیڑا جو اوڈیسیس کے ساتھ ٹرائے میں لڑے اور کام آئے۔ یا ردانگی کے بعد کچھ مر چکے اور کچھ خود اُس کی مانند دور از وطن تھے۔ یا سفر میں اُس کے ساتھ سمندر میں مصائب کا شکار ہو گئے تھے تو اُس سے ضبط نہ ہو سکا اور آنسو بے اختیار نکل پڑے۔ مگر وہ چالاکی سے انہیں پی گیا۔ شاہ الکینوس نے یہ دیکھ کر مطرب کو راگ بند کرنے اور محفل رقص جمانے کا اشارہ کیا۔ اِس کے بعد کھیل۔ طاقت آزمائی کے دنگل۔ مصنوعی لڑائیاں۔ نیزہ بازی۔ تیراندازی۔ چکر کی نشانہ بازی دکھلائی گئی۔ جن میں اوڈیسیس نے بڑے ادب اور خاکساری کے ساتھ اپنے بعض مہمانوں کے مقابلہ میں ایسے کرتب اور جوانمردی دکھائی کہ اہل فیاکیا اُسے دیوتا یا دیوتاؤں کی نسل سمجھنے لگے۔ یہ کھیل۔ تفریح کے جلسے اور دعوت کئی دن برابر ہوتے رہے۔ شاہ الکینوس کو ہر دم [illegible] کی خاطر و مدارات ملحوظ تھی۔ مگر اُس نے

اوڈیسیس سے اُس کا نام تک نہ پوچھا اور نہ اُس سے زیادہ اُس کا حال سننے کی خواہش کی جس قدر کہ وہ خود بیان کر چکا تھا۔ ایک دن ضیافت کے بعد بادشاہ نے مطرب کو طلب کیا جس نے وہ راگ سنایا جس کا یہ مضمون تھا کہ اوڈیسیس نے اُس رات جبکہ ٹرائے میں آگ لگائی گئی تھی کیسی دلیری اور جوانمردی کا ثبوت دیا۔ اور اُسے ایسے دلکش پیرایے میں ادا کیا کہ اوڈیسیس کا دل جوش میں بھر گیا۔ اُسے اپنی بہادری پر جس میں اُس نے بے تکلف خون کی ندیاں بہا دی تھیں بڑا افسوس آیا اور خیال پیدا ہوا کہ ایک دن موت کی ابتدا اور تلخی اُسے بھی چکھنی پڑے گی۔ اور وہ آبدیدہ ہو گیا +

شاہ الکینوس نے جب اوڈیسیس کو جنگ ٹرائے کے واقعات کا حال سن کر مکرر آبدیدہ دیکھا تو دریافت کیا کہ کیا اُس کا کوئی دوست یا عزیز جنگ ٹرائے میں کام آیا ہے جس کی اُسے دُھوندکس کا راگ سن کر یاد آ گئی اور اُس کا دل بھر آیا۔ اوڈیسیس نے یہ دیکھ کر کہ حاضرین مجلس کی نگاہیں اُس پر لگی ہوئی ہیں اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔ اور موقع غنیمت سمجھ کر اپنا سارا قصہ من وعن بیان کر دیا۔ اور کہا کہ اوڈیسیس میں ہی ہوں جس کی بہادری کے کارناموں اور مصائب کا ذکر ہو رہا ہے۔ میں اتھیکا کا بادشاہ ہوں۔ تمام حاضرین مجلس کو جنہوں نے اوڈیسیس کی بہادری کے فسانے اور جنگ ٹرائے کے واقعات سُنے مگر اُن کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ اور بعض بعض اُن باتوں کو شاعرانہ مبالغہ یا فرضی فسانے سمجھتے تھے۔ خود اوڈیسیس کو بھی مجلس میں دیکھ کر اور اُس کی زبانی تمام و کمال قصہ سُن کر بڑی حیرت ہوئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ صبح ہی ایک جہاز معہ سامان رسد کے بندرگاہ پر اوڈیسیس کی روانگی کے لئے تیار کیا جائے۔ اور بادشاہ معہ امرا و وزرا کے اوڈیسیس کے رخصت کرنے کو بندرگاہ پر پہنچا۔ اور اوڈیسیس بادشاہ، ملکہ، شاہزادی

اُمرا و وزرا اور اہلِ فیاکیا سے بادلِ ناخواستہ رخصت ہُوا۔ فیاکیا سے روانہ ہوتے ہی اُس کی آنکھوں میں ایک خواب گراں چھا گیا اور سفر بھر آرام سے سوتا رہا۔ جب جہاز اتھیکا کے بندر میں پہنچا تو جہاز رانوں نے اڈیسیس کو بیدار کرنا نہ چاہا۔ بلکہ ایک سایہ دار کُنج میں اُسے آرام کے ساتھ لٹا دیا اور تمام سامان جو شاہ الکینوس نے اُسے دیا تھا اُس کے پاس رکھ کر وہاں سے وطن کو لوٹ گئے مگر جونہی کہ وہ وطن کے نزدیک پہنچے اور سلامتی کے ساتھ واپسی پر نعرے بلند کئے اور اہلِ وطن نے اُن کے نعروں کا جواب دیا سب کے سب معہ جہاز کے پتھر بن گئے اور اب تک وہاں موجود ہیں۔ پیچون دیوتا نے اُن پر اپنا غضب نازل کیا کیونکہ اُنہوں نے ایک ایسے شخص کو جسے دیوتا ہلاک کرنا چاہتے تھے اُس کے وطن میں پہنچا دیا۔

جب اڈیسیس بیدار ہُوا تو نہ پہچان سکا کہ وہ کس ملک میں ہے اور اُن لوگوں کو نہ پاکر جو اُسے جہاز میں اُس کے وطن پہنچانے کے لئے آئے تھے بہت ہی حیران ہُوا۔ وہ اسی کشمکش میں تھا کہ ایک گڈریا نظر آیا جسے اڈیسیس نے سلام کر کے پوچھا کہ یہ کون سا ملک ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ اتھیکا ہے۔ اڈیسیس کو بڑی خوشی ہوئی مگر اُس نے چالاکی سے کہا کہ میں کریٹ سے آرہا ہوں اور مجھے اس ملک کا نام معلوم نہیں۔ مگر گڈریے نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اب چالاکی دور کر۔ کیا تو باوجود اپنے ملک میں سلامتی کے ساتھ پہنچنے کے پھر بھی چالاکیوں سے باز نہیں آتا۔ اڈیسیس نے جو دوبارہ نظر اُٹھائی تو وہ شخص گڈریا نہ تھا بلکہ خوب صورت دیوی منروا تھی۔ اڈیسیس نے بآوازِ بلند کہا۔ اے منروا میری لاعلمی پر ناخوش نہ ہو کیونکہ دیوتاؤں کا شناخت کرنا عقل سے باہر ہے صرف وہی پہچان سکتے ہیں جن پر تیرا کرم ہوتا ہے۔ لیکن میں

جانتا ہوں کہ جنگِ ٹرائے میں یونانیوں میں سب سے زیادہ تُو نے میری امداد کی اور اپنے دیدار سے بھی میری ہمّت افزائی کی۔ لیکن اُس کے بعد میں نے تجھے صرف آج دیکھا ہے۔"

پھر منروا نے اُس کی آنکھوں کا غبار دُور کر دیا اور اُسے معلوم ہُوا کہ فی الحقیقت وہ اتھیکا کی سرزمین میں کھڑا ہے۔ اور اُسے اس قدر خوشی ہوئی کہ وہ بے ضبط ہو کر زمین کو بار بار بوسے دینے لگا۔

وطن کو واپسی

دیوی منروا نے اُسے ان حرکتوں سے بہت جلد روک کر اُس سے سارے واقعات بیان کیے جو اُس کی غیر حاضری میں جزیرہ اتھیکا میں واقع ہوئے تھے کہ اُسے اپنی بیوی اور تاج و تخت تک پہنچنے میں ابھی بڑی بھاری مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اُس کا محل کسی ناظم کے نہ ہونے کے باعث اتھیکا اور اُس کے نواحی جزیروں کے مغرور۔ سرزور اور گستاخ شاہزادوں کا مامن و مسکن بن گیا ہے۔ جو اُڈیسیس کو مرا ہُوا سمجھ کر ملکہ پنیلوپ کے طالب بن کر آتے ہیں۔ ملکہ کسی سے شادی کرنے پر رضامند نہیں مگر ملکہ قیدیوں کی مانند اُن کے درمیان نظربند ہو رہی ہے۔ یہ لوگ اُس کے آخری جواب کے انتظار کے بہانہ سے شاہی محل پر قابض ہیں یکہ مہمان بن کر نہیں بلکہ مالک بن کر جو جی چاہتا ہے کرتے ہیں۔ محل کو تباہ اور شاہی مال و اسباب کو اپنی دعوتوں اور دیوانہ وار شورشوں میں برباد کرتے ہیں۔ اُنہوں نے تیرے بیٹے کے ساتھ بھی بہت ہی بُرا سلوک کیا۔ خود میں نے ٹیلیماکس کے دل میں تیری تلاش کو نکلنے کی خواہش پیدا کر دی۔ اور منتور کی شکل میں اُس کے ساتھ گئی اور اُس کی رہبری کرتی رہی۔ اور اُسے

واپس آئے ابھی صرف چند ہی دن گذرے ہیں۔ اس سے ملکہ کو بیحد
خوشی حاصل ہوئی ہے کیونکہ اب تک وہ اُس کی سلامتی کی طرف سے
مایوس ہوکر ہاتھ دھو چکی تھی۔ ملکہ کو جسقدر تیرا رنج و غم تھا اُسی قدر
اُس کا بھی"۔ مگر اُس نے ٹیلیماکس کے کلیپسو کے جزیرے میں قیام کرنے
اور دیگر عجیب واقعات کا جو اُسے پیش آئے تھے اوڈیسیس سے قصداً
بیان نہ کیا۔ بلکہ یہی مناسب سمجھا کہ اوڈیسیس کو ان باتوں کا ٹیلیماکس
ہی کی زبان سے سننے میں لطف آئیگا +

اب دونوں نے آپس میں مل بیٹھ کر صلاح و مشورہ کرنا شروع
کیا۔ اوڈیسیس کے دل میں ایک مایوسانہ خیال پیدا ہوا کہ شاہ اگممنون
کی مانند میں بھی ایک بُری موت مرونگا۔ اور اُس بدنصیب فرمانروا کی
مانند اپنے ہی محل کے آستانے پر میری جان جائیگی۔ میری بیوی کے
عاشقوں میں سے کوئی مجھے مار ڈالیگا"۔ مگر یہ خیال پایندہ نہ رہا کہ اُس نے دل
ہی دل میں ارادہ کیا کہ دیوی منروا اُس کے دل میں اُسی بہادری کی روح
پھونک دے جو جنگ ٹرائے کے دن پھونک دی تھی تاکہ ان تمام
مغروروں کے خون سے محل کی زمین رنگ جائے"۔ دیوی منروا نے
اُس کے دل کا بھید جان کر اُس کی ہمت بندھائی اور اُس کا جسم ایسا
کر دیا کہ آدمیوں کا سا معلوم ہوئے۔ اُس کے کپڑے اُتار کر اور چیتھڑے
پہنا دیئے۔ ہاتھ میں ایک عصا دیا۔ اور بڈھے مردوں کی سی صورت بنا کر حکم
دیا کہ پہلے وہ اپنے گلہ بان یومیس سے ملے مگر سوائے اپنے بیٹے کے
اور کسی سے اپنا حال نہ بیان کرے۔ چنانچہ وہ اپنے گلہ بان تک پہنچا۔
جس نے اُس کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ اور اپنے قدیم آقا اوڈیسیس کی
بڑی تعریف اور اُس کے واپس نہ آنے اور محل کی حالت پر سخت
افسوس کرتا رہا۔ اوڈیسیس نے اُس سے پوچھا کہ کیا کبھی تو عاشقوں کا

اُس فرمانروا کا نام کیا ہے۔ شاید مجھے کچھ حال معلوم ہو تو بتا سکوں
گلہ بان نے کہا کہ اُس کی نسبت بہت سے سیاحوں سے دریافت کیا
گیا۔ مگر کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے یا اُس کا انجام کیا ہوا۔ لیکن
اگر تو بتا سکے گا تو تجھے ایک لبادہ نذر کیا جائیگا۔ اوڈیسیس نے جواب دیا
کہ وہ ضرور واپس آئیگا۔ اور اسی سال کیا بلکہ اسی مہینے میں اور اُسوقت
میں لبادہ لونگا۔ اگر میری بات جھوٹ نکلے تو جو تیرا جی چاہے میرا وہی
کر ڈالنا۔ اور حاضرین کو خوش کرنے کے لئے اُس نے اوڈیسیس کی
بابت ایک فرضی قصہ کہہ سنایا اور پھر سو رہا۔ صبح ہوتے ہی اُس نے رخصت
چاہی کہ میں شہر یا بادشاہ کے محل میں جا کر ملکہ پنیلوپ کے کسی عاشق
کی کچھ خدمت کر کے اپنا پیٹ پالونگا۔ مگر تجھ پر زیادہ بار نہ ڈالونگا۔ وہ
یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ شاہزادہ
ٹیلیماکس تھا جو یہ سُن کر آیا تھا کہ یومیس کے ہاں ایک پیر مرد مسافر آیا ہے
کیا عجب ہے کہ اُسے اُس کے باپ کا کچھ حال معلوم ہو۔

ٹیلیماکس نے اوڈیسیس کو دیکھتے ہی دریافت کیا کہ یہی شخص میرے
باپ کی خبر لایا ہے؟ گلہ بان نے جواب دیا کہ جی یہی ہے۔ مگر میں نہیں
کہہ سکتا کہ اُس کی باتیں کہاں تک سچی ہیں۔ اور یہ کہہ کر وہ کسی ضروری کام
کے لئے باہر چلا گیا۔ اتنے ہی میں دیوی منروا (اتھینی) نے اُسے اشارہ
کیا کہ یہی وقت اُسکا اپنے بیٹے سے [illegible] کرنے کا ہے۔ اور اُس کی
شکل بدل گئی۔ اب وہ شاہزادے کے [illegible] ایک [illegible] ایک نوجوان
فرمانروا بیٹھا تھا۔ اور کہنے لگا کہ [illegible]
مگر اوڈیسیس نے کہا میری طرف دیکھ میں دیوتا نہیں۔ بلکہ تیرا باپ
اوڈیسیس ہوں۔ جو تو بچہ تھا [illegible] اور [illegible]
نہیں"۔ اور اپنے بیٹے کے بوسے لینے لگا۔ شفقت پدری [illegible] کہا یا

اور اُسے سینے سے لگا کر خوب ہی دل کھول کر رویا۔ اپنے باپ سے مل کر
ٹیلیماکس کو بڑی خوشی حاصل ہوئی ٭

پھر اُڈیسیس نے دریافت کیا کہ "بتاؤ تو یہ اُمّیدوار کون ہیں۔ اُنکی
تعداد کتنی ہے۔ اور تیری ماں ملکہ اُن سے کس قدر اُنس کرتی ہے"
ٹیلیماکس نے جواب دیا کہ "وہ اُس نے اُنہیں ابھی تک اُمّیدوار رکھا ہے۔
لیکن اُس کا ارادہ اُن کی اُمّیدوں کے پورا کرنے کا نہیں۔ وہ اُنہیں
قطعی جواب دینے سے ڈرتی ہے۔ اس لئے امید رکھا ہے کہ وہ کسی ایک
کے ساتھ شادی کر لیگی۔ اُس نے اُنہیں ابھی تک جھوٹی اُمّید پر رکھ چھوڑا
ہے۔ جس کے پورا ہونے کا وہ خوشی سے انتظار کر رہے ہیں۔ مگر ہمارا
گھر اُجاڑے دیتے ہیں" اُڈیسیس نے کہا "شمار کر کہ وہ کتنے ہیں۔ تاکہ
ہم اُن کی اور اپنی طاقت کا اندازہ کر سکیں۔ کیونکہ صرف ہم دونوں ہی کو
اُن کا مقابلہ کرنا ہوگا" ٹیلیماکس نے جواب دیا کہ "میں نے تیری عقلمندی
اور شہرت کا اکثر چرچا سُنا ہے۔ مگر اس وقت تو مجھے تیری باتوں سے حیرت
ہوتی ہے کیونکہ عقل میں آتا ہے کہ ایک گروہ کے مقابلے میں صرف دو شخص
زور آزمائی کریں۔ دو نہیں۔ چار نہیں۔ دس نہیں۔ بیس نہیں۔ بلکہ
سینکڑوں ہیں۔" اور اُس نے اُن کی ایک لمبی چوڑی فہرست کہہ سنائی۔
"اے باپ اس وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ انتقام کا
پیالہ جس کے چکھنے کی تجھے اس قدر آرزو ہے کہیں ہمارے ہی حق میں
تلخ ثابت ہو۔ اس لئے ہمیں کسی اور کی بھی فکر کرنی چاہئے۔ جو ہماری
مدد کر سکے" اُڈیسیس نے کہا "کیا تو خیال کرتا ہے کہ ہماری مدد پر دیوی منروا
اور آسمانوں کا بادشاہ ہے تو اُن کی بڑی تعداد ہمارے لئے کافی ہوگی۔
یا ہمیں ابھی کسی اور امداد کی فکر کرنی چاہئے؟" ٹیلیماکس نے جواب دیا۔
"جن کا تو ذکر کرتا ہے وہ عالم بالا کے مالک ہیں۔ فی الحقیقت وہ بڑی

ہماری امداد میں اُن کی حکومت نہ صرف انسانوں ہی پر ہے۔ بلکہ دیوتاؤں
پر بھی ہے۔ پھر اوڈیسیس نے اُسے ہدایت کی کہ جا اور اُمیدواروں سے
مِل جُل۔ مگر یہ راز کسی پر افشا نہ کرنا۔ کہ یہ سب جھوٹ کہتا۔ لیکن ہمیشہ ہاتھ باندھ کر
اور سختیاں برداشت کرنے کو آمادہ رہنا۔ اور جب تھوڑی ہی دیر میں آؤں
تو چاہے وہ میرے ساتھ کیسا ہی برا برتاؤ کریں۔ میری ٹانگ پکڑ کر
گھسیٹتے پھریں۔ ماریں۔ بدزبانی کریں۔ طعنے اور تشنیع دیں مگر تو
اُنہی کی سی کہنا۔ جب تک کہ دیوی منروا تجھے اشارہ نہ کرے اُن سے
مقابلہ نہ کرنا۔ ٹیلیماکس یہ وعدہ کرکے چل دیا اور اوڈیسیس کی شکل و
لباس پھر ویسی ہی فقیروں کی سی ہو گئی +

اوڈیسیس کا اپنے محل میں جانا

اوڈیسیس عصا ٹیکتا ہوا اور فقیروں کی شکل بنائے ہوئے یومیس کے
مکان سے روانہ ہو کر شاہی محل میں جا پہنچا۔ یہاں ملکہ کے چاہنے والے
شہزادے اُڑا رہے تھے۔ اوڈیسیس کو دیکھتے ہی اُنہوں نے اُس کی
ہنسی اُڑانا شروع کیا۔ وہ جھکا جھکا گداؤں کی طرح ہاتھ پھیلائے ہوئے
ایک ایک کے پاس گیا۔ بہتیروں نے تو اسے دھکا دیا۔ اور باہر نکل جانے کا
حکم دیا۔ کیونکہ اُس سے اُن کا عیش و عشرت مکدر ہوتا تھا۔ مگر بعضوں
نے از راہ ترحم اُسے کچھ دے دیا۔ وہ اپنے بیٹے ٹیلیماکس کے پاس بھی گیا۔
جس نے اُسے اپنے طباق میں سے کچھ گوشت اور ایک جام شراب دیا۔
اس پر شاہزادہ انٹینوس نے جو کہ پنیلوپ کے عاشقوں میں ایک ممتاز درجہ
رکھتا تھا۔ ٹیلیماکس کی چشم نمائی کی۔ اوڈیسیس نے بہت معذرت خواہی کی اور ابھی
کچھ کہا ہی تھا کہ اُس نے اُس کے ایک سہ پائی کھینچ ماری جو اُس کی گردن

اور شانوں کے درمیان لگی۔ اگرچہ اس پر ٹیلیماکس کو جوش فرزندی آگیا۔ لیکن ضبط کر گیا۔ اڈسیس سرک کر دروازے میں جا بیٹھا۔ جو کچھ ملا تھا۔ اُسے کھانے لگا۔ اور ساتھ ہی کہتا جاتا تھا۔ "جان و مال کے لئے تو انسان لڑتا ہے۔ مگر یہ شخص بسیار خوری کے لئے مجھے مارتا ہے۔ اگر کوئی دیوتا غریب کا مددگار ہوتا تو اسے شاہزادہ انٹینوس۔ آپ ملکہ کا خاوند بننے سے پہلے زندہ نہ رہتے"۔ اس پر انٹینوس بڑا گرم ہؤا۔ اور غصے کے مارے گرجنے لگا۔ اور بولا کہ اگر دوبارہ کوئی لفظ تیرے منہ سے نکلا تو ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر کر دیا جائے گا۔ لیکن ملکہ کے اور ہوا خواہوں کو انٹینوس کی یہ بدزبانی اور حرکت پسند نہ آئی۔ بلکہ انہوں نے کہا کہ "اکثر دیوتا ایسے ہی فقرانہ بھیس میں لوگوں کا مزاج آزمانے اور نیا ٹنے آتے ہیں۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ ان گدڑیوں میں کونسا لعل چھپا ہے۔ ٹیلیماکس چپکا بیٹھا دیکھا کیا۔ وہ منتظر تھا کہ دیوی منروا اُسے کب اشارہ کرتی ہے۔

اُسی روز اڈسیس کے پیچھے ایک اور گدا آئرس نامی چلا آیا تھا۔ وہ اکثر اس مکان میں آکر ان ضیافتوں میں سے حصہ لیا کرتا تھا۔ اور چونکہ وہ بڑا جسیم آدمی تھا اور چھ آدمیوں کے برابر خوراک کھاتا تھا۔ اس لئے یہ لوگ اُس سے تمسخر اور دل لگی کیا کرتے تھے۔ آج اڈسیس کو دیکھ کر جیسا کہ گداؤں کا قاعدہ ہے۔ اُس کی آتش حسد بھڑک اُٹھی۔ اس کے علاوہ جب اُس نے دیکھا کہ انٹینوس اڈسیس پر ناراض ہو رہا ہے تو اُس نے اُس کی مہربانی حاصل کرنے کی غرض سے اڈسیس کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ اڈسیس نے اُس کی باتوں کی طرف کچھ توجہ نہ کی اور ملائمت کیساتھ اُسے جواب دیا کہ وہ ان باتوں میں دخل نہ دے بلکہ چپ چاپ جو کچھ اُسے ملتا ہے کھا کر اپنی راہ لے۔ مگر آئرس نے اس بات کو خوف و بزدلی پر محمول کیا اور پہلے سے بھی زیادہ دشنام دہی شروع کی اور بلند آواز سے

تڑانے لگا۔ اس پر اہل مجلس کی توجہ بھی اِس طرف پھر گئی اور اُنھوں نے قسمیں کھا کھا کر یہ کہنا شروع کیا۔ کہ خوب جوڑی ملی ہے اب اِن دونوں کی لڑائی چھڑ جائے تو خوب ہو۔ اب دونوں مبارزوں کے لئے جگہ کر دی گئی۔ اور ایک بکرا فتح پانے والے کے لئے تجویز کیا گیا۔ اڈسیس نے یہ دیکھ کر کہ اب سوائے لڑنے کے اور کچھ چارہ ہی نہیں ہے۔ لڑائی کے لیئے اپنے کپڑے اُتار دیئے مگر ساتھ ہی کہنے لگا کہ میں اس شرط پر لڑنے کو تیار ہوں کہ کوئی بے ایمانی کر کے اُس کی مدمقابل کی مدد نہ کرے۔ اسکا ٹیلیماکس نے اسے اطمینان دلا دیا۔ خیر جب اڈسیس نے اپنا فقیرانہ لباس دور کیا تو اُس کے اعضا سے صاف صاف ظاہر تھا کہ اُس میں بیحد زور و طاقت ہے لیکن یہ دیکھ کر دفعتاً آئرس کا حوصلہ پست ہو گیا اور اُس نے وہاں سے بھاگ جانا چاہا۔ لیکن انٹینوس نے اُسے یہ کہکر روکدیا کہ اگر تو لڑنے سے انکار کریگا تو تجھے شاہ اکنیس کے ملک میں اُتار دیا جائیگا۔ جو بڑا ظالم ہے اور فقیروں کے ناک وکان کٹوا دیتا ہے۔ اس پر آئرس کو مجبوراً اڈسیس کے مقابل ہونا پڑا۔ مگر اڈسیس نے چھوٹتے ہی اُس کے ایک ایسا مکا مارا کہ اُس کے دانت اور جبڑے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور وہ زمین پر گر پڑا اور پھر مقابلہ کے قابل نہ رہا۔ اب اڈسیس نے اُسے اُٹھا کر کھڑا کیا۔ اور دروازے پر لے گیا۔ اور اُس کے ہاتھ میں عصا دیکر کہا کہ جا تجھے لڑائی سے کیا کام۔ تو جا کر کتوں اور سؤروں پر حکمرانی کر۔

حاضرین نے لڑائی کی تعریف کی اور خوش تھے کہ آئرس سے پیچھا چھوٹ گیا۔ اور کہنے لگے کہ بہتر ہوگا کہ اُسے شاہ اکنیس کے ملک میں بھیجدیا جائے۔ اور باقی دن ایسے ہی اور تفریح اور دل لگی میں کٹ گیا۔

شام ہوتے ہی اُنھوں نے محفل رقص و سرود جمائی۔ اور اڈسیس ایک ستون سے پُشت لگائے بیٹھا تھا جس پر چند لیمپ روشن تھے۔ اور جب

وہ کھڑا ہوا۔ اور روشنی کی شعاعیں اُس کے چاند پر پڑیں جو بڑھاپے کے
سبب سفید ہو رہی تھی تو یوریماکس بولا کہ "اب مجھے یقین ہو گیا کہ اس
بیکس و فقیر صورت میں کوئی دیوتا چھپا ہوا ہے۔ کیونکہ چراغ کے پاس
کھڑا ہونے سے اُس کے سر سے شعاعیں نکل رہی ہیں۔ جس سے اُسکا
جاہ و جلال نمایاں ہو رہا ہے۔" دوسرا بول اُٹھا کہ "وہ اپنا وقت بھی یونہی
ہی کی مانند گذارتا ہے۔ کیونکہ وہ نہ محنت کرتا ہے نہ کچھ کام کاج کرتا ہے۔
بلکہ نذرانوں پر گذارہ کرتا ہے۔" لیکن اڈیسیس نے جواب دیا کہ "میں
ہر قسم کا کام کر سکتا ہوں۔ چاہے کیسا ہی دشوار کیوں نہ ہو۔ مگر یہ طعنہ
زنی تم اُسی وقت تک کرتے ہو کہ اس محل کا مالک اڈیسیس واپس آکر اپنے
حق کا طالب نہیں ہوتا۔" اُس کی یہ تقریر اُن کے دل سے پار ہو گئی۔
اور وہ بالکل سراسیمہ ہو گئے۔ اب اُن پر یکایک ایسا خوف طاری ہو گیا کہ
گویا اڈیسیس سچ مچ اُن کے درمیان موجود تھا۔ اب یوریماکس نے طیش
میں آکر ایک پیالہ جو دستر خوان پر نزدیک ہی رکھا تھا اُس کے کھینچ مارا۔
جس سے وہ بال بال بچ گیا۔ اور تمام حاضرین نے اُٹھ کر اُسے محل سے
نکال دینا چاہا لیکن ٹیلیماکس نے کہا کہ تم دعوت میں کیوں بے لطفی پیدا
کرتے ہو۔ اور خواہ مخواہ ایک بیکس و محتاج فقیر پر دست درازی کرتے
ہو۔ اس پر وہ سب غصے کے مارے اپنے ہونٹ کاٹنے لگے۔ مگر اُس وقت
یا تو رعائت سے خاموش ہو گئے یا اس وجہ سے کہ دیوی منروا نے اُنکے
دلوں میں اڈیسیس کے بیٹے کی طرف سے خوف پیدا کر دیا تھا۔

اُس روز کی دعوت تو بلا کشت و خون کے ختم ہو گئی۔ اور ملکہ کے طالب
کھیل تماشوں سے اکتا کر یکے بعد دیگرے اپنے اپنے خوابگاہ کو چلے آئے۔
صرف اڈیسیس اور ٹیلیماکس وہاں رہ گئے۔ اب ان [illegible]
کی کہ کل سلاح خانہ میں سے ہتھیار یہاں لا [illegible]

ضرورت ہوگی۔ اور اگر کوئی دریافت کرے کہ اُن کے نکالنے کا کیا سبب ہے تو یہ کہہ دینا کہ جب سے مالک مکان جنگ ٹرائے کی شرکت کے لئے گیا ہے۔ یہ پڑے پڑے زنگ آلودہ ہو گئے ہیں۔ اب انہیں صاف کیا جائیگا۔ مگر جب ٹیلیماکس سلاح خانہ میں گیا تو دیکھا کہ ہتھیار اندھیرے میں آگ کی مانند چمک رہے ہیں۔ اس نے واپس آکر اپنے باپ سے کہا کہ سلاح خانہ میں آگ لگی ہوئی ہے۔ باپ نے جواب دیا۔ کہ یہ سب دیوتاؤں کی مہربانی ہے جو رات کو دن کی مانند روشن کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اسے اُس نے اپنے حق میں فال نیک سمجھا اور ٹیلیماکس اُن کو صاف اور تیز کرنے میں جُٹ گیا +

ملکہ کا دیدار

اوڈیسیس نے ابھی تک اپنی ملکہ کو نہیں دیکھا تھا۔ اُسے اپنے طالبوں کی کچھ پروا نہ تھی۔ نہ وہ کبھی اُن کی دعوتوں میں شریک ہوتی تھی۔ البتہ تیوہاروں کے دن وہ ضرور انہیں اپنا جلوہ دکھا جاتی تھی۔ ورنہ ایک علیحدہ حصّہ میں اپنی کنیزوں اور سہیلیوں کے ساتھ گھر کے کاروبار میں مصروف رہتی تھی۔ اوڈیسیس کو اپنی ملکہ سے ملنے کا از حد اشتیاق تھا۔ کیونکہ اُسے بیس سال سے اُس کا دیدار نصیب نہیں ہُوا تھا۔ وہ چھپکے سے اُن راستوں سے نکل کر جن سے وہ خوب واقف تھا وہاں جا پہنچا جہاں خواصین ملکہ کو بالاخانہ سے اُتار کر اُسکی خوابگاہ کو لئے جا رہی تھیں۔ خواصین اوڈیسیس کو دیکھکر کہنے لگیں کہ یہی فقیر ہے جو آج محل میں آیا ہے۔ اسی کی بابت اس قدر شور و شر برپا ہو رہا ہے۔ مگر اُسکا یہاں کیا کام ہے۔ لیکن ملکہ پنیلوپی نے حکم دیا کہ اسے ہمارے پاس حاضر کرو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اُس نے دُور دراز ممالک کا سفر کیا ہو اور شاید اوڈیسیس کی بابت کچھ سُنا ہو +

یہ سُن کر اوڈیسیس کو یقین ہو گیا کہ ابھی تک ملکہ اُسے بھولی نہیں۔ اور نہ

باوجود اِس قدر مدت گزرنے کے اُس کی محبت میں کوئی کمی ہوئی ہے۔ اُسے ملکہ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ مگر وہ اُسے شناخت نہ کر سکی۔ بلکہ کوئی بیکس و لاچار سیاح سمجھی۔ اور اُس سے سوال کرنے لگی کہ تو کس ملک کا رہنے والا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں کریٹ کا باشندہ ہوں۔ اور اگرچہ اسوقت مفلسی میں گرفتار ہوں۔ اور روٹی کے لئے محتاج۔ مگر دراصل شاہ مائنوس کے پوتے اڈومینیس کا بھائی ہوں۔ اور ایک زمانہ میں ایسا صاحب مقدور تھا کہ اڈیسیس بھی میرا مہمان ہوا تھا۔ اب اُس نے ایک بات بیان کرنی شروع کی کہ کس طرح اڈیسیس کو ٹرائے جاتے وقت گرمی کے باعث بندر کریٹ میں مجبوراً قیام کرنا پڑا۔ جہاں وہ بارہ روز اُس کے ہاں مہمان رہا اور اُس کی ہر طرح سے تواضع و تکریم کیگئی۔ اُس نے اُس لباس کا بھی ذکر کیا جو اڈیسیس اس وقت زیب تن کئے تھا۔ جس سے پنیلوپ کو یقین ہوگیا کہ اُس نے ضرور اُس کے سرتاج کو دیکھا ہے۔ الغرض اُس نے اپنی بابت اسی قسم کے بہت سے قصے سنائے۔ اور ایسی رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کئے کہ ملکہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اور یہ سوچکر کہ اُس کا شوہر اِس دار فانی سے اُٹھ گیا ہے اور پھر اُس کی ملاقات نصیب نہ ہوگی۔ اُس کی جدائی کے لئے سخت رنج کرنے لگی ۔

اڈیسیس کو اسکی اشک باری پر بڑا رحم آیا۔ اُس کے دل نے جوش کھایا اور جی بھر آیا۔ مگر ضبط کر گیا۔ پھر اُس نے بیان کیا کہ وہ کسطرح شاہ تھیپروٹیا کے دربار میں پہنچا اور وہاں اُسے اڈیسیس کا کچھ حال معلوم ہوا۔ اس سے پنیلوپ کو یقین و اطمینان ہوگیا کہ ابھی اڈیسیس زندہ ہے۔ اور وہ یوں کہنے لگی کہ "میں نے آج ہی صبح ایک خواب دیکھا ہے کہ میرے پاس بیس پالتو چڑیاں ہیں جو میرے ہاتھ سے بھیگا ہوا دانہ کھاتی ہیں۔ یکایک آسمان سے ایک باز ٹوٹا۔ اور اُنہیں دبا بیٹھا اور ہلاک کر ڈالا۔ اور پھر آسمان پر

چھوڑ دو گیا۔ اس پر مَیں خوب روئی اور چڑیوں کے لئے بڑا واویلا مچایا۔ میری خواصین دوڑی آئیں۔ اور مجھے تشفّی دینے لگیں۔ اور جب میں بہت ہی مغموم خاطر ہوئی۔ وہی باز پھر میرے کمرے کی چوٹی پر آبیٹھا اور انسان کی بولی میں یُوں کہنے لگا "اے اِلکیریئس کی بیٹی۔ خوش ہو۔ کیونکہ جو کچھ تو نے دیکھا سو خواب نہیں ہے۔ بلکہ تعبیر ضرور گذرنے والا ہے۔ چڑیاں جن کا تُو اس قدر غم کرتی ہے۔ تیرے یہ عشاق ہیں جو تیرا مال و دولت کھائے جاتے ہیں۔ اور باز تیرا خاوند ہے جو اُنہیں ہلاک کرنے آرہا ہے"۔

اُڈسّیس نے جواب دیا کہ" اس خواب کی سوائے اُس کے اور کوئی تعبیر ہو ہی نہیں سکتی جو باز نے بتائی ہے۔ وہ تیرا مالک ہے اور بعجلت اُن باتوں کے پُورا کرنے کے لئے آرہا ہے جو اُس کی باتوں سے عیاں ہیں"۔ ان باتوں کے بعد ملکہ پنیلوپ اور اُڈسّیس ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ وہ اپنے خوابگاہ کو چلی گئی۔ اور یہ اپنے بیٹے ٹیلیماکس کے پاس جہاں دونوں رات بھر جاگتے اور ہتھیاروں کو صاف کرتے رہے۔

قتلِ عشّاق

صبح ہوتے ہی شوریدہ سر عشّاق سے شاہی محل پھر بھر گیا۔ یکیلے ہتھیاروں کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ اور بعضوں نے دریافت کیا کہ آج ان کا انبار یہاں کیوں لگایا گیا ہے۔ لیکن ٹیلیماکس نے یہ کہکر اُن کا اطمینان کر دیا کہ میں اُنہیں یہاں زنگ اور داغ دھبّے صاف کرنے کے لئے لایا ہوں۔ کیونکہ وہ میرے باپ کے ٹراے جانے کے وقت سے یُوں ہی بیکار پڑے ہیں۔ یہ سُن کر وہ سب کھانے پینے اور شراب نوشی میں مصروف ہو گئے۔

ٹیلیماکس کے حکم کے موافق اڈسیس بیچوں بیچ دروازے میں بیٹھا ہُوا کھا پی رہا تھا۔ حاضرین کے کینے اور غصّے کو اس بات سے ترقّی ہوئی۔ کہ اُن کی دعوتِ بزم پھر اُس منحوس فقیر کی حاضری سے مکدّر بنی ہوئی ہے۔ پس وہ اُسے حقارت کے ساتھ ٹھوکریں لگانے اور گالیاں دینے لگے۔ صرف ایک شخص فلیطیس نے اُس سے کچھ نہیں کہا۔ کیونکہ اوروں کی نسبت اُس کی خصلت اچھی تھی۔ اُس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اڈسیس کا ہاتھ پکڑا اور یُوں کہنے لگا۔ آفرین! اے بزرگ سیّاح! جو بُرا سلوک تیرے ساتھ ہُوا ہے اُس سے میری پیشانی پر عرق آگیا ہے۔ اور جب مجھے خیال آتا ہے کہ اکثر لائق ترین لوگوں کی ایسی ہی بُری گت اور دُردشا ہوئی ہے تو میری آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے ہیں۔ ایسے لوگ جو اپنی ضرورت اور حاجت کے سبب چکّر لگاتے پھرتے ہیں۔ اور اُن کے قدم رکھنے کو کوئی جگہ نہیں خدا اُنہیں اِس دُنیا میں رکھتا ہے۔ اور دُنیا سے اُٹھاتا نہیں۔ وہ اِسی طرح حقیر اور مغموم خاطر رہتے ہیں۔ بعض اوقات بادشاہوں کے بھی کوئی اِس قسم کی کرم کنکڑی نکل آتی ہے +

ان کے درمیان تھیوکلامینس نامی ایک نبی بھی تھا جسے منروا نے پیش بینی کی قوت بخشی تھی اور وہ یہ کہہ کر کہ میں جانتا ہوں کہ تم سب جو یہاں ٹھیرے ہوئے ہو برباد و ہلاک ہوگئے چُپ چاپ باہر نکل گیا۔ ٹیلیماکس نے یہ باتیں سُن لیں اور وہ بڑی توجّہ سے اپنے باپ کو تاک رہا تھا کہ وہ کب قتل کا حکم صادر کرتا ہے +

مگر عشّاق کے دل احمقوں کی سی خوشی سے لبریز تھے۔ دیوانوں کی طرح اُن کی ہنسی نہیں رُکتی تھی۔ یہاں تک کہ شوریدہ سروں کی سی اس ہنسی سے اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اُن میں سے ایک نے اُٹھ کر یُوں تقریر شروع کی۔ ہائے کمبختو! تم پر کیا دیوانگی سوار اور خدا کی مار ہے۔

کہ ہنستے ہنستے تمہارا جی نہیں بھرتا؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے کانوں سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں؟ اور موت کی مانند خوفناک رات تمہارے چاروں طرف گھرتی آتی ہے۔ تم چیخ رہے ہو اور اس کی کچھ بھی خبر ہی نہیں۔ کہ تمہاری آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ اٹل دیواروں اور مکان کے شہتیروں سے خون ٹپک رہا ہے۔ تمام کمرہ مقتولوں کی بدروحوں سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ تمہارے قدموں کے نیچے ایک جہنم ہے۔ آفتاب آسمان سے گرا پڑتا ہے۔ دن دوپہر آدھی رات ہوگئی ہے۔ یوریماکس نے اس بات کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا کہ "یہ شخص یقیناً دیوانہ ہے۔ اسے بازار میں لے جا کر روشنی میں بٹھاؤ۔ کیونکہ اسے خواب دکھائی دے رہا ہے کہ مکان کے اندر رات ہے"۔

لیکن تھیوکلائمنس نے جسے دیوی منروا نے تنبیہوں کا سا زہرہ عطا کر دیا تھا کہ دور اندیشی سے وہ بلا ہی ٹل جائیگی جو اُن پر نازل ہونے ہی والی تھی جواب دیا "یوریماکس مجھے تجھ سے رہنما کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں آنکھیں۔ کان۔ دو پاؤں چلنے کے لئے اور صحیح عقل رکھتا ہوں۔ اور رہنا نہیں لیکر میں یہاں سے چلا جاؤنگا۔ کیونکہ میں اُن جلد تر آنے والی بلاؤں سے خوب واقف ہوں۔ جو تم سبھوں کی گھات میں ہیں جو یہاں ہیں لگی ہوئی ہیں۔ اور محض اس محتاج مہمان کی خاطر جو سارے دیوتاؤں کا منظور نظر ہے"۔ یہ کہکر وہ اُن ستمگروں کے مجمع میں سے چلا گیا۔ اور پھر محل میں نہیں آیا۔ یہ باتیں ٹیلیماکس نے بھی سنیں جو اپنے باپ کی طرف اس انتظار میں ٹکٹکی باندھے ہوئے تھا کہ دیکھئے ہوا خواہوں کے قتل کے لئے کب اشارہ کرتا ہے۔ مگر اُن کوتاہ اندیشوں کو کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ اور وہ کھانے پینے میں مصروف تھے۔

ہتھیاروں میں ایک کمان بھی تھی جسے اڈیسیس ٹرائے جاتے وقت

گھر چھوڑ گیا تھا۔ اور بے ثبات کے بڑھی ہوئی تھی۔ کیونکہ کسی میں اسکے کھینچنے کی طاقت نہ تھی۔ ٹیلیماکس ہتھیاروں کے ساتھ اِس کمان کو معہ ترکش کے سلاح خانہ سے نکال لایا تھا۔ اِس وقت منروا نے ٹیلیماکس کے دل میں یہ بات ڈالدی اور اُس نے اپنی ماں کے طالبوں سے درخواست کی کہ جو اِس کمان کو کھینچ لیگا اُسی کے ساتھ ملکہ پنیلوپ کی شادی کی جائیگی۔ اس پر اُن میں ایک بڑا حسد و رقابت اور شور و شر برپا ہوا۔ ملکہ بھی اپنے بیٹے کی بات کی تائید کے لئے مجمع عشاق میں چلی آئی۔ اُس روز وہ نہایت ہی حسین۔ خوش اندام اور سہاونی معلوم دیتی تھی۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد وہاں سے چلی گئی ٭

پھر کمان مجمع عشاق میں لائی گئی۔ اور شاہزادے ٹیلیماکس نے ایک نشانہ مقرر کیا۔ سب سے پہلے انٹینوس نے زور آزمائی کی۔ مگر باوجود بڑے زور و طاقت کے اُس سے ہاتھ اُٹھاکر علیحدہ ہوگیا۔ پھر یوریماکس نے اپنا زور دکھلایا۔ مگر کمان نہ جُھک سکی۔ اور پھر اسی طرح یکے بعد دیگرے سارے عشاق نے کمان پر اپنا زور آزمایا۔ مگر وہ کسی سے نہ ہلی۔ تب اڈیسیس نے بھی زور آزمائی کے لئے اجازت طلب کی۔ اس پر عشاق کے مجمع میں سے فی الفور ایک آوازہ تحقیر اُٹھا اور بہت سے غصے کے مارے آپے سے باہر ہوگئے کہ ایک فقیر ایسے امیروں اور شاہزادوں کے ساتھ مقابلہ کی جرأت کرتا ہے۔ مگر ٹیلیماکس نے اُسے اجازت دیدی۔ اڈیسیس نے اپنے بیٹے کو اشارہ کیا اور اُس نے حکم دیا کہ دروازے بند کردیئے جائیں۔ اڈیسیس نے کمان کو ہاتھ میں لیکر آزمایا کہ اتنے عرصے بیکار اور بے خبر و پرداخت پڑے رہنے سے کہیں اُس میں کوئی سختی یا عیب تو نہیں آگیا۔ اور جب وہ اِس جانچ پڑتال میں مصروف تھا سارے عشاق اُس پر طرح طرح کی پھبتیاں اُڑا رہے تھے۔ لیکن اڈیسیس نے اپنا اطمینان

کرنے کے بعد ایک تیر لیا اور تانت کر نشانہ لگایا۔ اور یوں کہنے لگا۔ "آپ کو
اپنے اس مہمان کے باعث کوئی ذلت نصیب نہیں ہوئی۔ میں نے ان
لوگوں کی طرح کمان کو چربی اور آگ وغیرہ سے سینکا نہیں۔ تاہم نشانہ اڑا
کر یہ ثابت کر دیا کہ اب بھی میری طاقت کم نہیں ہوئی ہے۔ اور نہ اس قدر
سن رسیدہ ہوں کہ یہ لوگ میری تحقیر کریں۔ مگر اب چونکہ دن ڈھلا جاتا
اور کھانے کا وقت قریب ہے جس کے بعد بربط نوازی اور نغمہ خوانی و رقص
اور نیز دل لگی اور تفریح کی اور اور باتیں جو ایسی دعوتوں کی زیب
و زینت ہیں"۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے بیٹے کو ہاتھ سے اشارہ کیا جس نے تلوار کمر
سے لگائی ہاتھ میں برچھی لی۔ اور خوب مسلح ہو کر اس کی طرف بڑھا۔ پھٹے
چیتھڑے جو اڈیسیس پہنے ہوئے تھا۔ اس کے جسم پر سے گر پڑے۔ اور
جب وہ محل کی طرف تیر و کمان ہاتھ میں لئے جلدی جلدی گیا تو اس کی شکل
پر وہی پہلا سا شاہانہ جاہ و جلال برسنے اور رعب ظاہر ہونے لگا۔ اور اس نے
اپنا ارادہ عشاق پر ظاہر کیا کہ "یہاں تک تو یہ مقابلہ بے جوکھوں ثابت ہوا۔
مگر ابھی ایک دشوار تر نشانہ لگانا باقی رہ گیا ہے۔ اور اگر تیر اندازوں کے دیوتا
فیبس وسورج اپنے کرم سے مجھے فتح بخشیں تو میں اس کا بھی اپنے ہاتھوں
سے تجربہ کروں گا"۔ اور یہ کہہ کر اس نے ایک تیر انٹینوس کی طرف اڑایا۔ جو
جام شراب اپنے ہونٹوں تک لئے جاتا تھا۔ اور تیر اس کے حلق کے پار
ہو گیا۔ اس پر تمام عشاق پہ ایک حیرت اور گھبراہٹ سی چھا گئی۔ اور اپنے
سردار کو دم توڑتا دیکھ کر انہوں نے اڈیسیس کے خلاف بہت غصہ اور شور و
شر دکھانا شروع کیا۔ اور وہ ہتھیار لینے کو جھپٹے۔ اور برچھیوں کو جو وہیں
پڑی تھیں اٹھا لیا ہوتا۔ مگر دیوی منروا نے انہیں اندھا کر دیا۔ وہ ہتھیاروں
کی جستجو میں وہ کمرے میں ادھر ادھر بھٹکنے لگے۔ لیکن دیوتاؤں نے جو ان

سے ناراض تھے اُن کی عقل ماردی تھی۔ کہ اُنہوں نے اُس خطرے کا خیال نہ کیا جو اُن کے سروں پر آنے ہی والا تھا۔ بلکہ ہر ایک نے یہی سمجھا کہ اوڈیسیس نے یہ فعل "دانستہ" کیا ہے۔

اب اوڈیسیس نے اپنے کو تمام حاضرین پر ظاہر کر دیا کہ مَیں وہی شخص ہوں جسے تم جنگ ٹرائے میں مُردہ سمجھ چکے ہو۔ جس کا محل تم دبائے بیٹھے ہو۔ جس کی بیوی سے تم شادی کے طلبگار ہو۔ اور اسی سبب سے تم پر تباہی آئی ہے۔ اور اُس نے اپنی کمان لی۔ اور تیر چلانے شروع کئے۔ ٹیلیماکس نے اپنی برچھی لی اور جو سامنے آیا اُس کے جسم کے پار کرنا شروع کی۔ کسی نے ڈھال۔ کسی نے میز۔ کسی نے تپائی۔ کسی نے تلوار اُٹھائی اور ایک ساتھ ایک دل ہو کر سبھوں نے اُس پر حملہ کیا۔ مگر اوڈیسیس کے تیر اور ٹیلیماکس کی برچھی لوگوں کے جسم کے پار صاف نکل جاتے تھے بہتیرے جان بحق تسلیم ہوئے۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ بہت سے مجروح نیم بسمل تڑپ رہے تھے۔ دیوی منروا پرندکی شکل میں اُن کے سروں پر اِدھر سے اُدھر منڈلاتی پھرتی تھی۔ آخر اُن دونوں دلاوروں کے مقابلے میں ایک شخص بھی جان بر نہ ہو سکا۔

ایّامِ شادمانی

نب ملکہ کے بعض خدّام نے جو کچھ محل میں گذرا تھا اُس سے بیان کر کے کہا کہ اوڈیسیس واپس آ گیا اور نبرست سارے طالب قتل کر ڈالے گئے۔ لیکن اُس نے اُن کے کہنے پر ذرا بھی التفات نہ کیا۔ بلکہ یہ سمجھی کہ ان پر دیوانگی سوار ہے اور وہ اُس سے دل لگی کرتے ہیں۔ اور اُلٹا اُنہیں

سخت چشم نمائی کرنے لگی۔ تاہم انھوں نے جواب دیا کہ "جس دمان سے شب
گذشتہ گویا نہیں کرتی تھی۔ وہ اوڈیسیس ہی تھا۔" اس پر ملکہ کو یقین واثق
ہو گیا کہ وہ صرف اُن سے مذاق کرتے ہیں۔" لیکن انھوں نے مکرر کہا
کہ "یہ بات بالکل سچ ہے۔ ہم اندر سے ایک کمرے میں دبکے بیٹھے ہوئے تھے کہ
کمرے کے دروازے بند کر دیے گئے۔ ہم نے مقتولوں کی چیخیں اور
آہیں سنیں۔ لیکن کچھ دیکھا نہیں۔ یہاں تک کہ شاہزادے نے ہمیں
اندر طلب کیا۔ جہاں ہم نے اوڈیسیس کو کشتوں کے انبار کے بیچ میں
کھڑا ہوا دیکھا۔" لیکن ملکہ کو اعتبار نہ آیا۔ بلکہ اُس نے کہا کہ "انھیں کسی
دیوتا نے دھوکا دیا ہے۔"

لیکن اُسی وقت ٹیلیماکس مع اپنے باپ کے محل میں آ گیا۔ پنیلوپ
انھیں دیکھ کر بصورت تصویر خاموش رہ گئی۔ ناگہانی حیرت۔ خاموشی۔
ہراس اور جذبات کے وفور کے باعث جو اُس کے دل میں جوش مار رہے
تھے۔ اُسے بات کرنے کا یارا بھی نہ رہا۔ گاہے وہ خیال کرتی تھی کہ وہ
اس کا خاوند ہے۔ اور گاہے وہ اُسے خفیف تبدیلیاں پریشان کرتی
تھیں۔ جو بیس سال میں اُس کی شکل و صورت میں واقع ہوئی تھیں۔
اُس کے دل کو اس درجہ خوشی تھی کہ اُسے اعتبار ہی نہ آتا تھا۔ کہ یہ سب
کچھ واقعی ہے۔ اور سب میں زیادہ یہ شک اُس کے دل کو ستاتا تھا
کہ ایک فقیر کس طرح یکایک بادشاہ بن گیا۔ لیکن ٹیلیماکس نے اُس کی اس
بیگانگی پر اُسے سخت سرزنش کی۔ اور کہنے لگا کہ "اے اماں۔ تجھے اس قدر
حیا آتی ہے کہ تجھے میرے باپ سے ملنے سے بھی پرہیز ہے۔ حالانکہ
حاضرین میں کسی کو بھی اُس کے اوڈیسیس ہونے میں شک نہیں۔" اب
تو ملکہ کو یقین کرنا ہی پڑا۔ اور دوڑ کر اپنے بازو اوڈیسیس کی گردن میں
حمائل کر کے عذر خواہی کرنے لگی کہ "اے میرے خاوند میری اس بات

پر ناخوش نہ ہونا کہ میں تجھ سے اتنی دیر تک حیرت کے باعث دور رہی۔ دیوتاؤں نے ہم کو ایک دوسرے سے اتنی مدت تک جدا رکھ کر مجھ میں یہ سرد مہری اور رکھاوٹ پیدا کر دی ہے۔ اگر مینیلاؤس کی بیوی (یعنی ہیلن جس کے سبب ٹرائے کی لڑائی ہوئی تھی) میری سے نصف احتیاط بھی برتتی تو وہ ایسی بے باکی اور آزادی کے ساتھ ایک اجنبی کے مکان میں نہ چلی جاتی۔ اور ہم سب اُن مصائب سے بچ رہتے جو ہم پر اُس کی شرارت اور بے شرمی کے باعث واقع ہوئے +

پنیلوپ کی ان باتوں نے اڈیسیس کے دل میں اور بھی زیادہ اُس کی محبّت کو ترقی دی۔ اور یہ دیکھ کر خوشی کے مارے اُس کے آنسو نکل پڑے کہ میں بڑا خوش قسمت ہوں مجھے ایسی عقلمند اور صاحب تمیز بیوی ملی ہے کہ اُس نے باوجود بڑے مصائب کے بھی اپنی عصمت اور پاکدامنی میں بٹّہ نہ لگنے دیا۔ اور اُسے کرکی اور کلیپسو کی غیر فانی محبّت اور اُنکی عیش و عشرت کے مقابلہ میں اپنی بیوی پر اور بھی زیادہ ناز ہُوا۔ اور گذشتہ مصائب اور تکالیف کا خیال اُس کے دل سے بالکل رفع ہو گیا۔ اُس وقت سے اُس ملک کو اُن شریر عشاق سے نجات ملی۔ اہل اتھیکا کو بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ اُنھوں نے دیوتاؤں کو قربانیاں گزرانیں۔ اور اڈیسیس کے صحیح سلامت واپس آنے پر بڑی دھوم دھام کے ساتھ جشن منایا +

فہرست کتب

جنگِ مقدس - مصنفہ جان بنین صاحب - اس میں ایک کہانی کے پیرایہ میں ملکی اور شیطانی لشکروں کے دل انسان پر قابو پانے کے لئے باہمی جنگ و جدل کا نہایت دلچسپ اور مؤثر طور پر بیان ہوا ہے جسکے مطالعہ سے سالکانِ طریق ہدایت بہت کچھ روحانی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مع تصاویر ۱۲ کپڑے کی جلد عہ

طریقِ تسلیم - جس میں ایماندار کی اپنی مرضی کو رضائے الٰہی کے تابع کر دینے اور روحانی زندگی کے ہر ایک پہلو کی نسبت مفصّل ہدایات نہایت دلچسپ طور پر درج ہیں۔ مصنفہ اینڈریو مرے صاحب - قیمت ۶ ـ مکمل ۱۲ ـ

یادِ محبوب صبح و شام کے لئے - اِس میں صبح و شام کے لئے روحانی تفکرات اور خیالات نہایت دلچسپ طور پر بیان کئے ہیں۔ جو لوگ صبح و شام کے وقت گھڑی دو گھڑی یادِ الٰہی میں صرف کرنے کے عادی ہیں اُن کے لئے یہ کتاب نہایت دلپسند ہمنشین کا کام دیگی - قیمت ۶ مجلّد ۸ ـ

شہیدان کا رنج - ابتدائی مسیحی زمانے کے متعلق ایک نہایت دردمند اور دلچسپ ناول ہے جس میں پہلے زمانے کے ایمانداروں کی تکالیف اور ثابت قدمی کا حال ایسے مؤثر الفاظ میں بیان ہوا ہے کہ خواہ مخواہ آنسو نکلے پڑتے ہیں۔ جگہ جگہ تصاویر بھی لگائی گئی ہیں اسے منگوا کر ضرور پڑھئے - قیمت ۱۲ ـ کپڑے کی جلد نہایت خوبصورت تحفہ میں دینے کے لائق قیمت ۱ـ

ابن حور - یعنے مسیح موعود کی داستان - ایک بڑے مشہور ناول نویس نے ۱۹ سو سال پہلے کے سلطنت روم کی پولیٹیکل اور سوشیل حالت کا نہایت دلچسپ طور پر بیان کیا ہے - جس سے مسیح کے زمانۂ بعثت کے خیالات کا نہایت واضح طور پر پتہ ملتا ہے - قیمت ۸ر

یو دیاس نگاسٹی کا قصہ - جس میں چوتھی صدی مسیحی کے وقت شہر اسکندریہ اور شمالی افریقہ کی اخلاقی اور سوشل حالت کی تصویر ایک ناول کے پیرایہ میں نہایت دلچسپ طور پر کھینچی ہے اور ساتھ ہی اُس زمانہ کے مسیحیوں کے حالات اور دینی مشکلات کا حال بیان کیا ہے نہایت دلچسپ کتاب ہے - قیمت ۸ر

مسیح کا نمونہ - مصنفہ ڈاکٹر ٹھاکر صاحب جس میں مسیح کی زندگی کے ہر ایک پہلو کو لیکر یہ دکھلایا ہے کہ کس طور سے مومن زندگی کے تمام تعلقات میں اپنی زندگی کو خداوند یسوع مسیح کی زندگی کے نمونہ پر ڈھال سکتا ہے - نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ۸ر مجلد ۱۲ر

مسیح کی پیروی - نہایت مشہور و معروف کتاب ہے دنیا کی جتنی زبانوں میں بیبل کا ترجمہ ہوا ہے قریباً اُتنی ہی زبانوں میں اسکا بھی ترجمہ موجود ہے - ایک عاشق اپنے معشوق حقیقی کے سامنے اپنے دل کا حال کھول کر بیان کرتا اور اُس کے شیریں کلام سے حظ اُٹھاتا ہے جو شخص ایک دفعہ اس کتاب کو پڑھتا ہے پھر اُس کا ایسا گرویدہ ہو جاتا ہے کہ ہمیشہ حرزِ جان بنا کر رکھتا ہے بہت سے غیر مسیحی اصحاب جن کو عشقِ الٰہی کا مزہ پڑ چکا ہے - اِس کی حیات بخش تعلیم سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں - چھوٹی تقطیع مجلد ۸ر مکمل ۱۲ر